11th EDITION
سنو تم ستارے ہو
تمہیں چمکنا ہے جہاں میں
مصنف:
علی شیرازی

سنو! تم ستارے ہو

یقین، عزم اور مستقل مزاجی سے کامیابی تک کا سفر

مصنف
علی شیرازی
کی زندگی سے کچھ اسباق

47 - فسٹ فلور، حادیہ حلیمہ سنٹر
غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور
رابطہ: 0300 8475843
04237361416

نئی سوچ

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ۝

ترجمہ: "اے میرے رب! مجھے علم میں اور بڑھا دے"

نام کتاب	:	سنو اتم ستارے ہو
مصنف	:	علی شیرازی
ناشر	:	کاشان طارق
فارمیٹنگ	:	مشتاق احمد بیروتی
مطبع	:	حاجی حنیف پرنٹنگ پریس
قانونی مشیر	:	چوہان لاء ایسوسی ایٹس
سن اشاعت	:	جون 2021ء
ایڈیشن	:	11
قیمت	:	700 روپے

Nai Soch

47, 1st Floor,
Hadia Halima centre
Ghazni Street,
Urdu Bazar Lahore
Contact: 0300 8475843
04237361416

Https://www.facebook.com/
naisochpublishers/

اظہارِ تشکر

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ بے پناہ حکمت و دانائی کا بادشاہ ہے۔ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بے حد شکرگزار ہوں کہ اس کی بے پناہ رحمت اور فضل کے بغیر میری ذات اور یہ کتاب کچھ بھی نہیں۔ یہ کتاب سراسر اللہ ہی کی توفیق کے باعث معرض وجود میں آسکی ہے اس کتاب میں موجود تمام تر خیر اور بھلائی اللہ کی طرف سے ہے اور جو بھی کوتاہی ہوئی وہ ہم انسانوں کے انسان ہونے کی دلیل ہے۔

اس کتاب کے لیے میں اپنے والدین اور تمام اہل خانہ کا بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے وہ ذہنی وقلبی سکون فراہم کیا کہ جس کے باعث میں لوگوں کی فلاح کے لیے کچھ تخلیقی باتیں سوچنے کے قابل ہو سکا۔ میں شکرگزار ہوں ان تمام رشتہ داروں اور دوستوں کا جنہوں نے مجھے ہر اچھے برے وقت میں آگے بڑھنا سکھایا۔

میں تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں ان تمام لوگوں کا جنہوں نے مجھے سکھایا کہ زندگی زندہ دلی کا نام ہے اور زندہ دل ہیں وہ لوگ جو محض اپنے لیے نہیں، اپنے ملک وقوم کے لیے جیتے ہیں، بڑے خواب دیکھتے ہیں اور پھر ان خوابوں کو پانے لیے جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ میں لوگوں کی بے پناہ محبتوں اور کچھ تنقید آمیز جملوں پر بھی شکر ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے مجھے رکاوٹوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا سکھایا اور بتایا کہ اگر گرو گے نہیں تو کامیابی ناممکن ہے۔

میں شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں عائشہ رحنواز کا جنہوں نے میرے خیالات کو الفاظ دیے اور ان الفاظ کو ترتیب دی کہ جس کی بدولت یہ کاوش ایک کتاب کی صورت آج آپ سب کے سامنے ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ اس کتاب میں وہ برکت ڈال دے جو اپنے تمام قارئین کو ایک مثبت انسان، ایک ذمہ دار شہری، با اخلاق و باکردار شخص اور دنیا و آخرت کی کامیاب زندگی کا خواب دیکھنے اور اس کے لیے جدوجہد کرنے والا انسان بنا دے۔ آمین

انتساب!

میرے والدین کے نام

جنہوں نے زندگی کے ہر قدم پر میری راہنمائی کی،
مجھے نظم وضبط کے ساتھ جینا سکھایا،
مجھے بے لوث محبت اور خود اعتمادی سے نوازا
میں اپنے والدین کا بے حد شکر گزار ہوں کہ
انہوں نے مجھے انسانیت کا وہ درس دیا
جس نے مجھے میری زندگی کے حقیقی مقصد سے روشناس کروایا۔

خدائے واحد ولاشریک سے التماس ہے کہ وہ میرے والدین کو صحت وتندرستی والی لمبی زندگی عطا کرے۔ آمین!

سنو! تم ستارے ہو!

قاسم علی شاہ

ہر زمانہ میں اُساتذہ و مصنفین کا بنیادی مقصد دوسروں کو کامیابی کی روشن راہوں پر گامزن کرنا رہا ہے۔ لکھنے اور بولنے والے ہمیشہ کامیاب راہیں ہموار کرنے والوں میں سر فہرست رہے ہیں۔ اسی مقصد کو آگے بڑھانے کے لیے مصنف علی شیرازی صاحب نے اپنی کتاب "سنو تم ستارے ہو" کو ترتیب دیا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد کامیابی کی تڑپ رکھنے والے نا اُمیدی سے اُمید کے چراغ جلائیں گے۔ اندھیروں سے روشنیوں کا سفر کریں گے۔ یقین، عزم اور مستقل مزاجی کے سبق سے اپنی کامیابی کے سفر کو سجائیں گے۔ ناکامی کو کامیابی کا زینہ بنائیں گے۔ اپنے کندھوں سے غیر ضروری بوجھ ہٹانے کے لیے خود احتسابی کا عمل دہرائیں گے۔ اپنے خوابوں سے خود شناسی کا سفر طے کریں گے۔ مقصدِ حیات سے اپنی سمت کا تعین کریں گے۔ مثبت سوچ اور اپنی صحت کے انتخاب سے کامیاب اندازِ زندگی اپنائیں گے۔

کامیابی ایک خوبصورت احساس اور بہترین اندازِ زندگی کا نام ہے۔ لوگ صرف اس لیے ناکام ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ کامیابی کے اصل معنی سے ناواقف ہوتے ہیں۔ دولت وشہرت کو اپنی کامیابی سمجھنے والے اس دوڑ میں جیتنے اور دولت کے انبار لگانے کے بعد جب اپنے اندر جھانکتے ہیں تو خود میں ناکامی کا گہرا احساس پاتے ہیں۔ اسی ناکام احساس کی اصلاح کرنے کے لیے شیرازی صاحب نے اپنی کتاب "سنو تم ستارے ہو" میں کامیابی حاصل کرنے کے پروسیس کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے جسے اپنا کر ہر شخص کامیاب ہو سکتا ہے۔ دو لفظوں کام اور یاب سے مل کر بننے والے لفظ کامیابی کا اصل معنی اپنے کام کو پا

لیتا ہے یعنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق اپنے کام کی تلاش کرنے کے بعد اپنے مقصد کے حصول کے لیے جستجو کرتے رہنے کا نام ہے۔ کامیابی کسی ایک مقام پر پہنچ کر وہاں کھڑے رہنے کا نام نہیں بلکہ بہترین انداز زندگی اپنا کر اس سفر پر چلتے رہنے کا نام ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ علی شیرازی صاحب کی دوسروں کو آسمان کا ستارا بنانے اور کامیابی کی روشن راہوں پر گامزن رکھنے کے لیے کی جانے والی محنت وکاوش قبول فرمائے۔ ان کے جذبہ خدمت کو سلامت رکھے اور اس عظیم مقصد میں کامیابی سے ہمکنار فرمائے۔ آمین!

قاسم علی شاہ (استاد۔ٹرینر)

سنو! تم ستارے ہو!

ڈاکٹر نوید الحسن، لاہور

میں آج بھی یہ بات نہیں بھولا کہ ایک دفعہ انٹر کا ایک طالب علم میرے پاس آیا اور کوئی سوال پوچھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن پتہ نہیں کس وجہ سے ذرا Hasitation کا شکار تھا۔ طالب علم انتہائی شریف، تابعدار، کم گو تھا میں نے اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا کہ بے خوف ہو کر سوال پوچھیں کیوں کہ کوئی بھی سوال اچھا یا برا نہیں ہوتا جب تک اس کو اچھا یا برا نہ سمجھ لیا جائے، سوال تو زینہ ہوتا ہے کسی بلندی کی طرف راغب ہونے کے لیے حتیٰ کہ سوال تو بس کنجی ہوتی ہے جس سے بڑی سی بڑی رکاوٹیں اور زنجیریں ٹوٹتی چلی جاتی ہیں۔ اب اس طالب علم نے مجھ سے ایسا سوال پوچھا جس کے Literal معنی کوئی اخلاقی نوعیت کے نہیں تھے۔ یکدم میں حیران ہو کر رہ گیا اور طالب علم کی شرافت اور کم گوئی کو مدنظر رکھتے ہوئے اور بطور معلم دھیمے لہجے میں پوچھا کہ میں آپ کو اس کا مطلب تو بتاتا ہوں لیکن آپ نے یہ سوال مجھ سے کیوں پوچھا ہے۔ تو طالب علم نے جواب دیا" کہ ڈکشنری سے جواب نہیں ملا" اس کو کہتے ہیں "جستجو" علی شیرازی کو اگر کسی بات نے اس مرتبہ پر پہنچایا ہے کہ وہ ایک استاد، موٹیویشنل سپیکر، پریکٹیکل سوشل ورکر، انسان دوست، رحم دل انسان، ریسرچر، اور نسلوں کی بھلائی چاہنے والا انسان ہے تو ان سب کامیابیوں کی وجہ "جستجو" ہے۔ علی شیرازی کی کتاب مختلف جہتوں سے قابل تحسین ہے۔ اس کتاب میں ذکر کردہ واقعات کوئی قصے یا کہانیاں نہیں بلکہ ایک پریکٹیکل نمونہ ہیں۔ جن کو پڑھنے سے کم از کم ہر نوجوان کے لیے ضمیر کی صدا آتی ہے کہ "سنو! تم ستارے ہو" یہ جملہ کہ Every thing is possible in this world شروع میں مبالغہ آرائی لگتا تھا لیکن علی

شیرازی جیسے Talented جوان آج بھی زندہ مثال ہیں بس جوش تڑپ احساس جنون وژدم اور حوصلے کی ضرورت ہے۔ جب یہ Qualities انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہیں تو وہ تنقید اور تعریف سے بالاتر علی شیرازی جیسا ملکوتی انسان بن جاتا ہے، قارئین یقین مانیں درج بالا qualities علی کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئیں۔۔۔علی کی کاوشوں کی جھلک تمام قارئین کی یقیناً دلچسپی کا باعث بنیں گی۔ ٹرانسجینڈرز اور Harrasments (جن کو غیر اخلاقی موضوعات سمجھا جاتا ہے) پر علی شیرازی کی یوٹیوب ویڈیوز جب وائرل ہوئیں تو بہت سے کامل جہلاء نے تنقید کا نشانہ بنایا اور جب مجھ سے علی نے پریشانی کا اظہار کیا تو میں ہمیشہ یہی کہتا رہا کہ...... آواز سگاں کم نہ کند رزق گدارا: "کتوں کے بھونکنے کی آواز فقیروں کی روزی کو کم نہیں کرتی"...... کتے بھونکتے رہتے ہیں قافلے چلتے رہتے ہیں...... آخر میں ڈھیروں دعاؤں اور شفقت کے ساتھ عرض کرتا چلوں بقول اقبال:

چیتے کا جگر چاہیے شاہیں کا تجسس

دنیا نہیں مردان جفا کش کے لیے تنگ

تجسس، تحقیق اور بے خوف سوال در سوال ایک عام سے طالب علم کو "علی شیرازی" بناتے ہیں، اور صدا آتی ہے کہ "علی شیرازی سنو! تم ہی تو ستارے ہو"۔

ڈاکٹر نوید الحسن (لاہور)

سنو! تم ستارے ہو!

ظہیر عباس

سنو!تم ستارے ہو علی شیرازی کی ایک بہترین کاوش ہے جو عام لوگوں کو ناکامی کے اندھیروں سے نکال کر کامیاب زندگی کی نوید سناتی ہے۔ یہ کتاب ایک روشنی ہے ان تمام لوگوں کے لیے جو ناکامیوں کی اندھیر نگری میں کہیں کھو گئے ہیں۔ یہ کتاب ایک امید ہے۔ اپنے مقصد حیات سے دور، ناکام زندگی پر سمجھوتہ کر لینے والوں کے لیے یہ ایک نئی اور کامیاب زندگی کی نوید ہے۔ یہ لوگوں کو جہاں لوگوں کو بڑے خواب دیکھنا سکھاتی ہے وہیں ان خوابوں کو پا لینے کے لیے ان میں کامیابی کی تڑپ پیدا کرتی ہے۔ اس کتاب کا ہر باب، ہر چیپٹر اپنے قارئین کو کامیاب زندگی کے لیے بہترین راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس کتاب کی خاصیت ہے کہ یہ لوگوں کو محض دنیاوی کامیابی کا درس نہیں دیتی جہاں دولت اور شہرت ہی عزت ہے، بلکہ یہ کتاب اپنے قارئین کو دلی سکون، اطمینان اور آخرت کی کامیابی حاصل کرنے کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

بحیثیت دوست مجھے علی شیرازی کی مفاد عامہ کے لیے کی جانے والی اس بہترین کاوش پر بے حد فخر ہے۔ علی شیرازی ایک بہترین انسان ہیں جنہوں نے اپنے وطن کے لوگوں کے لیے، انکی فلاح کے لیے دن رات جدوجہد کی۔ ان کی اس مسلسل کوشش کے نتیجے میں بے شمار لوگوں کی زندگیاں اور سوچ یکسر بدل گئی۔ یہ کتاب بھی ان کی محنت اور کاوشوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ میری دعا ہے کہ خدا اس کتاب میں برکت ڈالے اور لوگوں کو اس کتاب سے خیر ملے۔ آمین!

ظہیر عباس (ڈپٹی کمشنر خانیوال)

فہرست

باب دوم

تعارف

سنو اتم ستارے ہو محض ایک کتاب نہیں بلکہ میری آپ بیتی ہے۔

یہ کہانی ہے خوابوں کی، عزم کی، مستقل مزاجی اور مسلسل جدوجہد کی۔ یہ داستان ہے ان تمام لوگوں کی جنہیں ان کے خواب سونے نہیں دیتے۔ یہ وہ اسباق ہیں جنہیں میں نے اپنی پچھلی دس سالہ زندگی میں بار ہا گر کر، غلطیاں کر کر کے سیکھا۔

سنو اتم ستارے ہو جہاں اپنے قارئین کو خواب دیکھنا اور پھر ان خوابوں کو پا لینے کے لیے سر توڑ محنت اور جدوجہد کرنا سکھائے گی وہیں یہ کتاب مایوسیوں کی نظر ہوئے افراد میں کامیابی کی تڑپ پیدا کرتے ہوئے انہیں یقین دلوائے گی اس دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں۔ سنو اتم ستارے ہو کا بنیادی مقصد اپنے قارئین کو خواب دیکھنے پر اکساتا ہے، ان میں کامیابی کی تڑپ کو جگاتا ہے، انہیں محنت اور جدوجہد کی طرف بڑھاتا ہے، انہیں یہ بتاتا ہے کہ مستقل مزاجی سے کی گئی محنت سے وہ کامیاب ہو سکتے ہیں، کامیابی ان کا مقدر بن سکتی ہے یہ کتاب نوجوانوں کو ان کے مقصد حیات کی طرف گامزن کرنے کی ایک کاوش ہے کہ جسے پا کر وہ نہ صرف اپنے ملک و قوم کا نام روشن کر سکیں بلکہ دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں سمیٹنے کے قابل بن سکیں۔

مصنف علی شیرازی وقتاً فوقتاً زندگی کے مختلف پہلوؤں پر لکھی جانے والی تحریروں اور عوامی فلاح کے لیے کیے جانے والے کاموں کی بدولت سوشل میڈیا:

(Facebook, YouTube, Twitter, Instagram)

کے ذریعے نوجوانوں میں بہت مقبول ہیں اور اپنی رابطہ ویب سائٹ:

(www.Alisherazi.com)

اور دیگر سوشل میڈیا سائٹس کے ذریعے اپنے چاہنے والوں سے رابطے میں رہتے ہیں۔

علی شیرازی، ایک عام پاکستانی ہیں جو کہ اپنے ملک اور لوگوں کو ترقی کرتے، پھلتے پھولتے دیکھنا چاہتے ہیں۔ دعا ہے کہ خدا علی شیرازی کی کامیاب پاکستان کے لیے کی جانے والی انتھک کاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین!

باب اول

کامیابی کا فلسفہ

انسان فطرتاً کامیاب ہونا چاہتا ہے، اس کامیابی کو پانے کے لیے خواب دیکھتا ہے، اور پھر ان خوابوں کو حقیقت بنانے کے لیے دن رات محنت کرتا ہے۔ کامیاب ہونے کی تڑپ اسے جینے کا مقصد عطا کرتی ہے۔ آپ اور میں اپنے اردگرد کتنے ہی معصوم پھولوں کو دیکھتے اور جانتے ہیں جن کے لیے کامیابی اپنا پسندیدہ کھلونا حاصل کر لینے کا نام ہے۔ آپ کبھی کسی بچے کو یہ کہتے ہوئے نہیں پائیں گے کہ اس کی زندگی میں کوئی مقصد، کوئی خواب نہیں ہے۔ کبھی ان سے پوچھا جائے کہ وہ زندگی میں کیا بننا چاہتے ہیں تو آپ کو 99 فیصد بچے کامیاب انسان بننے کی بات کرتے، خواہش کرتے نظر آئیں گے۔ کسی کا مقصد ڈاکٹر بننا ہے تو کوئی انجینئرنگ کے خواب سجاتا ہے، کسی کو ہواؤں میں اڑنے، پائلٹ بننے کی چاہ ہے تو کہیں کوئی کامیاب بزنس مین بننا چاہتا ہے۔

ذرا غور کیجئے کہ آخر ایسا کیا ہے اور کیوں ہے کہ بچپن میں خواب تو ہر بچہ دیکھتا ہے، رئیس خاندان کا چشم و چراغ ہو یا جھگیوں میں رہنے والا ایک عام بچہ، مگر عملی زندگی میں شاید ہی کوئی 10 فیصد لوگ اپنے خواب اور مقصدِ زندگی کو پانے میں کامیاب ہو پاتے ہیں۔ آخر کیوں ناکامی ہمارا مقدر بن کر رہ جاتی ہے؟

میرے نزدیک اس ناکامی کا سہرا انسان کی اپنے مقصدِ حیات کے لیے غیر سنجیدہ سوچ، عدم اعتمادی، غیر ذمہ دارانہ رویے اور حالات سے سمجھوتہ کر لینے کو جاتا ہے۔ رکاوٹیں ہر کامیاب اور ناکام انسان کی زندگی میں برابر ہوا کرتی ہیں۔ جو دلیری سے ان رکاوٹوں کے سامنے چٹان بن کر کھڑے رہتے ہیں ان کے لئے انہی رکاوٹوں میں سے راستے بنا دیے جاتے ہیں اور جو ان رکاوٹوں کے ساتھ سمجھوتہ کر لیں ان کی زندگی کا نہ صرف مقصد کھو جاتا ہے بلکہ وہ خواب دیکھنے سے بھی قاصر رہ جاتے ہیں۔ اکثر و بیشتر لوگ اپنے حالات

کے سامنے ہار مان جاتے ہیں اور رکاوٹیں ان کے کامیاب زندگی گزارنے کے جذبے کو چھین لیتی ہیں۔

ناکامی کا فلسفہ سوچ پر بہت بری طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ ناکامی یہ نہیں کہ آپ اپنی زندگی کے کسی حصے میں ناکام ہو چکے ہیں، حقیقی معنوں میں ناکامی تو یہ ہے کہ آپ اس ناکامی پر راضی ہو چکے ہیں اور اسے مقدر کا لکھا کہہ کر خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اپنے خوابوں کو دفن کر کے اپنے آپ سے ان کا ذکر تک کرنا ترک کر دیتے ہیں۔ یہ ہے اصل ناکامی جس کا شکار آج ہر دوسرا شخص ہے۔

حالات اور رکاوٹوں کے سامنے چٹان بن کر کھڑے رہنے والوں کو ان کا حوصلہ، اپنے مقصد کو پا لینے کا عزم اور مستقل مزاجی سے کی جانے والی محنت جھکنے اور رکنے نہیں دیتی۔ مشکل وقت میں خوابوں کو پورا کرنے، انہیں پا لینے کی لگن ہی انہیں آگے بڑھتے رہنے کی ہمت دیتی ہے۔ حوصلہ اور ہمت بڑی کر لینے سے رکاوٹیں خود ہی چھوٹی ہو کر اپنی موت آپ مر جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔

[سورۃ التین: آیت 4]

وہ خالق و رازق، تمام جہانوں کا رب، جو اپنی عظیم کتاب قرآن مجید میں انسان کے بہترین ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اس دعوے کو ہم انسان کیسے جھٹلا سکتے ہیں؟ جب ربِ کائنات نے انسان کو بنایا ہی بہترین ہے اور اسے تمام مخلوقات پر برتری بھی عطا کر رکھی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ بنی آدم کے لیے رکاوٹوں سے راستے نہ نکالے؟ اسے مایوس چھوڑ دے؟ ہم انسان اپنی تمام تر سستیوں کا ذمہ دار مقدر کو ٹھہراتے ہوئے اک لمحے کے لیے بھی یہ سوچنے کا تردد نہیں کرتے کہ اصل قصوروار تو ہم خود ہیں اور پھر ساری زندگی ناکامیوں کے رونے روتے گزار دیتے ہیں۔

انسان کو اللہ نے سوچ دی، عقل و شعور دیا، اس کے لیے زمین میں اپنی نعمتوں کو پھیلا

دیا اور پھر بتا دیا کہ اس کے لیے دنیا و آخرت میں وہ سب کچھ ہے جس کے لیے وہ کوشش کرے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ افراد جو کامیاب زندگی گزار رہے ہوتے ہیں وہ انہیں یونہی نہیں ملی ہوتی، انہوں نے سخت محنت اور تگ و دو کے بعد اپنے خوابوں کو پایا ہوتا ہے۔ کامیاب لوگ اپنے اندر کامیاب ہونے کی تڑپ کو کبھی مرنے نہیں دیتے، حالات سے سمجھوتہ نہیں کر لیتے، خود کو مقدر کا لکھا سمجھ کر مطمئن نہیں کر لیتے، ان کی زندگی مسلسل محنت کا پیکر ہوتی ہے۔

خواب دیکھنے اور کامیاب ہونے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ آپ کے حالات بہت اچھے ہوں اور آپ کے پاس بہترین مالی وسائل ہوں یا یہ کہ آپ بہت ذہین ہوں، بلکہ کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ آپ حقیقی معنوں میں کامیاب ہونا چاہتے ہوں، آپ کے پاس کامیابی کے سوا کوئی دوسرا راستہ موجود نہ ہو، آپ اس سے کم پر کبھی سوچ نہ سکیں۔ جب تک ہمارے پاس آپشنز موجود ہوں ہم حیلے بہانے کرتے رہتے ہیں۔ اگر آپ کی زندگی میں کامیاب ہونے اور بننے کے سوا کوئی آپشن نہ ہو تو آپ دیکھیں گے کہ سخت سے سخت مشکل بھی آپ کو روک نہیں سکتی۔

میں نے اپنی زندگی کے گزشتہ دس سالوں سے سیکھا ہے کہ آپ چاہے کوئی بھی ہوں، آپ کو زندگی میں کبھی اپنی مرضی کے حالات اور ماحول نہیں مل سکتا۔ آپ کو ہر حال میں محنت کرنی پڑتی ہے، خود کو تھکانا پڑتا ہے، ہر مشکل پر مضبوط بننا پڑتا ہے۔ اگر آپ جھک گئے، رک گئے اور خود کو حالات کے حوالے کر دیا تو یاد رکھیے آپ کبھی آگے نہیں بڑھ سکیں گے۔

آپ دنیا بھر کی Success Stories اٹھا کر دیکھ لیں، کبھی کسی کو کامیاب بننے کے لیے آئیڈیل حالات نہیں ملے، کامیابی کبھی کسی کو تھال میں سجا کر نہیں پیش کی گئی۔ سب کو حالات سے لڑنا پڑا اور پھر ایسے لوگوں کو ان کی لگن اور مستقل مزاجی نے دنیا کے لیے مثال بنا دیا۔

آپ کسی بھی دوسرے تیسرے شخص سے پوچھنے کی بجائے خود سے سوال کریں کہ کیا آپ مشکلات کے سامنے یوں ہتھیار ڈال کر خوش ہیں؟ آپ کو اپنے خوابوں کو پالینے سے

کس چیز نے روک رکھا ہے؟ آخر ناکامی پر سمجھوتہ کیوں کیا جائے؟ یقین کریں اگر آپ خود میں خوابوں کو پالینے کی تڑپ جگانے میں کامیاب ہو گئے تو آپ کو اپنا مقصد حیات پالینے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ کامیابی آپ سے چند قدم دور آپ کی ہمت، محنت، تڑپ اور لگن آزمانے کے لیے کھڑی ہے۔ اپنے مقصد کی طرف مستقل مزاجی کامیابی کو آپ کے سر کا تاج بنا دیتی ہے۔

میں نے زندگی سے بہت اہم سبق سیکھا ہے کہ انسان جب کوئی فیصلہ کر کے اپنی تمام تر توجہ اور توانائی اپنے اس مقصد کو پالینے کے لیے صرف کرتا ہے تو اس کی کامیابی یقینی ہوتی ہے۔ ہم میں سے اکثر و بیشتر لوگ کامیاب تو ہونا چاہتے ہیں، پختہ ارادہ بھی کرتے ہیں لیکن اپنی تمام تر توانائی اور توجہ جس طرح مقصد کے حصول کے لیے صرف کرنی چاہیے وہ نہیں کر پاتے۔ میرے نزدیک اس کی سب سے بڑی وجہ ان کی خود پر عدم اعتمادی ہے۔ ناکامی کا خوف انہیں آگے نہیں بڑھنے دیتا۔ چھوٹی سی رکاوٹ ان کی سوچ اور توجہ کو بکھیر کر رکھ دیتی ہے اور پھر ناکامی ان کا مقدر کہلاتی ہے۔

کامیابی کیا ہے؟

ہر انسان اس لفظ "کامیابی" کو اپنی نظر اور زاویے سے دیکھتا ہے۔ کسی کے لیے کامیابی سے مراد خوشحال زندگی بسر کرنا ہے تو کسی کے لیے اپنے اہل خانہ کے لیے تمام آسائشوں کا انتظام کرنا ہے۔ کچھ لوگوں کے نزدیک کامیابی شہرت پالینے کا نام ہے، اور کچھ کے لیے اپنے کاروبار کو بڑھتے ہوئے، پھلتے پھولتے دیکھنا کامیابی ہے۔ ہم میں سے اکثر لوگوں کے لیے کامیابی آزادی کا دوسرا نام ہے، پریشان کن زندگی سے آزادی، خوف سے آزادی، ناکامیوں سے آزادی۔

میرے نزدیک کامیابی وہ اطمینان اور خوشی ہے جو آپ اپنی زندگی کے مقصد کو پالینے پر محسوس کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اپنی زندگی میں مطمئن ہونا ہی اصل کامیابی ہے۔

کامیابی کا خواب

کامیابی کا پہلا زینہ خواب ہے۔ انسان خواب دیکھنا شروع کرے، کامیابی کا خواب، کامیاب زندگی کا خواب۔ یہ خواب ہی ہیں جو آپ کو زندگی میں مقصد دیں گے۔ کامیابی تک پہنچنے کے لیے آپ کو ہمت اور حوصلہ بھی یہی خواب دیں گے۔ آپ کھلی آنکھوں سے اپنی منزل کو دیکھیں گے۔ کامیابی کے لیے تگ و دو کرنا آپ کے لیے آسان ہو جائے گی اور ہر مشکل آپ کو اپنی منزل کے آگے معمولی سی لگنے لگے گی۔

میرے مطالعہ ہے کہ دنیا میں آج تک جتنے بھی لوگ کامیاب ہوئے ہیں، کامیاب زندگی گزار رہے ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جسے کامیابیاں اتفاقاً By Chance مل گئی ہو۔ کبھی کسی کو بنا خواب دیکھے، بنا محنت کیے، کامیابی نے سر پر تاج نہیں پہنایا۔ آپ دنیا کے کسی بھی کامیاب انسان کی زندگی کو پڑھ لیجیے، اس کی آپ بیتی سن لیجیے، کوئی انٹرویو دیکھ لیجیے، ان کی تمام زندگی آپ کو محنت و مشقت کی عبارت ملے گی۔ آپ دیکھیں گے کہ ہر کامیاب انسان نے زندگی میں کبھی نہ کبھی ضرور کوئی خواب دیکھا تھا اور پھر اس خواب کو پانے کے لیے کتنے جتن کیے، پاپڑ بیلے، محنت کی، مشکلات سے سیکھا، رکاوٹوں کے سامنے ڈٹے رہے، تو پھر کہیں جا کر سالہا سال کی محنت کے بعد انہوں نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ وہ لوگوں کے لیے مثال بن گئے۔

"ایک بات ذہن نشین کر لیجیے، کامیابی کا کوئی شارٹ کٹ نہیں ہے۔ یہ ہمیشہ پراسس سے گزر کر، محنت و مشقت کی چکی میں پس کر ملا کرتی ہے"۔

یہاں ایک بات بہت اہم اور قابل ذکر ہے کہ ہم میں سے اکثر و بیشتر لوگ کامیابی کو دولت کی فراوانی سے منسلک کر دیتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ انتہائی غلط سوچ ہے۔ دولت

وقتی طور پر شاید آپ کو آپ کی سب سے بڑی اور اہم کامیابی لگ سکتی ہے مگر ذرا سوچیے دولت تو کسی کو بھی گھر بیٹھے بنا خواب سجائے، محنت کیے، پرائز بانڈ نکلنے یا لاٹری ٹکٹ انعام پر بھی مل سکتی ہے۔ آپ اور میں اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ یوں دولت مل جانے کو کامیابی تصور نہیں کیا جا سکتا اور کوئی بھی عقل و فہم رکھنے والا انسان ایسے دولت مند شخص کو کامیاب نہیں کہے گا۔ آپ اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں، آپ کو بہت سے دولت مند لوگ ملیں گے مگر ان میں سے شاید ہی کوئی پانچ فیصد لوگ ایسے ہوں گے جو واقعتاً کامیاب بھی ہوں گے۔

دولت مند اور کامیاب ہو جانے کے فرق کو آپ ہمارے ہی اپنے معاشرے کی ایک بے مثال اور لازوال شخصیت کی زندگی سے یوں سمجھ لیجیے کہ "جناب عبدالستار ایدھی صاحب" جنہیں ہماری تمام قوم اپنا آئیڈیل مانتی ہے، ذرا غور کیجیے کہ وہ کتنے دولت مند تھے؟ یا کتنے خزانوں کے مالک تھے؟ آپ کا بینک بیلنس کیا تھا؟ آپ کا شمار کن امرا میں ہوتا تھا؟ ہم سب اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ہمارا آئیڈیل ہماری ہی طرح کا ایک عام انسان تھا جس میں انسانیت کے لیے، ان کی فلاح و بہبود کے لیے تڑپ موجود تھی۔ وہ اپنے معاشرے کے بھوکے ننگے، غریب لوگوں کو چھت دینا چاہتے تھے، ان کے لیے عزت کی روٹی کا خواب دیکھا کرتے تھے۔ ان کی یہی خوبی انہیں ہم سب میں ممتاز اور کامیاب بنا گئی۔

میں اکثر سیمینارز اور کاؤنسلنگ سیشنز اور سوشل میڈیا پر لوگوں سے بات کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ خدارا! اپنے بچوں کو سرکاری نوکریوں کا خواب، بڑا افسر بننے کے خواب دکھانے کے بجائے کامیابی کا خواب دکھائیں۔ مجھے میری ماں نے بچپن سے ہی کبھی یہ نہیں کہا تھا کہ بیٹا تم بینک میں بڑے افسر ہو گے یا تم بڑا کاروبار کرو گے۔ وہ ہمیشہ کہا کرتی تھیں کہ "بیٹا تم بڑے انسان ہو گے، بیٹا تم ستارے ہو، تم روشنی ہو گے۔" یہ خواب میری ماں نے مجھے بچپن سے دکھائے۔ میں انہیں خوابوں کو دن رات دیکھتے بڑا ہوا اور اپنی زندگی کا مقصد اور پھر اس مقصد کو پانے کے لیے کوشش کرتا، کبھی گرتا تو کبھی بڑھتا رہا۔

میرا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی انسان بنا خواب دیکھے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہ خواب انسان

کو زندگی میں مقصد اور سمت دیتے ہیں۔ خوابوں کی غیر موجودگی میں کیسے کوئی انسان کامیابی کا پہلا اور بنیادی زینہ چڑھ سکتا ہے؟ کامیابی کے لیے خواب لازماً دیکھنا پڑتے ہیں۔ جاگتی آنکھوں اور کھلے دل سے بڑے بڑے خواب سجانے پڑتے ہیں۔ خواب ہم میں کامیابی کی وہ تڑپ پیدا کر دیتے ہیں کہ پھر جسے حاصل کیے بنا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اگر آپ خواب دیکھنے اور اپنے اندر کامیابی کی تڑپ پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو یقین مانیے آپ کو کامیاب ہونے سے زندگی کی بڑی سے بڑی مشکل اور رکاوٹ بھی نہیں روک سکتی۔

بطور ایک پبلک فگر میرا بہت سے لوگوں سے ملنا جلنا اور ان میں اٹھنا بیٹھنا رہتا ہے۔ میں ایسے کئی لوگوں سے مل چکا ہوں جن کے پاس دولت کے نام پر تو کچھ نہیں ہے لیکن ان کے خواب بہت بڑے ہیں۔ خوابوں میں اتنی تڑپ اور کشش ہے کہ وہ انہیں ہر مشکل میں ہر رکاوٹ میں بڑھتے رہنے کا حوصلہ دیے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ محنت و مشقت کر رہے ہیں اور وہ وقت دور نہیں کہ جب ہم ان ستاروں کو پوری آب و تاب کے ساتھ چمکتا ہوا دیکھیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ غریب وہ نہیں جس کے پاس دولت کی کمی ہے یا جس کے پاس زندگی بسر کرنے کے لیے بنیادی سہولیات موجود نہیں بلکہ غریب وہ ہے جس کی آنکھوں میں خواب نہیں ہے۔ جو انسان خواب ہی نہ دیکھ سکے اس سے زیادہ غریب کوئی کیسے ہو سکتا ہے؟

مجھے افسوس ہے کہ ہمارے نوجوان جو اس ملک کا مستقبل ہیں، جنہیں اس ملک و ملت کی باگ ڈور سنبھالنی ہے وہ آج اپنی زندگی کا مقصد کھو بیٹھے ہیں۔ ہمارے آج کے نوجوان کی زندگی میں کوئی مقصد کوئی گول نہیں ہے۔ میرا دل خون کے آنسو روتا ہے یہ دیکھ کر کہ ہمارے اکثر تعلیمی ادارے اب تعلیم کے نام پر کاروبار کر رہے ہیں اور تعلیم کے نام پر ہی محض ڈگریاں تقسیم کی جاتی ہیں اور ہمارا نوجوان طبقہ آج محض ان ڈگریوں کے پیچھے بھاگتا نظر آتا ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں نظر دوڑانے پر آپ کو ڈگری یافتہ افراد کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر دکھائی دیتا ہے جبکہ ان میں سے اکثریت تہذیب یافتہ اور شعور یافتہ ہونے کے معنی سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ ہماری قوم کو تہذیب یافتہ لوگوں کی ضرورت ہے۔ ایسے با

شعور افراد کی ضرورت ہے جو اس قوم کو بلندیوں پر لے جائیں نہ کہ ایسے ڈگری یافتہ لوگ جن کی زندگی کا مقصد سرکاری نوکری سے زیادہ کچھ نہ ہے۔ میرا ماننا ہے کہ ہم اس حوالے سے جس کشمکش و پیچ کا شکار ہیں اس سے نکلنے کے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے تعلیمی نظام کو بہتر بنائیں اور تمام تعلیمی اداروں میں کامیابی کو بطور مضمون پڑھائیں۔ یہ کھوکھلا نظام معاشرے میں جس طرح کے افراد اور سوچ پیدا کر رہا ہے اس کے بعد مستقبل میں ترقی اور کامیابی تو دور ہمیں مزید بھوک اور بیروزگاری کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ ہمارے ہاں آج بھی ایسے بہت سے عظیم اساتذہ موجود ہیں جن کی زندگی اور تجربات اپنے آپ میں ایک کامل درسگاہ ہیں۔ ایسے اساتذہ بچوں کو خواب دیکھنا سکھاتے ہیں، خوابوں کے لیے تڑپنا سکھاتے ہیں۔ اگر ہم صحیح معنوں میں ایسے اساتذہ کو ان کا مقام دیں، انہیں تعلیمی اداروں میں اپنی تمام تر بہترین صلاحیتوں کے اظہار کا موقع دیں تو وہ دن دور نہیں کہ جب ان تعلیمی اداروں سے وہ لوگ نکلیں گے جو اس ملک کا روشن مستقبل ہوں گے۔

میری زندگی میرے سامنے کسی بلیک اینڈ وائٹ فلم کی طرح ہے جس کا ہر دن مجھے کسی قیمتی اثاثے، کسی کچے سبق کی طرح یاد ہے۔ مجھے آج بھی یاد ہے اگست 1998ء کا وہ ایک دن جب گرمی کی چھٹیاں گزارنے کے بعد پہلے دن میں سکول گیا تھا۔ ہمیں اس دن اپنے استاد "جناب سعید صاحب" کی نصیحت کی ہوئی حفیظ جالندھری کی وہ نظم آج انہیں زبانی سنائی تھی۔

مجھے ایک ننھا سا لڑکا نہ سمجھو
مجھے اس قدر بھولا بھالا نہ سمجھو
مجھے کھیلنے کا ہی شیدا نہ سمجھو
سمجھتے ہو ایسا تو ایسا نہ سمجھو
میں طاقت میں رستم سے بہتر بنوں گا
بہادر بنوں گا دلاور بنوں گا

میں پڑھ لکھ کے اوروں کا رہبر بنوں گا

ارسطو بنوں گا سکندر بنوں گا

سبق نیکیوں کے مجھے یاد ہو گئے

بہت سے ہنر مجھ سے ایجاد ہو گئے

بہت مجھ سے خوش میرے استاد ہو گئے

عزیز اور ماں باپ سب شاد ہو گئے

سچائی سے ہرگز نہ شرماؤں گا میں

بھلائی ہر اک سے کیے جاؤں گا میں

مصیبت میں ہرگز نہ گھبراؤں گا میں

برائی کی راہوں سے کتراؤں گا میں

نہ میں دل دکھانے کی باتیں کروں گا

نہ ہرگز رلانے کی باتیں کروں گا

میں بلکہ ہنسانے کی باتیں کروں گا

دلوں کو ملانے کی باتیں کروں گا

مجھے ایک ننھا سا لڑکا نہ سمجھو

گرمی کی چھٹیوں میں ہم سب نے یہ نظم خوب یاد کی تھی اور اب وہ دن آ گیا تھا جب استاد محترم کو یہ نظم سنا کر ہر کوئی تعریف بٹورنا چاہتا تھا۔ میں بھی بہت خوش تھا اور میری خوشی تو دگنی تھی۔ ایک تو میں نے یہ نظم خوب اچھی طرح یاد کر رکھی تھی اور دوسری خوشی یہ کہ اس دن مجھے ابو سکول چھوڑنے آئے تھے اور جاتے ہوئے مجھے دو روپے کا نیا نوٹ تھما گئے تھے۔ میں نظم دہراتے ہوئے دل ہی دل میں بہت خوش تھا کہ آج بریک میں اپنی پسند کی خوب چیزیں کھاؤں گا۔

استاد صاحب کی آمد پر میں اپنی سوچوں سے نکل کر اپنے تمام ہم جماعتوں کے ساتھ

استاد صاحب کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔ سعید صاحب نے ہم سب کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے ہم سب کی خیریت دریافت کی اور پھر باری باری سب سے نظم سننے لگے۔ ہم سب اپنے اپنے ٹاٹ پر بیٹھے جھوم جھوم کر نظم دہرانے میں مصروف تھے کہ اچانک میرا نام پکارے جانے پر میں چونکا۔ استاد صاحب نے مجھے نظم سننے کے لیے بلایا اور میں پوری جماعت کے سامنے کھڑا ہو کر

مجھے ایک ننھا سا لڑکا نہ سمجھو

سبق نیکیوں کے مجھے یاد ہو گئے

سنانے لگا۔ نظم ختم ہوئی تو میں اپنے ٹاٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ استاد صاحب نے مجھے آواز دے کر روکا، کندھے پر تھپکی دی اور کہنے لگے کہ شاباش علی بیٹا، آپ نے بتا کر کے بتا دیا کہ کھڑے ہو کر بہت عمدہ طریقے سے نظم سنائی۔ شاباش بیٹے، آپ نے اس نظم کو اچھی طرح سے یاد کر لیا ہے، آپ پوری جماعت میں اوّل آئے ہو۔ اگر آپ بیٹا بھولے بیٹا کھڑے اس نظم پر عمل شروع کر دو تو اک دن آئے گا کہ جب آپ پورے پاکستان میں اوّل آؤ گے۔ وہ دن میری زندگی کے بہترین ایام میں سے ایک ہے۔ استاد سعید صاحب نے مجھے کامیابی کا خواب تھما دیا تھا۔ انہوں نے مجھے ایک عزم اور زندگی کا مقصد دے دیا تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ جس نے اپنے لیے خواب دیکھنا شروع کر دیے، خوابوں نے اس میں تڑپ پیدا کر دی، جس نے ان خوابوں کو پانے کے لیے جدوجہد شروع کر دی تو اسے کامیاب ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

''کامیابی کا یقین''

یقین کیا ہے؟ میرے نزدیک لفظ ''یقین'' اللہ کی ذات پر بھروسے کا نام ہے۔ اگر انسان قدرت کے ان بے شمار نظاروں پر غور کرے تو اسے کوئی بھی چیز بے وجہ، بے فائدہ نہیں ملے گی قدرت انسان کو یہ احساس دلاتی ہے کہ اللہ نے ہر شے کو کوئی خاص ذمہ داری عطا کر رکھی ہے۔ اللہ کی شان کے یہ مناظر انسان کو اللہ کی پہچان کرواتے ہیں اور پھر یہی پہچان یقین میں بدلتی ہے۔

اگر آپ غور کریں تو آپ کو علم ہوگا کہ اس دنیا کا نظام ہے کہ یہاں انعامات ذہین کو نہیں یقین کو ملا کرتے ہیں۔ یقین خدائے واحد پر، اس کی ذات وصفات پر، اس کی بنائی ہوئی تمام مخلوقات پر، خود پر، اپنے اشرف المخلوق ہونے پر۔ اگر آپ کو ان تمام پر کامل یقین آجائے تو آپ اللہ کی مدد کے ساتھ ہر کام کر سکتے ہیں اور ہر مقصد میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ کامیابی کے لیے بڑے بڑے خواب سجانے کے بعد سب سے اہم خود پر، اپنی کامیابی پر یقین کامل ہونا ضروری ہے۔ اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کو اپنی تمام صلاحیتوں، اپنی محنت اور اپنی کامیابی پر یقین ہو۔

انسان کا خود پر یقین تب مضبوط ہوتا ہے جب وہ خود کو پہچان لیتا ہے۔ آپ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں دنیا میں کامیابی انہیں لوگوں نے حاصل کی ہے جنہوں نے اپنے آپ کو، اپنی صلاحیتوں کو پہچان لیا، پھر ان پر یقین کیا، اور یقین بھی ایسا پختہ کہ اس کا ہاتھ تھامے ہر مشکل سے لڑ گئے۔

ہمارے عظیم قومی شاعر، شاعر مشرق، علامہ اقبال رحمۃ اللہ اپنی کتب میں بار بار خودی کی، خودشناسی کی بات کرتے ہیں۔ آپ نے تمام عمر مسلمانوں کو اپنا آپ پہچاننے کی نصیحت کی اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ ہم آج اپنے وطن پاکستان میں آرام وسکون کی زندگی بسر کر

رہے ہیں۔ شیکسپیئر کہتا ہے نو یور اَون ورلڈ (Know your own world) اور بابا بلھے شاہ فرماتے ہیں ''اپنے اندر جھاتی مار''۔ یہ اور اس جیسی کئی مثالیں دنیا کی تاریخ کا حصہ ہیں۔

کامیابی کے لیے خودی کو پالینا، خود کو جان لینا بہت ضروری ہے۔ میں اکثر اپنے دوستوں سے اور سیشنز میں ذکر کرتا ہوں کہ جب بھی آپ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو خدا سے یہ التجا ضرور کریں کہ:

> ''مالک میں تیرا بندہ ہوں، بہت کمزور ہوں، تو مجھے مجھ پر آشکار کر دے، اے پروردگار! مجھ پر میرا اپنا آپ کھول دے، مجھ پر میرے پردے کھول دے''۔

میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اس دعا میں اتنی تاثیر ہے اتنی تڑپ ہے کہ خدا آپ کو نواز دیتا ہے اور آپ پر اپنا آپ واضح ہونے لگتا ہے۔ اس دعا کا ثمر ملے گا کہ آپ خود کو اپنے سامنے بیٹھا پائیں گے۔ آپ کو آپ کی ذات کی دونوں انتہائیں دکھائی دینے لگیں گی۔ آپ کو علم ہوگا کہ آپ کتنے بہترین ہیں، آپ میں خدا نے کیا کیا خوبیاں رکھی ہیں، اور یہ بھی کہ آپ کتنے کمزور ہیں، آپ کی لاعلمی آپ کے لیے کتنے گھاٹے کی چیز اور کتنا بڑا خسارہ تھی۔

انسان جب خود کو پہچاننے لگتا ہے تو اس پر اس کی زندگی کا مقصد آشکار ہوتا ہے۔ وہ اس خودشناسی کے سفر میں خود سے خدا کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ خودشناسی ہی در حقیقت انسان کو کامیابی سے آشنا کرواتی ہے اور اس کے دل میں کامیابی کے یقین کو پختگی بخشتی ہے۔ انسان کھلی آنکھوں سے اپنی منزل کو اپنے سامنے دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ یاد رکھیے گا جب آپ کو آپ کی منزل شفاف آئینے کی مانند اپنے سامنے نظر آنے لگے، دل میں کامل یقین پیدا ہو جائے تو پھر آپ کو راستے کی ہر مشکل، ہر رکاوٹ چھوٹی لگنے لگے گی۔ آپ یقین کا ہاتھ تھامے اس سفر میں آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔

میں نے زندگی میں جب بھی کسی کامیاب انسان کو پڑھا، یا ان سے ملا تو ان سب میں کچھ چیزوں کو مشترک پایا جن میں سے میرے نزدیک ایک بہت اہم خوبی ''یقین'' ہے

۔ ہر انسان کامیاب زندگی گزارنے کا خواہش مند ہوتا ہے مگر اس بات سے بے خبر ہوتا ہے کہ کامیابی کے لیے جو چیز سب سے اہم ہے وہ یقین ہے۔ اگر آپ کو خود پر یقین ہے تو آپ اپنی توجہ اپنے مقصد کی طرف مرکوز کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور پھر لوگوں کی باتیں، ناکامی کا خوف آپ پر کچھ اثر نہیں کرے گا۔ آپ بے مقصد اور بے مطلب باتوں پر کان نہیں دھریں گے۔ آپ کے سامنے آپ کی زندگی کا مقصد شفاف آئینے کی طرح ہو گا اور اسے پانے کے لئے آپ محنت سے نہیں کترائیں گے۔ خود پر یقین کی کمی نہ صرف آپ کو راستے کی مشکلات سے ڈرائے گی بلکہ آپ کا حوصلہ پست کرتے ہوئے آپ کو ناکامی کی گہری کھائی میں جا پھینکے گی۔

میں نے آج تک جتنے بھی کامیاب لوگوں کو پڑھا ان سب کو زندگی میں بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ بار بار گرے، لوگوں کی باتیں سنیں، فیل ہوئے مگر ہمت نہیں ہارے، کوشش نہیں چھوڑی۔ کیوں؟ کیونکہ انہیں خود پر یقین تھا۔ انہیں یقین تھا کہ وہ کامیاب ہوں گے۔ انہیں بھروسہ تھا خود پر۔ وہ جانتے تھے کہ کوئی بھی مشکل ہمیشہ کے لیے نہیں ہوتی اور رکاوٹوں کا مقصد آزمائش ہوتا ہے۔ جو اس آزمائش میں ثابت قدم رہا وہ جینے کے ڈھنگ کو پا گیا۔ کامیابی اسکے مقدر میں لکھ دی گئی۔

میرے نزدیک جو لوگ آسمان تک پہنچے، کامیاب ہونے کا یقین رکھتے ہیں، محنت و مشقت کرتے ہیں، مستقل مزاج رہتے ہیں انہیں ان کے اس عزم نے ہمیشہ کامیابی کی منزلیں عطا کیں جن پر چڑھتے ہوئے وہ ہم اور آپ جیسے ہزاروں لوگوں کے لیے مثال اور ہمت کا ذریعہ بن گئے۔ یہ پختہ یقین ہی ہے جو انسان کو زمین سے چاند پہ پہنچا دیتا ہے۔

ذاتی تجربات سے میں نے جانا کہ وہ لوگ جو خود کو ناکامی کے حوالے کر کے مقدر کا رونا روتے ہیں وہ اپنی عملی زندگیوں میں ہر چیز سے بیزار نظر آتے ہیں۔ میں نے ایسے ہی چند لوگوں پر تجربہ کیا، انہیں کامیاب زندگی کے خواب دکھائے اور پھر انہیں ان خوابوں کو پورا کرنے کے لیے اکسایا۔ کچھ ایسے لوگ جو خواب دیکھنا جانتے تھے، جن کی آنکھوں میں

کامیاب ہونے کی چمک تھی، انہیں یقین اور مستقل مزاجی کے ساتھ آگے بڑھنے کا حوصلہ دیا اور میں حیران ہوں یہ دیکھ کر کہ وہ لوگ آج کس بہترین انداز سے کامیاب زندگیاں گزار رہے ہیں۔

اس کے برعکس وہ لوگ جن کو میں نے خواب دکھانے کی تو سر توڑ کوشش کی مگر وہ حالات کو ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے اپنی زندگیوں میں مطمئن ہونے کی کوشش کرنا آسان سمجھتے رہے، محنت، عزم اور پر امید ہونا انہیں مشکل لگتا تھا، وہ لوگ آج بھی عدم اعتمادی کے ساتھ، لوگوں کی باتوں کے خوف میں بے یقین زندگی گزار رہے ہیں

آپ نے زندگی میں ایسے بہت سے لوگ دیکھے ہوں گے جو اپنی گفتگو میں شبہات کا شکار، اپنی ذات میں الجھے ہوئے، اپنے فیصلوں میں غیر یقینی اور عجیب سی کشمکش میں مبتلا ہوتے ہیں۔ عموماً ان کی باتوں کا آغاز "پتہ نہیں، میں شاید یہ نہیں کر سکتا، کوشش کر کے دیکھتا ہوں، مجھے نہیں لگتا مجھ سے ہو پائے گا" جیسے جملوں سے ہوتا ہے یہ لوگ اپنی زندگی بے یقینی کی کیفیت میں گزار رہے ہوتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو عدم اعتمادی اور بے یقینی کا شکار ہیں۔

آپ کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس بات پر اگر آپ کو پختہ یقین نہیں ہے تو آپ کبھی حقیقی معنوں میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کامیابی کی طرف آپ کا پہلا قدم خود پر پختہ یقین ہونا ہے کہ آپ ہی آپ، کامیاب ہو سکتے ہیں

غیر یقینی آپ کے اور کامیابی کے درمیان حائل وہ دیوار ہے جسے پار کیے بغیر آپ اپنے مقصد حیات اور اپنے خوابوں کو نہیں پا سکتے۔ زندگی میں تمام مسائل اور رکاوٹیں آپ کو روکنے کے لیے نہیں بلکہ آپ کا حوصلہ مضبوط کرنے، آپ کے عزم کو پرکھنے کے لیے آتی ہیں کہ پتا چلے سکہ کھرا ہے یا کھوٹا۔ یہ رکاوٹیں، یہ مشکلات آپ کو آپ کی اصلیت سے ملواتی ہیں جہاں آپ اپنا محاسبہ کرنے کے قابل بن جاتے ہیں۔ ہر مشکل آپ کو پہلے سے بہتر بناتی ہے اور یوں آپ کامیاب انسان کی خوبیاں لیے خود بھی کامیاب ہو جاتے ہیں۔

آپ کا خود پر یقین آپ سے پہاڑ کھدوا سکتا ہے، آپ کو زمین سے آسمان پر لے جا سکتا ہے۔ آپ کو اس مقام پر لا کھڑا کر سکتے ہے جہاں آپ کو خود پہ فخر ہو۔ آپ کو ستاروں

تک رسائی مل سکتی ہے۔ اک بار خواب تو دیکھیے، عزم تو کیجیے، محنت کو اپنائیے۔

اگر آپ یہ مان کر بیٹھ جائیں گے کہ آپ زندگی میں کوئی بڑا کام نہیں کر سکتے، آپ اس مقصد کے لیے نہیں بنے، آپ سے نہیں ہو پائے گا تو یقین جانیے آپ جتنی بھی کوشش کر لیں آپ سے وہ کام واقعی کبھی نہیں ہو پائے گا۔ خود میں اعتماد آپ کو خود پیدا کرنا ہے۔ اپنے آپ پر یقین آپ نے خود کرنا سیکھنا ہے اگر آپ یہ عادات اپنا لیں تو کچھ مشکل نہیں کہ آپ بھی زندگی سے مطمئن، خوش اور کامیاب لوگوں کی صف میں کھڑے ہوں گے

اگر آپ کا یقین کامل اس سوچ پر ہے کہ آپ کچھ نہیں کر سکتے، تو واقعی آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ جب تک خود اعتمادی، خود یقینی آپ کی اس منفی سوچ کی جگہ نہیں لے لیتی تب تک آپ کامیابی کا خواب سجانے سے قاصر رہیں گے۔ مان لیجیے کہ ساری داستان اس ''یقین'' کی ہے۔ آپ جتنی بڑی کامیابی چاہتے ہیں، جتنا عظیم آپ کا مقصد حیات ہے، اس کے لیے محنت اور یقین بھی اتنا ہی درکار ہے۔ یقین اپنی ذات پر کہ میں یہ کر سکتا ہوں، یقین اپنے خدا پر کہ اس خدا نے مجھے بہترین بنایا ہے، مجھے تمام صلاحیتوں سے نوازا ہے، آپ کو یقین ہو اپنی کامیابی پر کہ ہاں آپ بنے ہیں کامیاب ہونے کے لیے۔

خود پر یقین ایسا ہو کہ دنیا ٹوک رہی ہو، دھتکار رہی ہو، ہنس رہی ہو لیکن آپ، آپ اپنے عزم کو ٹوٹنے نہ دیں، آپ کا حوصلہ کم نہ ہونے پائے۔ آپ اپنے آپ کو خود تھپکی دیں۔ آپ میں اتنی سکت ہونی چاہیے کہ آپ دنیا کی بے بنیاد باتوں کو وقار کو ساتھ رد کر سکیں۔ یقین ایسا ہو کہ آپ کے پاس اس یقین پر چلنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو۔ یاد رکھیں زندگی میں بہت سے آپشنز ہونا بھی ہماری کامیابی کے آڑے آ جاتا ہے۔ ہمیں لاپرواہ اور غیر ذمہ دار بنا دیتا ہے۔ اس لیے میرے نزدیک اس سفر میں آپ کے پاس کامیابی ہی واحد آپشن ہونی چاہیے۔

میں آپ کو دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ میں یقین نہیں ہے تو آپ کو کتنا ہی ساز گار ماحول کیوں نہ دے دیا جائے، آپ کو تمام تر وسائل بھی مہیا کر دیے جائیں، آپ عقل و فہم میں بھی لاجواب ہوں، پھر بھی آپ کامیابی کا ذائقہ، اور اس کی مٹھاس نہیں چکھ پائیں گے اس کے برعکس اگر آپ کے پاس وسائل کم بھی ہوں، حالات بھی ساز گار نہ ہوں، …

عقل و فہم میں بھی آپ اوسط درجے پر ہوں لیکن ایک خوبی ''یقین کامل'' ہو خود پر تو یاد رکھیے گا آپ کی کامیابی یقینی ہے۔ اک بار، صرف ایک بار خود میں سے ناکامی کا خوف نکال کر دیکھیں کہ کامیابی کس طرح بانہیں (بازو) پھیلائے کھڑی آپ کی منتظر ہے۔ یہ ناکامی کا ڈر آپ کو کبھی بڑھنے نہیں دے گا، آپ کو اپنی پہچان نہیں ہونے دے گا میرا مشورہ ہے کہ آپ اس ناکامی کے خوف کو اتار پھینکیں اور اپنا آپ تسخیر کریں۔

خود پر بھروسہ کرنا اگر مشکل لگتا ہے تو خدا پر بھروسہ کر لیں۔ وہ خدا جو آپ کے بہترین ہونے کے دلائل دے رہا ہے اس پر تو ہمیں یقین ہونا چاہیے۔ وہ خالق ہے، اس سے بہتر آپ کو یا مجھے کون جانتا ہے۔ ہم سب بخوبی جانتے ہیں کہ کوئی بھی تخلیق کار اپنی تخلیق کی خوبیوں اور خامیوں کو سب سے زیادہ جانتا اور سمجھتا ہے، ایک مصور کو پتا ہوتا ہے کہ اس کی بہترین تصویر میں کیا خوبیاں ہیں، ایک مشین بنانے والا اسکے تمام ٹیکنیکل معاملات کو بخوبی جانتا ہے، تو ذرا غور کیجیے، وہ خدا، وہ رب، جو آپ کا میرا اور تمام جہانوں کا خالق و مالک ہے کیا اسے ہماری صلاحیتوں کا نہیں پتا ہوگا؟ اس ذات باری سے زیادہ تو ہمیں کوئی نہیں سمجھ سکتا، ہم خود بھی نہیں۔ اس کی بات مانتے ہوئے قدم تو بڑھا کر دیکھیں۔ خود پر پختہ یقین آپ کو آپ کی منزل تک پہنچنے کے راستوں میں آخری سیڑھی تک ہمت دے گا۔ یہ یقین آپ کا ہر مشکل وقت میں سہارا ہوگا۔ یہ آپ کو ٹوٹنے سے بچائے گا، گر گئے تو اٹھائے گا۔

ذرا سوچیے، آپ بھرپور محنت، توجہ اور مستقل مزاجی سے زندگی میں کیا کچھ حاصل نہیں کر سکتے؟ یقیناً آپ سب کر سکتے ہیں خود پر بھروسہ کر کے دیکھیں، مشکلات کا سامنا کریں، پھر دیکھتے جائیں وہ آپ ہی ہوں گے جسے دنیا اپنے لیے کامیابی کی مثال مانے گی۔ وہ لوگ جو آپ پر جملے کستے تھے وہی آپ کی قربت کو اپنے لیے فخر سمجھیں گے۔

ایک بار محنت کر کے کامیابی کو پا لیجیے، پھر آپ کو کسی خوف کے آگے جھکنا نہیں پڑے گا۔ آپ اپنی ذات میں آزاد ہوں گے۔ بے چینی سے دور، زندگی سے مطمئن ایک کامیاب زندگی گزارتے ہوئے دوسروں کے لیے مشعل راہ ہوں گے۔

شخصیت سازی

"شخصیت کی نشو و نما ہی مقصد زندگی ہے"۔ (ارسطو)

فطرت انسانی کا تقاضا ہے کہ ہر انسان معاشرے میں ایک موثر اور کامیاب زندگی کے لیے بھاگ دوڑ کر رہا ہے۔ انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ معاشرہ اسے عزت و احترام سے دیکھے اور اس کی بات اور رائے لوگوں کے لیے قول فیصل کا درجہ رکھے۔ وہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا رہے۔ اسی لیے آج کے اس جدید دور میں انسان ترقی کی دوڑ میں بھاگتا ہوا اپنی شخصیت کے ہر پہلو کو بہتر بنانے کی بھی فکر میں جتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ انسانی زندگی کا مقصد حقیقی شخصیت کی تعمیر و استحکام ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ آغاز دنیا سے آج تک انسان نے کروڑوں برس کی مسافت اور مسلسل جدوجہد کر کے اس موجودہ دور تک پہنچا ہے اور ابھی بھی یہ سفر جاری و ساری ہے۔ انسان اپنی زندگی کے ان ستر بہتر سالوں میں کی گئی محنت کے نتائج پر اپنی کامیابی اور ناکامی کا احاطہ کیے بیٹھا ہے۔

"ہر شخص کا آخری مقصد اور قوی ترین خواہش انسانی شخصیت کی تکمیل ہے"۔ (اگریس)

انسان کی شخصیت سازی کا عمل اس کی پیدائش کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے اور مرنے تک جاری رہتا ہے۔ تعمیر شخصیت کے اس عمل میں وراثت اور ماحول شدید اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہاں انسانوں کے درمیان تا حال یہ بحث جاری ہے کہ انسان ماحول پر اثر انداز ہوتا ہے یا ماحول انسان پر اثرات مرتب کرتا ہے۔ بہر حال مسلم حقیقت یہ ہے کہ معاشرہ اعلیٰ انسانی صفات کی تعمیر میں اثر انداز ہوتا ہے۔ انسان کا سوچنے کا انداز، اخلاق تربیت اور اعمال معاشرے سے متاثر ہوتے ہیں۔ ماحول کے اثرات انسانی نظریات اور عقائد پر بھی ہوتے ہیں۔ بہترین معاشرہ بہترین صفات کے حامل افراد کو جنم دیتا ہے جبکہ

اخلاقی گراوٹ کا شکار معاشرہ اور ماحول انسان کو بھی اخلاقی برائیوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے آپ دو مختلف گھرانوں کا موازنہ کریں کہ جس گھر میں کتابوں کا مطالعہ کرنے، سچ بولنے اور مذہبی فرائض سرانجام دینے کا نہ صرف درس دیا جاتا ہے بلکہ اس پر عمل بھی کیا جاتا ہے تو وہاں پرورش پانے والے بچے میں بھی یہ تمام عادات اور خصائص پیدا ہو جاتے ہیں جب کہ وہ گھر جہاں جھوٹ کی کثرت اور سگریٹ نوشی کی عادت والدین میں پائی جائے وہاں پرورش پانے والا بچہ عدم احترام، غلط بیانی اور دھوکہ دہی جیسی اخلاقی برائیوں کا شکار ہوتا ہے۔

بچے کی اولین درسگاہ ماں کی گود ہوتی ہے۔ انسان سب سے زیادہ اپنے گھر کے ماحول سے سیکھتا ہے۔ والدین کی عادات بچے کی شخصیت سازی کے لیے راستہ فراہم کرتی ہوتی ہے۔ جس طرح گھر کا ماحول ہوگا ویسی ہی بچے کی تربیت ہوگی۔ کامیاب اور با اخلاق گھرانہ با اخلاق اور کامیاب بچے کو جنم دیتا ہے جبکہ ناکام افراد کی صحبت چاہے والدین ہوں یا استاد اور دوست احباب، یہ سب ناکام افراد کو جنم دیتے ہیں۔ آج اگر ہم معاشرے پر نظر دوڑائیں تو ہمیں ہر جگہ بری صحبت کے اثرات نظر آتے ہیں اور میرے نزدیک آج معاشرے کی ناکامی کی بہت بڑی وجہ بھی ناکام صحبت اور سوچ ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ایک انسان ناکامی سے اگر کامیابی تک آنا چاہے تو اسے کن اصولوں پر عمل کر کامیابی اور ترقی تک آنا ہوگا؟ ماہرین نفسیات اس سوال کے جواب میں کچھ اصول و ضوابط کو بیان کرتے ہیں جن کا تعلق در حقیقت کتاب و سنت سے ہی ماخوذ ہے۔ ان اصول و ضوابط کو اپنا کر ہر مذہب و نسل کا فرد تعمیر شخصیت کر کے کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ ان بنیادی اصولوں میں مندرجہ ذیل عادات شامل ہیں:

1- مال اور شہرت کے پیچھے نہ بھاگیں۔

2- دوسروں کی مدد کا عزم کریں۔

3- جھوٹ اور خیانت سے دوری اختیار کریں۔

4- گلے شکوے کے بجائے شکر کی عادت اپنائیں۔

5- اچھا سوچیں اور بدگمانی سے دور رہیں۔

6- کامیاب افراد کے ساتھ میل جول رکھیں۔

7- خوددار بنیں، خود پر یقین کریں۔

8- ایثار و ہمدردی کو اپنائیں، بدگمانی سے دور رہیں۔

9- حسد کرنے کے بجائے لوگوں کی صلاحیتوں کو سراہیں۔

اس سب کے ساتھ ساتھ اگر اسلامی ضابطہ حیات کو اپنا لیا جائے تو وہ بذات خود ایک کامیاب شخصیت سازی کا نمونہ ہے۔ تعمیر شخصیت کے لیے شعوری کوشش لازم ہے اور یہ کوشش کسی رہبر کے نقش قدم پر چلنے سے آسان ہو جاتی ہے۔ انسانی شخصیت کے نکھار کے لیے روح، بدن اور عقل تینوں کی تعمیر مدنظر رکھی جاتی ہے اور ان تینوں پر کام کر کے ہی انسان کی کامیاب شخصیت تشکیل پاتی ہے۔ وہ چند اعمال جو انسان اور خصوصی طور پر مسلمانوں کے لیے شخصیت سازی کے عمل میں مددگار ثابت ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

1- اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق

2- اسوہ حسنہ کی پیروی

3- خود احتسابی

4- مثبت سوچ اور عمل میں باقاعدگی

5- دوسروں کے ساتھ مل جل کر کام کرنے کی عادت

ان تمام اصول اور عادات کو اپنا کر ہی ایک انسان تعمیر سے تکمیل شخصیت تک کامیابی سے سفر طے کرتا ہے اور اس سے ہی ایک کامیاب فرد اور معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

خود شناسی

خودی کیا ہے راز درون حیات

خودی کیا ہے بیداریٔ کائنات

اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار نوجوانوں کی روح کو تڑپانے اور ان میں جذبہ ایمانی پیدا کرنے کے لیے خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ آپ کی شاعری وہ فلسفۂ حیات پیش کرتی ہے جو انسان کو اپنی ذات سے خدا کی چاہ تک لے جانے کی قوت رکھتی ہے۔ انسان کی تخلیق کا مقصد خالق کائنات کی پہچان ہے اور یہ پہچان کیسے ہوگی؟ عیسیٰ علیہ السلام نے اس کا جواب انتہائی خوبصورت انداز میں یوں دیا کہ:

"خود کو پہچانو، خدا کو پہچان جاؤ گے"۔

خود شناسی ہے کیا؟

اپنی ذات کو جان لینے، اپنے اچھے برے پہلوؤں کو سمجھ لینے، اپنے خیالات، عادات اور نفسیات کو شعوری طور پر سمجھ کر اپنی خوبیوں اور خامیوں سے آشنائی حاصل کر لینے کو خود شناسی کہا جاتا ہے۔ آسان الفاظ میں خود کو جان لینا، خود سے واقف ہونا خود شناسی کہلاتا ہے۔ خود شناسی کے بغیر یہ زندگی نامکمل اور بے معنی ہے۔ انسان جب تک اپنی صلاحیتوں، اپنی خوبیوں اور خامیوں سے آشنا نہ ہو تب تک وہ یقین، خود اعتمادی اور مقصد حیات کی کمی کا شکار رہتا، ناکام زندگی گزارنے میں مشغول رہتا ہے۔ جو انسان خود کو جاننے اور پہچاننے کی کوشش شروع کر دے تو اس پر یقین اور اعتماد کے راستے کھلنے لگتے ہیں۔ انسان کا اپنی صلاحیتوں پر یقین اسے مایوسیوں میں روشنی دکھاتا ہے۔ انسان خود اعتمادی کے باعث اپنے لیے مقصد حیات طے کر کے اس کے لیے تگ و دو شروع کرتا ہے

اور پھر کامیابی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ خود شناسی اور خود اعتمادی کی لڑی میں تیسرا اہم موتی، خود احتسابی کا ہے جو انسان کو اپنے ہی ضمیر کی عدالت میں لا کھڑا کرتا ہے۔ اس عدالت میں انسان حالات کے پیشِ نظر خود کو جزا بھی دیتا ہے اور سزا بھی۔

خود کو خود ہی پر آشنا کرنا کامیابی کا آغاز ہے۔ انسان کامیاب زندگی تب ہی پا سکتا ہے جب وہ خود کو اپنے آپ پر عیاں کرے، اپنی ذات کا مطالعہ کر کے اپنا آپ جان لے۔ جب انسان اپنا مطالعہ شروع کرتا ہے تو اسے علم ہوتا ہے خدا نے اسے کس محبت اور خوبصورتی کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اللہ کی عطا کردہ بے شمار صلاحیتوں اور خوبیوں کا ادراک انسان میں امید کی کرن اور کامیابی کی تڑپ پیدا کرتا ہے۔ انسان اپنی اصل کو جان کر حیران رہ جاتا ہے کہ خدا نے اسے کتنا نایاب اور بہترین تخلیق کیا ہے اور وہ اپنی ان صلاحیتوں سے ناآشنا گمنام زندگی گزارنے میں مگن اپنا قیمتی وقت ضائع کرتا رہا ہے۔ ہر انسان زندگی میں اتنا ہی کامیاب ہوتا ہے جتنا وہ خود کو جان پاتا ہے۔ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے انسان اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے اور یہ عمل اسے بہتر سے بہترین حتیٰ کہ خدا سے قریب ترین کر دیتا ہے۔

خلیل جبران کہتے ہیں کہ:

''خود کو جاننا علم اور خدا کو جاننا آگہی ہے''۔

یہ آگہی تک کے سفر پر گامزن ہو جانے والے ہی کامیاب لوگ ہوتے ہیں۔ حالات جیسے بھی ہوں، مشکلات چاہے جتنی بھی بڑی ہوں، اگر خود شناسی سے خدا شناسی تک کے سفر پر انسان کے قدم بڑھتے رہیں تو اس کی کامیابی یقینی بن جاتی ہے۔

ہمارے ہاں لوگوں کی تین اقسام ہیں: پہلے قسم میں وہ لوگ ہیں جو سمجھتے ہیں کہ انہیں ہر چیز کا علم ہے، وہ سب جانتے ہیں۔ مزید کچھ سیکھنا سکھانا ان کے لئے اہم نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اس طرف کبھی دھیان دیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی زندگی میں بے چینی اور ناکامی سے دوچار رہتے ہیں۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو تھوڑا بہت کچھ پڑھ کر، سیکھ کر، اپنے

آپ کو بہت بہتر سمجھنے لگتے ہیں۔ ان کے انداز اور باتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انہیں جو معلوم ہے بس وہی صحیح اور اہم ہے۔ ایسے لوگ اکثر و بیشتر اپنی اور دوسروں کی زندگی میں انتشار پھیلانے والے اور غیر یقینی کا شکار ہوتے ہیں۔ تیسری قسم ان لوگوں کی ہوتی ہے جو خود کو صحیح معنوں میں جاننے لگتے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ وہ جانتے ہیں وہ وسیع ترین علم کا محض معمولی سا حصہ ہے۔ ایسے لوگ بہت کچھ جانتے ہوئے بھی عاجزی اپنائے ہوئے رہتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقی معنوں میں کامیاب ہوتے ہیں۔

انسان کی شخصیت اور کارکردگی کے بہترین ہونے کا بنیادی جز خود شناسی ہے۔ خود شناسی محض یہ نہیں کہ ہمیں اپنی صلاحیتوں کا علم ہو جائے، بلکہ یہ تو اپنی خامیوں کو جان کر انہیں خوبیوں میں تبدیل کر دینے کا نام بھی ہے۔ خود شناسی کے عمل میں انسان اپنا مطالعہ کرتے ہوئے اپنی کمزوریوں پر توجہ دیتا ہے، انہیں قبول کرتے ہوئے اپنے آپ کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے، اپنی خامیوں کو لکھ کر ان پر باقاعدہ طور پر حکمت عملی تیار کرتا ہے کہ کس طرح ان کمزوریوں سے نہ صرف نجات پائی جائے بلکہ انہیں خوبیوں سے تبدیل کیا جائے۔

انسان اپنے لیے معیار خود بناتا ہے اور یہ فیصلہ بھی اسی کا ہوتا ہے کہ اسے زندگی میں کس مقام پر پہنچنا ہے۔ انسان اپنی منزل کا انتخاب بھی خود کرتا ہے۔ میرا ماننا ہے کہ یہ ہم انسانوں کا ذاتی انتخاب ہوتا ہے کہ ہم کتنے کامیاب ہونا چاہتے ہیں یا کامیاب ہونا بھی چاہتے ہیں کہ نہیں۔ ہم شعوری یا غیر شعوری طور پر یہ فیصلہ بھی خود ہی کرتے ہیں کہ ہمیں کس قدر کامیاب زندگی گزارنی ہے۔ جو انسان خود کو ناکامیوں پر جواز پیش کرتا، اپنے آپ کو مطمئن کرتا دکھائی دیتا ہے وہ حقیقتاً اپنی ناکامی کا فیصلہ خود کر رہا ہوتا ہے۔ ایسے انسان پر کوئی کتاب، کوئی موٹیویشن شاید ہی اثر کر پاتی ہے۔ انسان میں جب تک خود شناسی کا عمل جاری رہے، وہ اپنی حقیقت کو پانے کے لیے تڑپتا رہتا ہے، اگر یہ تڑپ باقی نہ رہے تو ناکامی انسان کا مقدر بن جاتی ہے۔

میں آپ سب کو اپنی زندگی کا ایک انتہائی خوبصورت تجربہ بتانا چاہتا ہوں۔ کچھ

عرصہ قبل میری ملاقات ایک باباجی سے ہوئی۔ باباجی کی نظر بہت کمزور تھی اسی وجہ سے وہ ہمیشہ نظر کا چشمہ لگائے ہوتے تھے۔ ایک شام باباجی سے بات چیت کرتے ہوئے میں نے انہیں اندھیرا زیادہ ہو جانے کی وجہ سے اپنی گاڑی میں گھر تک چھوڑنے کی دعوت دی جس پر انہوں نے بہت خوبصورت الفاظ میں مجھے زندگی کے دو بہترین سبق پڑھا دیے۔ گھر تک چھوڑ دینے کی دعوت پر باباجی کہنے لگے کہ:

"پتر مجھے سہاروں سے نفرت ہے کیونکہ یہ انسان کی ہمت اور حوصلے کو کمزور بنا دیتے ہیں"۔

میں نے جوں ہی یہ کہتے ہوئے کہ "شام بڑھ گئی ہے اندھیرا زیادہ ہے اور آپ کی بینائی کمزور ہے" معذرت چاہی تو باباجی کہنے لگے:

"پتر میرا گھر میری منزل ہے اور منزل تک پہنچنے کے لیے بینائی نہیں تڑپ ہونا ضروری ہے"۔

باباجی کے یہ دو جملے میرے لیے عمر بھر کی نصیحت بن گئے۔ اگر انسان میں منزل کی تڑپ موجود نہ ہو تو اس پر خود شناسی، خود اعتمادی، اور خود احتسابی کے دروازے بند رہتے ہیں۔ انسان میں تڑپ کی کمی بڑے بڑے بیناؤں کو بھی راستے میں ہی بھٹکا کر ناکام بنا دیتی ہے۔

خود شناسی کا عمل میرے نزدیک آپ کی اپنے بارے میں رائے کا نام ہے۔ آپ کتنی عزت کے لائق ہیں؟ آپ کس مقام کے لائق ہیں؟ آپ کتنے کارآمد انسان ہیں؟ یہ تمام سوالات انسان کو خود شناسی کی طرف بڑھنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ ایک بار آپ اس منزل کی جانب چل پڑیں تو آپ کا اٹھنے والا قدم آپ کو خود پر کھولتا چلا جائے گا۔ جیسے جیسے آپ سیکھتے جائیں گے، خود کو جانتے جائیں گے ویسے ہی آپ میں بے شمار مثبت تبدیلیاں رونما ہونے لگیں گی۔

میں نے اپنی گریجویشن مکمل کی تو ہر کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نوکری کرو، نوکری اگر

سرکاری مل جائے تو سمجھنا تم کامیاب ہو گئے کیونکہ آج کے دور میں ضروریات پوری کرنا ہی کامیابی ہے۔ یہ وہ الفاظ تھے جو میں بکثرت سنا کرتا تھا اور یہ میرے لیے شدید پریشانی کا باعث تھے۔ میں سرکاری نوکری کے خلاف نہیں تھا۔ میں اس سوچ کے خلاف تھا کہ ساری زندگی صرف سرکاری نوکری پر اکتفا کیا جائے۔ اتنے سال پڑھ لکھ جانے کے بعد محض ضروریات کو پورا کرنے کے لیے پچیس ہزاری نوکری کا خیال ہی میرے لیے وبال جان بن جایا کرتا تھا۔ میں خواب دیکھنے والا ایک عام انسان، اپنی ضروریات ہی نہیں خواب بھی پورے کرنا چاہتا تھا۔ ان خوابوں کو پورا کرنے کا یقین مجھے میرے والدین سے ملا تھا۔ میری ماں کا وہ جملہ "پتر! تم ستارے ہو، تمہیں چمکنا ہے جہاں میں" میرے دل و دماغ میں ایسا رچ بس گیا تھا کہ میں اب کسی صورت اس سے کم پر راضی نہیں ہو سکتا تھا۔ لوگوں کی باتیں جب میرے لیے رکاوٹ بننے لگتیں تو مجھے محقق ولیم جیمز کی ریسرچ یاد آ جاتی جس میں انہوں نے انسان سے اس کی زندگی کے متعلق تین اہم سوالات کیے تھے اور اس بات پر زور دیا تھا کہ ہر انسان کو اپنے ارادوں کے کمزور ہونے پر خود سے یہ تین سوالات کر لینے چاہئیں۔

1- میں کون ہوں؟

2- میں کیوں پیدا کیا گیا؟

3- مجھے دنیا میں کیا کیا کام کر کے واپس جانا ہے؟

جب لوگوں کی باتیں میرا حوصلہ پست کرنے لگتیں تو میں ان سوالات پر غور کرتا۔ ایک دن ہمت کر کے میں نے اپنے والدین کو اپنے خوابوں کے لیے جدوجہد کرنے کا منصوبہ بتایا، انہیں بھروسہ دلوایا کہ میں اپنے خوابوں کے لیے لڑ سکتا ہوں، [illegible] سکتا ہوں۔ میں خوش قسمت ہوں کہ میرے والدین نے دنیاوی باتوں کو نظرانداز کرتے ہوئے میرا ساتھ دیا جس سے مجھے ایسی ہمت ملی کہ اس کا ذکر الفاظ میں کر پانا ممکن نہیں۔ میں نے اپنے آن لائن ٹیوٹرنگ کے کام کا آغاز کرتے ہوئے جیسے تیسے کمپیوٹر خریدے مگر پاکستان میں لوڈشیڈنگ کا بڑھتا ہوا دورانیہ میرے لیے بہت بڑی رکاوٹ تھی۔ جب میں [illegible]

تھے اور کام کے لیے اچھی خاصی رقم سے آنے والا ایک جنریٹر میری اشد ضرورت تھا۔ اس کڑے وقت میں میرے والدین نے میرا بھرپور ساتھ دیتے ہوئے میرے لیے ان تمام اشیاء کا بندوبست کیا جن کے ذریعے میں اپنے کام کا آغاز کر سکوں۔ اماں اور ابا کے مجھ پر اور میرے خوابوں پر یقین نے مجھ میں ان کے لیے کچھ کر دکھانے کے جذبے کو مزید تقویت بخشی۔ اپنی صلاحیتوں کو پہچانتے ہوئے، ماں باپ کے میرے لیے دیکھے گئے خواب اور خود پر یقین نے مجھے کامیابی کا سرا تھما دیا جسے تھامے میں ہر گزرتے دن کے ساتھ خود میں مضبوط اور کامیاب ہوتا چلا جا رہا ہوں۔ الحمد للہ!

ہماری سوچ، ہمارے خواب، ہمارے نظریات، ہماری صلاحیتیں، ہمارا حوصلہ اور ہمت یہ سب کی سب خود شناسی کی مرہون منت ہیں۔ آپ جتنا زیادہ اور جتنا بہترین خود کو جان جائیں گے آپ کی کامیابی کا دائرہ اتنا ہی وسیع تر ہوتا چلا جائے گا۔ آپ کے خواب، آپ کی ترجیحات اور آپ کا مقصد حیات بدل جائے گا۔ آپ بہتر سے بہتر سوچنے، سمجھنے، سیکھنے اور کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔ آپ کی ہمت، آپ کا حوصلہ بلند ترین ہوتا چلا جائے گا۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

خود شناسی نہایت وسیع عمل ہے جس میں انسان پہلے خود کو، نظام کائنات کو اور پھر اس سب کے بنانے والے کو جاننا شروع کر دیتا ہے۔ جب آپ ایسے انسان بن جائیں جو اس سفر پر گامزن ہو کر خدا کی تلاش میں لگ جائے تو آپ کی ذات نہ صرف اس دنیا میں لوگوں کے لیے مثال ہو گی بلکہ خدا کے ہاں بھی آپ مقرب اور عزت والے ہوں گے۔

خود احتسابی

کامیابی کی طرف آپ کا ایک بہت اہم قدم خود احتسابی یعنی اپنا محاسبہ کرنا ہے۔ خود احتسابی آپ کو آپ کی خوبیوں اور خامیوں سے آگاہ رکھتی ہے۔ اس کے ذریعے آپ وقتاً فوقتاً اپنی، اپنے نفس، اپنے اخلاق و عادات کی اصلاح کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ انسان میں خود احتسابی کی عادت اسے چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے سیکھا کر بڑے نقصان سے بچا لیتی ہے۔

جو انسان میں اپنا محاسبہ کرنے کی عادت نہ ہو اس کے لیے کامیابی تک پہنچنا انتہائی کٹھن اور مشکل عمل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج ہمارے معاشرے کے زوال کا ایک بہت بڑا سبب ہم میں خودی اور خود احتسابی کی کمی ہے۔ ہمارے معاشرے میں یہ افراتفری، بدعنوانی اسی محاسبے کی کمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ میں مانتا ہوں کہ یہ ایک مشکل ترین عمل ہے مگر اسکے ثمرات کسی سے ڈھکے چھپے نہیں۔ اپنا محاسبہ کرنے والا انسان زندگی کی ہر دوڑ میں ہمیشہ کامیاب و کامران ہوتا ہے۔

اگر آپ خود کو کامیاب ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ کو اپنا محاسبہ کرنا ہوگا۔ خودی کی نئے سرے سے پرورش کریں۔ اپنے ساتھ سختی برتنا شروع کریں۔ یوں ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے آپ کچھ حاصل نہیں کر پائیں گے۔ جو لوگ خود پر سختی نہیں کرتے وہ پھر ساری عمر قسمت کے رونے روتے گزار دیتے ہیں۔ یقین مانیں اس میں قسمت کا نہیں ان کا اپنا، خود کو ڈھیل دینے کا قصور ہوتا ہے۔ آج اگر آپ خود پر سختی نہیں کریں گے تو نہ یہ دنیا آپ کی ہو گی نہ آخرت۔ خود کو سامنے بٹھائیں، اور اپنی ذات پر پابندیاں لگائیں۔ خود کو "NO" کہنا سیکھیں۔

Learn How To Say"No" To Yourself.

یہ ایک دن کا کام نہیں ہے یہ سالوں کا عمل ہے جس کے لیے مسلسل کوشش، مسلسل

محنت درکار ہے۔ دیکھنے میں بہت اچھا لگتا ہے کہ آپ اپنے دوستوں کے ساتھ گھنٹوں باتیں کریں، گھومیں پھریں، مگر یہی آزمائش ہے، یہی مقام ہے خود کو انکار کرنے کا، خود کو محدود اور نتیجہ خیز بنانے کا۔

گزشتہ سال، جنوری کی ایک سرد رات میں، میں اپنے ایم۔ فل کے تھیسس کا کام کر رہا تھا۔ رات کے گہرے ہونے کے ساتھ ساتھ سردی کی شدت بڑھتی جا رہی تھی حتیٰ کہ رات اپنے دوسرے حصے میں داخل ہو گئی۔ میرے سامنے میرا گرم اور آرام دہ بستر موجود تھا، میرے لیے بہت آسان تھا کہ کل کر لوں گا کہہ کر آرام سے جا کر سو جاتا۔ کئی بار یہ خیال دل میں آیا مگر میں نے خود کو NO کہہ کر کام میں مصروف رکھا۔ میرے اندر کا بچہ جب بھی ضد کرے تو میں پہلے اس ضد کا اپنے مقصد کی طرف فوائد اور نقصان ماپنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اسکے بعد فیصلہ کرتا ہوں کہ مجھے اپنے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے، نرمی برتنی ہے یا سختی کر کے کام لینا ہے۔

ہم اگر یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ دوستوں کے ساتھ گھنٹوں گپیں مار کے، بلاوجہ موبائل۔ فون پر سکرولنگ کر کے ہم کامیاب بن سکتے ہیں تو ایسا ممکن نہیں۔ آپ کو ہر صورت خود پر پابندیاں لگانی پڑیں گی۔

ہمیں ہمارا دین اسلام خود احتسابی کا درس دیتا ہے۔ ہمارے نبیؐ اور ان کے تمام ساتھی زندگی میں بار بار اپنا محاسبہ کیا کرتے تھے۔ وہ اپنے نفس کی غلامی کے قائل نہیں تھے۔ انھوں نے بھی خود پر، اپنی ذات اور عادات پر پابندیاں لگا رکھی تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہر مسلمان کا شیوہ ہونا چاہیے۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم نے اپنا آپ اپنے نفس کے حوالے کر کے خود کو آرام و سکون کا عادی بنا دیا ہے۔ مشقت اور محنت سے ہم نظریں چرانے لگے ہیں اور دن بدن خرافات کا شکار ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

آپ اگر اس دنیا و آخرت میں کامیابی چاہتے ہیں تو آپ کو اپنے نفس پہ قابو پانا ہوگا۔ اپنے نفس کی لگامیں آپ کے ہاتھ میں ہونی چاہئیں۔ شروع میں یہ کام بہت مشکل اور

پریشان کن ہے مگر یقین کیجیے یہ ناممکن ہرگز نہیں ہے۔ محنت، مستقل مزاجی اور مسلسل ریاضت سے وہ کیا کام ہے جو ہم انسان نہیں کر سکتے؟ انسان کی انھی خوبیوں نے انسان کو چاند تک پہنچایا، زمین اور اسکے خزانے عطا کیے ہیں تو پھر کیسے ممکن ہے کہ ان خوبیوں کو اپنا کر ہم اپنے نفس کو قابو نہ کر سکیں؟ آپ دیکھیں گے محنت کرتے کرتے ایک وقت ایسا آئے گا جب آپ اپنی ذات، اپنے نفس، اپنی خواہشات پر قابو پا لیں گے اور پھر اس دنیا اور آخرت میں آپ کی کامیابی یقینی ہوگی۔

آپ آج سے خود پر پابندیاں لگانی شروع کر دیں۔ ایک صفحہ لیں اور اس پر اپنی روزمرہ کی مصروفیات، اپنی ترجیحات اور اپنی اچھی بری عادات لکھیں۔ پھر خود سے پوچھیں کہ آپ آج کہاں ہیں؟ آج سے 5 سال پہلے آپ زندگی کے کس مقام پر تھے؟ اس سال پہلے آپ کہاں کھڑے تھے؟ صرف اتنا سا عمل آپ کو احتساب کی اہمیت اور معاملے کی سنگینی سے آگاہ کرنے کے لیے کافی ہو جائے گا۔ آپ خود کو پرکھ سکیں گے، احساس ہوگا کہ آپ نے کیا پایا کیا کھویا؟

اب مزید ایک صفحہ لیں اور اس پر لکھیں کہ آپ نے پچھلے ایک سال میں اپنے لیے کیا تعمیری کام کیا؟ ایسا کیا پڑھا یا سیکھا جو آپ کو باقی زندگی میں کامیاب ہونے کیلئے مدد دے سکتا ہے؟ اور پھر اپنی وہ تمام عادات لکھ لیں جو اس کامیابی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ کی راہ میں رکاوٹ آپ کی اپنی عادات ہیں۔ ان عادات کا شمار آپ کے زندگی بھر کیے گئے تعمیری کاموں سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اس مقام پر آپ میں سے اکثریت کی آنکھیں کھلیں گی، آپ کو احساس ہوگا کہ معاملہ کتنا سنگین ہے اور ہم کس قدر غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ آپ جان پائیں گے کہ آپ نے کتنا وقت ضائع کیا اور جس کام میں ضائع کیا آپ کو موجودہ زندگی میں اس کی بدولت کتنی پریشانیوں کا سامنا ہے۔ یہی وقت اگر آپ نے خود پر خرچ کیا ہوتا تو آپ کامیابی کے زینے چڑھتے، خود سے مطمئن، بہت بہتر زندگی گزار رہے ہوتے۔ آپ اندازہ کر سکیں گے کہ آپ کہاں کھڑے ہیں اور

زندگی میں آگے کہاں جا رہے ہیں۔

یہ وقت مایوس ہونے کا نہیں ہے۔آپ کے پاس زندگی کی آخری سانس تک موقع ہے ۔خود کو بدلیں ،خود پر محنت کریں ،وقتاً فوقتاً اپنا محاسبہ کریں ،غلطیوں سے سیکھ کر آگے بڑھیں۔

''ناکام ہونا ناکامی نہیں ہے ،ناکامی سے لاعلم رہنا اصل ناکامی ہے۔
نقصان ہو جانا نقصان نہیں ہے ،اس بات سے بے خبر ہونا کہ آپ
نقصان میں ہیں ،اصل نقصان اور ناکامی ہے''۔

آپ اپنی ان تمام بری عادات کا چارٹ پیپر بنا کر ایسی جگہ رکھیں جہاں آپ کی نظر اس پر پڑتی رہے۔آپ کو ہر لمحہ ان بری عادات کا علم ہونا چاہیے ،احساس زندہ رہنا چاہیے کہ آپ ،ناکامی کی سیڑھیاں اتر رہے ہیں۔جب سوتے جاگتے آپ اپنی ان عادات اور ان کے نقصانات سے آگاہ رہیں گے تو آپ کے لیے انہیں ترک کرنا آسان ہوگا۔آپ کے دل میں ان کے لیے نفرت پیدا ہوگی اور اپنی بری عادتوں سے نفرت آپ کو کامیابی کی طرف لے جانے کا ذریعہ بنے گی۔

روز سونے سے قبل کچھ وقت خود کو دیں۔اپنا محاسبہ کریں۔خود سے سوال کریں ، وقت کہاں کہاں صرف کیا؟ اللہ نے جو یہ سانسیں عطا کیں ،انہیں کہاں اور کیسے استعمال کیا؟ یوں ہر گزرتے دن کے ساتھ آپ خود کو بہتر بنا سکیں گے اور کامیابی کے قریب ہوتے چلے جائیں گے۔خود احتسابی ،خود شناسی کو تقویت بخشتی ہے لہٰذا اپنا محاسبہ کریں۔اپنی خوبیوں اور خامیوں کو قبول کریں۔اچھے کو اچھا ،برے کو برا کہنا سیکھیں۔یہی سوچ آپ کی اور اس معاشرے کی کامیابی کا راز ہے۔

غیر ضروری بوجھ

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ اعلیٰ امور کو پسند کرتے ہیں''۔

اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔اللہ نے انسان کو جو وقت اور قوت عطا کی ہے وہ بہت قیمتی ہے اور اس کا ضیاع انسان کو دنیا و آخرت میں رسوا کر سکتا ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کامیاب ہو یا ناکام ،اللہ نے اپنی نعمتیں دونوں کو بلا تفریق عطا کی ہیں مگر ایک نے ان نعمتوں کو استعمال میں لاتے ہوئے دنیا و آخرت کمالی جب کہ دوسرا شخص بیٹھا ناکامی کے رونے روتا رہ گیا۔انسان کو دی جانے والی ان نعمتوں کا استعمال بہترین کاموں کے لیے کیا جانا چاہیے نہ کہ غیر ضروری خواہشات ، ترجیحات اور سرگرمیوں کا بوجھ اٹھائے انہیں بے مقصد ضائع کر دیا جائے۔

ارسطو کے مطابق:

''زندگی میں ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ ہماری عادات ہی کا نتیجہ ہوتا ہے''۔

عادات کسی بھی فرد کی شخصیت کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔کامیاب انسان اس بات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں کہ راستہ بہت طویل اور منزل بہت دور ہے لہٰذا اسے پانے کے لیے انہیں مسلسل جدوجہد کرنا ہوگی۔سفر میں کامیابی انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو یقین ،محنت ، مستقل مزاجی کو اپنائے آگے بڑھتے رہتے ہیں اور خود کو غیر ضروری بوجھ سے آزاد رکھتے ہیں ۔اپنے سفر کو آسانی سے تہہ کرنے کے لیے ہمیں خود پر سے ادنیٰ ،بے کار اور فضول بوجھ اتارنے پڑتے ہیں اور ان کا ختم ہو جانا ہی ہمارے لیے اور ہماری منزل کو پا لینے کی جستجو کے لیے بہتر ہوتا ہے۔

غیر ضروری بوجھ سے کیا مراد ہے؟

ہماری زندگیوں میں ایسے بے شمار کام، خواہشات، عادات، ترجیحات اور سرگرمیاں شامل ہوتی ہیں جو ہمارے لیے بوجھ بن جاتی ہیں اور پھر ان کا وزن اٹھائے ہم اس قدر سست روی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ اپنی منزل کھو بیٹھتے ہیں۔ آپ ذرا خود پر، اپنے اردگرد موجود لوگوں کی زندگیوں پر نظر دوڑائیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ ایسی بے شمار چیزیں ہماری زندگی کا حصہ ہیں جن کا ہمیں نہ اس جہاں میں کوئی فائدہ ہے نہ اگلے جہاں میں، مگر ان میں ہم اتنے مشغول ہو چکے ہیں کہ اکثر اپنی پوری پوری زندگی ان میں کھپا دینے کے باوجود آخر میں خالی ہاتھ رہ جاتے ہیں۔

اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ ہمارے دل و دماغ میں موجود کسی شخص کے لیے غصہ یا نفرت کے جذبات ہمیں زندگی میں آگے بڑھنے سے روکے رکھتے ہیں۔ ہم اپنی بیشتر صلاحیتوں کو کسی مفید کام میں لگانے کے بجائے غصے اور انتقام کی آگ میں جھلساتے رہتے ہیں اور نتیجتاً اپنا سکون و اطمینان، اپنی جسمانی و ذہنی صحت کھو بیٹھتے ہیں۔ غصے اور نفرت کا یہ غیر ضروری بوجھ ہماری کامیابی کے منزل میں رکاوٹ بن کر کھڑا رہتا ہے۔ ہم معاف کر دینے کی عادت اپنانے سے قاصر خود کو ساری عمر کے لیے ناکامی کے حوالے کر بیٹھتے ہیں۔

انسان خطا کا پتلا ہے۔ ہم بہت سی غلطیاں کرتے ہیں اور پھر ان سے سیکھ کر آگے بڑھتے ہوئے کامیابی تک پہنچتے ہیں۔ یہی غلطی اگر ہمارے علاوہ کوئی دوسرا شخص کر بیٹھے، ہم سے کوئی برا سلوک، برا رویہ اپنا بیٹھے تو ہم دلوں میں روگ پال لیتے ہیں۔ کسی کے ہمیں برا کہہ دینے یا کچھ لینے پر ہم نہ صرف خفگی کا اظہار کرتے ہیں بلکہ اکثر بدلہ لینے کی تاک میں لگے رہتے ہیں۔ یہ بدلے کی عادت آگ کی طرح ہمارے دلوں کو جلائے رکھتی ہے۔ آپ ذرا غور کیجیے، آپ یا میں، روزمرہ کی بنیاد پر نجانے کتنے گناہ اور کتنی نافرمانیاں کر گزرتے ہیں اور ہمیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا مگر رب کائنات نہ تو ہمارا رزق روکتا ہے اور نہ ہمیں ہماری غلطیوں پر فوری پکڑتا ہے۔ وہ چاہے تو سزا کے طور پر کیا نہیں کر سکتا اور کون ہے جو اس

سے سوال کر سکے؟ مگر وہ رحیم ہے، وہ ہماری تمام غلطیوں کے باوجود ہمیں معاف کر دیتا ہے اور ہمارے لیے آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ خدا ہمیں معاف کر دے اور ہمارے لیے آسانیاں پیدا کر دے تو ہمیں بھی دوسروں کو معاف کرنا ہوگا۔ یہی وہ معاف کر دینے کی عادت ہے جسے کامیاب لوگ اپنا لیتے ہیں۔ وہ اپنا وقت فضول باتوں اور ناراضگیوں میں ضائع کرنے کے بجائے معاف کر دینے کو پسند کرتے ہیں اور ان کا یہ عمل، یہ عادت ان کے دل سے بدلے کی آگ کو ختم کر دیتی ہے۔

ہم میں کچھ لوگ ایسے بھی موجود ہوتے ہیں جن کی طبیعت اکثر اداس اور پریشان سی ہوتی ہے۔ اداسی، گھبراہٹ، پریشانی یہ تمام کے تمام انسان کے عام احساسات ہیں مگر ان احساسات کا ضرورت سے بڑھ جانا ایک بوجھ ہے جو کسی بھی انسان کو وسوسوں کا شکار بنا کر زندگی میں آگے بڑھنے سے روکے رکھتا ہے۔ بعض اوقات انسانی پریشانی کی وجہ بہت واضح ہوتی ہے اور اس کا حل کچھ تگ و دو کے بعد نکال لیا جاتا ہے جبکہ بعض اوقات انسان ایسے وسوسوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جن کا حل انسان کے پاس نہیں ہوتا۔ ایسی تمام پریشانیاں اور وسوسے بوجھ ہوتے ہیں۔ اس بوجھ سے نجات حاصل کرنے کے لیے خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کیجیے۔

"بے شک دلوں کا سکون اللہ کے ذکر میں ہے"۔ [القرآن]

میرا ماننا ہے کہ خود کو پریشانیوں سے آزاد کرنے کا بہترین ذریعہ خدا سے گفتگو کرنا ہے۔ بے شک خدا سب جانتا ہے مگر وہ آپ کو سننا چاہتا ہے۔ آپ اسے اپنا دوست بنائیں، اپنے دل کی ہر بات اس سے کہیں اس یقین کے ساتھ کہ وہ ذات آپ کو کبھی تنہا نہیں چھوڑے گی، وہی آپ کے لیے راستے بنانے والا ہے۔ اپنی تمام تر فکروں، پریشانیوں کو اللہ پر چھوڑ دیں اس یقین کے ساتھ کہ وہ سب سنبھال لے گا اور خود کو اس بوجھ سے آزاد کر لیں۔

انسان کے رشتے اور لوگوں کے ساتھ تعلقات اس کی زندگی کا ایک عظیم سرمایہ ہوتے ہیں۔ انسان اپنے رشتوں کے معاملے میں بہت جذباتی ہوتا ہے اور ان کے بغیر زندگی کا تصور

بھی ناممکن لگتا ہے۔ رشتوں کے درمیان محبت، اپنائیت اور احساس کی کمی، باہمی رنجشیں اکثر ہمارے لیے ذہنی اذیت کا باعث بن جاتی ہے اور یہ ذہنی اذیت ہماری زندگی کو روک کر رکھ دیتی ہے۔ ہم نہ آگے بڑھ پاتے ہیں اور نہ اپنے تعلقات درست کر پاتے ہیں۔ بعض اوقات ان معاملات میں ہماری تمام تر صلاحیتیں اور کوششیں بے کار جاتی ہیں لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ ایسے تمام معاملات میں اپنے دل کا بوجھ کم کرنے کے لیے انسان کو صبر و تحمل کے ساتھ درگزر کا رویہ اپنانا چاہیے۔ آپ اپنوں کے حقوق ادا کرتے رہیں، اپنے فرائض پورے کریں اور صلے کی امید مخلوق سے نہیں خدا سے رکھیں۔ جس دن آپ خود کو یہ سمجھانے میں کامیاب ہو گئے کہ آپ کو صلہ لوگوں نے نہیں خدا نے دینا ہے اس دن آپ مطمئن ہو جائیں گے اور بے لوث ہو کر اپنا فرض نبھاتے زندگی میں آگے بڑھنے کے قابل ہو جائیں گے۔

دنیا کی ترقی اور ٹیکنالوجی کے نام پر مشینوں کے غیر ضروری استعمال نے انسانی زندگی اور اس کی مصروفیات کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے۔ آج کے انسان کا بہت سا وقت فون، سوشل میڈیا سکرولنگ، ٹیلی ویژن پر ضائع ہوتا ہے اور بدقسمتی سے ہمیں اس کا احساس بھی نہیں ہو پاتا۔ غیر ضروری اور غیر اہم کام ہمارے لیے بہت بڑا بوجھ ثابت ہو رہے ہیں۔ مقصد حیات کی کمی اور اس پر تیزی سے بڑھتی ٹیکنالوجی نے ہمیں سوچنے سمجھنے سے قاصر کر دیا ہے۔ ہم بنا کسی حکمت عملی کے آنکھیں بند کیے اپنے قیمتی وقت کو غیر ضروری سرگرمیوں میں ضائع کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اگر آج آپ اپنی روزمرہ کے کاموں کی ایک فہرست بنائیں تو آپ جان سکیں گے آپ روزانہ کی بنیاد پر اپنا کتنا قیمتی وقت شاپنگ مال میں گھومنے، گیمز کھیلنے، ٹیلی ویژن دیکھنے اور ایسے کئی دیگر امور میں ضائع کر رہے ہیں۔ یہ سب کام اور غیر ضروری سرگرمیاں آپ کے کامیابی کے سفر میں بوجھ اور بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہوتی ہے۔ جب تک آپ اس بوجھ کو خود پر سے اتار کر پھینک نہیں دیں گے، آپ کے لیے آگے بڑھنا ناممکن ہو جائے گا۔ وقت بہت بڑی نعمت ہے اگر اسے غیر ضروری سرگرمیوں میں ضائع کر دیا تو آپ کے پاس مستقبل میں اپنی ناکامی پر ہاتھ ملتے رہنے کے

سوا کوئی چارہ نہیں ہو گا۔

لفظ "نظم و ضبط" سے ہم سب واقف ہیں۔ اس لفظ کے کئی معنی بیان کیے جاتے ہیں۔ روزمرہ کی سرگرمیوں میں خاص ترتیب اور تناسب سے عادات کو اپنانا اور ترجیحات کی بنیاد پر عملی منصوبہ بندی کرنا کامیاب لوگوں کے نزدیک نظم و ضبط کہلاتا ہے۔ اپنے مقصد حیات کا تعین کر لینے کے بعد اسے چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر کے روزمرہ کی بنیاد پر کی جانے والی محنت اس سفر میں بہت مددگار ثابت ہوتی ہے۔ کام کے آغاز سے پہلے اپنی ترجیحات کو واضح کر لینے اور پھر اسکے مطابق عادات اپنانے سے انسان بار بار گرنے اور غلطیاں کرنے سے بچ جاتا ہے۔ اگر آپ غور کریں تو ہماری روزمرہ کی زندگی میں ہم ایسی بہت سی عادات کو اپنائے ہوتے ہیں جو ہمارے لیے بوجھ ہوتی ہیں اور یہ بوجھ ہمیں ہمارے مقصد اور ترجیحات میں کانٹے کی مانند چبھتا رہتا ہے۔ کامیابی کے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ سب سے پہلے اپنی غیر ضروری اور بے معنی عادات سے چھٹکارا پا کر ان عادات کو اپنایا جائے جو ہمیں ہماری ترجیحات کا واضح انتخاب کرنے اور پھر اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے مددگار ثابت ہوں۔ اگر آپ ایسی چیزوں یا لوگوں کو زندگی میں اہمیت دیتے چلے آ رہے ہیں جو وقتاً فوقتاً آپ کو احساس کمتری کا شکار کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں تو سب سے پہلے ایسی چیزوں اور لوگوں کے لیے اپنی ترجیحات کو فلٹر کریں۔ اپنے اردگرد کا ماحول مثبت رکھنے کی کوشش کریں۔ یہ آپ کو آگے بڑھنے کا حوصلہ دے گا، آپ گریں گے تو آپ کو سنبھال لے گا۔

یہ تمام بوجھ جن کی ضرورت اور اہمیت نہ بنیادی ہوتی ہے نہ اخروی، یہ ہماری منزل تک جانے والے راستے کو اتنا کٹھن بنا دیتے ہیں کہ ہم میں سے اکثر لوگ ان کے آگے ہار مان کر بیٹھ جاتے ہیں اور ناکامی کو اپنا مقدر مان لیتے ہیں۔ اگر یہ بوجھ خود پر سے اتار دیا جائے تو نہ صرف راستے آسان ہو جاتے ہیں بلکہ منزلیں قریب محسوس ہوتی ہیں۔ کامیاب لوگ اپنا وقت غیر ضروری بات اور عادات پر ضائع نہیں کرتے۔ ان کے پاس اتنا وقت ہی

نہیں ہوتا کہ وہ طرح طرح کے لوگوں کی باتیں سن کر انہیں جواب دیں یا اپنی صفائیاں پیش کرتے رہیں جو وقت ناکام لوگ اس سب پر ضائع کرتے ہیں اسی وقت میں ایک کامیاب انسان لوگوں کی باتوں کو وقار کے ساتھ نظر انداز کر کے کوئی مفید کام کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔

کچھ عرصہ قبل مجھے ضروری کام کے سلسلے میں اسلام آباد سے پشاور جانا پڑا۔ موٹروے کے ذریعے جاتے ہوئے میں یہ سوچ رہا تھا کہ زندگی میں کامیاب اور ناکام انسان کی زندگی بھی موٹروے پر چلنے والی گاڑیوں کی مانند ہے جہاں کامیاب انسان مسلسل اپنی منزل پر نظر جمائے آگے بڑھتا چلا جاتا ہے، مشکلات کا حل ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہے جبکہ ایک ناکام انسان ہر انٹرچینج پر کبھی چائے کافی تو کبھی اخبار پڑھتے، گپیں مارنے بیٹھ جاتا ہے اور پھر ایک وقت آتا ہے کہ جب خدانخواستہ حالات خراب ہونے پر کامیاب انسان اپنی مسلسل کوشش سے اپنی منزل تک پہنچ چکا ہوتا ہے مگر ناکام شخص کسی انٹرچینج پر بیٹھا پریشانی کے عالم میں ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔ یہاں ایک قسم ان لوگوں کی بھی ہوتی ہے جو مسلسل محنت اور عزم سے موٹروے پر گاڑی تو چلا رہے ہیں مگر منزل سے لاعلمی کی بنیاد پر ان کی رفتار قدرے دھیمی ہے۔ ایسے لوگ ہمارے معاشرے میں کثیر تعداد میں موجود ہیں جو خواب دیکھنے، محنت کرنے والے ہیں مگر منزل کا تعین اور مقصد حیات کی کمی ان کی تمام تر محنتوں پر پانی پھیر دیتی ہے۔ یہ وہ مقام ہوتا ہے جہاں پھر انسان پہلے پہل تو شبہات کا شکار ہوتا ہے اور پھر لوگوں کی آوازیں، ان کی باتیں سنتے، اپنی ذات کی وضاحتیں پیش کرتے اس سب میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔

یاد رکھیں کہ کامیابی حاصل کرنے کے لیے خود پر سے غیر ضروری بوجھ ہٹا کر منزل کا احاطہ کریں اور پھر اس منزل کی جانب بڑھتے ہوئے بہت احتیاط سے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو استعمال میں لائیں۔ یہی کامیابی کا راز ہے۔

کل سے نہیں، آج سے ان شاء اللہ!

سرور کائنات محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ:

''پانچ چیزوں کو پانچ سے قبل غنیمت سمجھو، زندگی کو موت سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور مالداری کو فقر سے پہلے''۔

(مستدرک حاکم 306/4)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے جس میں سرفہرست وقت اور صحت ہے۔ وقت انسانی زندگی کا وہ قیمتی اثاثہ ہے جو ازل سے ابد تک ہر انسان کو یکسانیت کے ساتھ بلاتفریق عطا کیا گیا ہے۔ یہ وقت کا ہی استعمال ہوتا ہے جو کسی بھی انسان کی زندگی بنانے یا بگاڑنے کا سبب بنتا ہے۔ آج ہم اپنے معاشرے میں نظر دوڑائیں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ ہم میں سے اکثر لوگ اپنا وقت ضائع کرنے میں مشغول ہیں۔ ہمیں احساس ہی نہیں کہ ہر گزرتا دن ہمیں نہ صرف ہماری موت کے قریب کر رہا ہے بلکہ ہم ناکامی کی سیڑھیاں اترتے جا رہے ہیں۔ اگر کبھی غلطی سے یا معجزاتی طور پر ہمیں یہ احساس ہو جائے کہ ہم زندگی میں کہاں کھڑے ہیں، ہم نے کیا کھویا کیا پایا، اور ہم آگے کس طرف بڑھ رہے ہیں تو ہمیں اپنی اصلاح کی ایک امید نظر آتی ہے، ہم میں خود کو بدلنے کا اک جذبہ پیدا ہوتا ہے، ہم بہتر مستقبل کے لیے خواب سجاتے ہیں، محنت کرنے کا عزم کرتے ہیں اور پھر اپنی تمام تر مثبت سوچوں پر عمل کا ارادہ کرتے ہوئے خود سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں ''کل سے ان شاء اللہ''۔ کامیاب زندگی کے سفر کی اہم ترین زینہ تو یہ ہے کہ آپ خود کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دیں کہ:

''کل سے نہیں، آج سے بھی نہیں، ابھی سے ان شاء اللہ''۔

میں آئے روز اس چیز کا تجربہ کرتا ہوں کہ ہمارے ہاں لوگ خواب دیکھتے ہیں، محنت

کا ارادہ کرتے ہیں اور عزم کرتے ہیں کہ کل سے فلاں کام کریں گے کل سے محنت کریں گے کل سے جدوجہد کریں گے مگر وہ کل، وہ کل کبھی نہیں آتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ لوگ موت سے بھی اس لیے خوفزدہ ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے اکثر کام کل پر چھوڑ رکھے ہوتے ہیں۔ آپ نے اکثر سنا ہوگا ایسے کسی شخص کو جب کہا جاتا ہے کہ نماز کی پابندی کرو، توبہ استغفار کیا کرو، بچوں کے ساتھ وقت گزارا کرو، ماں باپ کو وقت دو، اپنی صحت پر توجہ دو، ورزش کیا کرو، حتیٰ کہ یہ کہہ دیا جائے کہ روز اپنا محاسبہ کیا کرو تو جواب موصول ہوتا ہے ان شاء اللہ کل سے کروں گا۔

آج ہمارے معاشرے میں اگر کوئی چیز سب سے زیادہ بے قدری کا شکار ہے تو وہ وقت ہے۔ یہ ناقدری اور ناشکری اس قدر عام ہو چکی ہے کہ اب اسے برا سمجھنے کا بھی تردد نہیں کیا جاتا۔ ہم لوگ گھنٹوں گھنٹوں فون پر گپیں مارتے، دوستوں کے ہمراہ ہوٹلوں پر بے مقصد بیٹھے نکتہ چینی کرتے، تنقید اور غیبتیں کرتے، سوشل میڈیا پر بلا ضرورت سکرولنگ کرنے میں وقت ضائع کر دیتے ہیں مگر افسوس کہ جب کوئی مفید کام کرنے کی باری آئے تو ہم کل سے ان شاء اللہ کا ورد کرنے لگتے ہیں۔ نوجوان قوم کا مستقبل ہوا کرتے ہیں اور ہمارے نوجوان جنہیں آج صحت سے نوازا گیا ہے کل کو خدا جانے کیسا بڑھاپا پائیں گے، کن امراض کا شکار ہوں گے، آج صاحب مال ہیں پر کل نجانے کن حالات میں ہوں گے۔ اس لیے جو کرنا ہے ابھی کر لیں، جو کام کرنے ہیں، جو کمانا ہے، جو لگانا ہے، جو جو بھی فوائد سمیٹنے ہیں ابھی کر لیں یہی کامیابی کا راز ہے ورنہ کل بیٹھ کر سوائے پچھتانے کے ہمارے پاس کوئی چارہ نہ ہوگا۔

میرے نزدیک حقیقی کامیابی تو یہ ہے کہ موت آپ کے سر پر کھڑی ہو اور آپ کو کوئی خوف، کوئی پچھتاوا نہ ہو۔ آپ ہنس کر موت کو گلے لگا سکیں آپ زندگی کو اس طرح جئیں کہ مرتے دم آپ کو خود پر اور اپنی زندگی پر اطمینان ہو اور آپ اللہ کو منہ دکھانے کے قابل ہوں۔

یہ کیسے ممکن ہے؟

یقین کیجیے، اس میں کچھ ناممکن نہیں۔ یہ حقیقی کامیابی ممکن ہے بس ہمیں اپنے وقت کو کارآمد بنانے کی ضرورت ہے۔ زندگی میں کل سے ان شاء اللہ کہنے کی بجائے آج اور ابھی سے ان شاء اللہ کہہ کر اپنے مقاصد حیات کے لیے محنت کا آغاز کرنے کی ضرورت ہے۔ یقین جانیے پھر وہ آپ ہی ہوں گے جو پچھتاوے کے بغیر اطمینان و سکون کی زندگی گزار سکیں گے اور ہنس کر موت کو گلے لگانے کے لیے تیار ہوں گے۔

میں نے دیکھا ہے کہ زندگی میں ہارے ہوئے، ناکام لوگ اپنے ارادوں میں بہت کمزور ہوتے ہیں۔ وہ اپنی عادات، اپنے عزائم اور فیصلوں میں مستقل مزاج نہیں ہوتے۔ آپ کو ان سب میں آج کا کام کل پر ڈالنے کی عادت مشترک ملے گی۔ کل بھی ان کا کل کبھی آنے کا نام نہیں لیتا۔ آپ ان لوگوں میں خود اعتمادی کی کمی دیکھیں گے۔ کل پر ان کا بھروسہ بہت پختہ مگر تاخیر کا شکار ہوگا۔ کیونکہ وہ یہ تو سوچتے ہیں وہ کل کچھ کریں گے مگر کیا کریں گے اس سوچنے کے عمل کو بھی وہ کل پر ملتوی کر دیتے ہیں۔ یقین جانیے کل کبھی نہیں آتی۔ یہ جو کل کرنے والی سوچ ہے نا، یہ کامیابی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ کل کا مطلب سستی ہے اور سست روی ہماری کامیابی اور ہمارے کامیاب مستقبل کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ اگر آپ آج اپنے عزم میں مضبوط ہوتے ہوئے کچھ نہیں کر پا رہے تو کل جب کہ آپ کے حوصلے میں وہ طاقت نہیں رہے گی تب کیسے کچھ کر پائیں گے؟ یہ کل کا لفظ ایک فریب ہے اور ہم سب جانتے بوجھتے ہوئے بھی اس فریب کا شکار ہیں۔ آپ کبھی قبرستان جائیں اور جا کر دیکھیں، وہاں کتنے ہی ایسے جوان اور بوڑھے دفن ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کے تمام اہم کاموں کا آغاز کل سے کرنا تھا، وہ تمام کے تمام اپنے آنے والے کل کی بھینٹ چڑھ چکے ہو گئے ہیں وہ سب آج اپنے ہی ہاتھوں سے برباد کر دینے والی زندگی کے لیے خدا کے ہاں بھی جواب دہ ہیں اور دنیا میں بھی لوگ انہیں یاد کرنے کے روادار نہیں۔

کیا آپ نے کبھی سوچا کہ دنیا میں کتنے لوگ روزانہ مرتے ہیں؟ اور ان میں سے کتنے ایسے ہوتے ہیں جنہیں یاد رکھا جاتا ہے، جن کے لیے دعائیں کی جاتی ہیں؟ اور کتنے

ایسے ہیں جن کے مرجانے پر لوگ انہیں یوں بھول جاتے ہیں کہ گویا وہ کبھی دنیا میں آئے ہی نہ تھے؟ یہ اعداد و شمار یقیناً آپ کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہوگا۔

ایچ جیکسن براؤن جونیئر نے اس فلسفے کو انتہائی خوبصورتی سے یوں بیان کیا ہے کہ:

"آنے والے وقت کے لیے بہترین تیاری یہ ہے کہ آپ آج اپنی طرف سے کوئی کمی نہ چھوڑیں"۔

یقین جانیے آنے والا زمانہ انہی کا ہے جو ماضی میں کی گئی غلطیوں سے سیکھ کر حال میں محنت کو اپناتے ہیں اور اپنے خوابوں پر یقین رکھتے ہیں ورنہ وقت کا کیا ہے وہ تو گزر ہی جائے گا اور ہم بس بیٹھے دنیا اور آخرت کے خسارے گنتے رہ جائیں گے۔

نتیجہ خوداعتمادی کا

کہا جاتا ہے کہ ماں کی گود انسان کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے۔ انسان بچپن میں سب سے زیادہ سیکھتا ہے۔ بچپن میں والدین کے پڑھائے ہوئے سبق ساری زندگی نہ صرف یاد رہتے ہیں بلکہ ہماری شخصیت پر بھی اثرانداز ہوتے ہیں۔ اگر زندگی کے مقاصد بچپن میں ہی تہہ کر لیے جائیں تو ان کے لیے تگ و دو کرنا آسان ہوتا ہے۔ انہیں حاصل کرنے کی تڑپ آپ میں بچپن سے ہی پروان چڑھنا شروع ہو جاتی ہے اور یہ تڑپ وقت کے ساتھ اتنی مضبوط ہو جاتی ہے کہ آپ کو زندگی کے سفر میں اپنی توجہ مرکوز کیے رکھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ آپ کو زندگی کا مقصد پا کر ہی چین ملتا ہے۔ آپ تھکتے نہیں ہیں، ہار نہیں مانتے، لوگوں کی بے بنیاد باتوں کو دل میں جگہ نہیں دیتے، حوصلہ کمزور نہیں پڑنے دیتے۔

مجھے آج بھی یاد ہے کہ میں اپنے گاؤں کے ایک پرائمری سکول میں پڑھا کرتا تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب سکول میں بچے اپنا پلاسٹک کا گو ساتھ لے کر جاتے تھے ہم سب بچے گو کو زمین پر بچھا کر اس پر بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے اور روزانہ اسے صاف کر کے سکول بیگ میں رکھ کر ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ میں بھی روز سکول سے جب گھر لوٹتا تو بیگ اتارتے ہی سب سے پہلے اپنا گو نکال کر اماں کو دھونے کے لیے دیتا۔ اماں ہمیشہ میری اس عادت کو دیکھ کر مجھے پیار دیتیں اور میرے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑے یقین سے کہا کرتی تھیں کہ پتر تو بڑا آدمی بنے گا۔ اماں یہ بات اکثر کہا کرتی تھیں اور میں اس بات کو ہمیشہ ہی یہ کہہ کر مذاق میں اڑا دیتا کہ اماں بڑا آدمی تو سب نے ہی بن جانا ہے اور یہ کہتے ہوئے میں اماں کے سامنے اشارتاً مونچھوں کو تاؤ دینے والے انداز میں ہاتھ گھما کر ہنس دیتا۔

گاؤں میں رواج تھا کہ لوگ گھر کی چھتوں اور کھلے صحنوں میں چارپائیاں بچھا کر سویا

کرتے تھے۔ گرمی کے دنوں میں سب کو پنکھے کے سامنے کی چارپائی مل جانے پر گویا دنیا کی سب سے بڑی خوشی مل جاتی تھی۔ میں بھی گھر کے صحن میں بچھی چارپائیوں کو دیکھ، اکثر اسی ضد میں رہتا کہ مجھے پنکھے کے سامنے کی چارپائی پر سونا ہے۔ رات کو اکثر میں چارپائی پر لیٹے آسمان کو دیکھتا رہتا۔ مجھے آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے بہت دلکش لگتے تھے۔ ایک رات یونہی لیٹے میں آسمان پر چمکتے چاند اور ستاروں کو دیکھنے میں مگن تھا کہ اچانک اماں کے کھانسنے کی آواز آئی۔ میں فوراً اٹھ کر بیٹھا، اماں کی خیریت دریافت کی اور پھر ان سے پوچھنے لگا کہ میں بڑا انسان کب بنوں گا؟ اماں بہت پیار اور توجہ سے مجھے سن رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتیں میں نے اگلا سوال جو کہ میرے دل میں تھا وہ بھی پوچھ ڈالا کہ اماں آخر بڑا انسان کیسا ہوتا ہے؟

اماں اپنے لہجے میں گرمی مٹھاس لیے بتانے لگیں کہ پتر بڑا انسان ستارے جیسا ہوتا ہے، چمکتا ہوا ستارہ، وہ روشن ہوتا ہے اپنے لیے اور دنیا کے لیے۔ وہ محبت کرنے والا ہوتا ہے، محنت کرتا ہے اور اس سب سے دنیا کو روشن کرتا ہے۔ اماں کی باتوں سے یقین، مجھ پر یقین چھلکتا دکھائی دے رہا تھا۔ ان کے لہجے میں عزم تھا، خواب تھا، بھروسہ تھا۔ وہ اسی عزم سے مجھے پیار کرتے ہوئے کہنے لگیں کہ:

"پتر تم ستارے ہو، تمہیں چمکنا ہے جہاں میں"۔

اماں کی یہ باتیں میرے دل و دماغ میں رچ بس گئیں۔ اماں نے بچپن میں ہی ایسا پختہ یقین مجھ میں بھر دیا تھا کہ اس یقین کے سہارے میں زندگی کی ہر مشکل کا سامنا کرنے کو تیار تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں ستارہ ہوں، روشن ستارہ، جسے نہ صرف خود چمکنا ہے بلکہ اپنے پیچھے بہت سے لوگوں کو چمکنے کے لیے روشنی دینی ہے۔ اماں کی وہ باتیں زندگی کے ہر مرحلے میں میرا ایسا سہارا تھیں کہ جس نے مجھے ہمت نہیں ہارنے دی، مجھے مشکلات کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہونا سکھایا۔ خود یقینی نے میرے راستے کی تمام رکاوٹوں کو ہرا کر مجھے کامیابی عطا کی۔ یہاں ایک اور بات بتانا چاہوں گا کہ میں نہ تو بہت رئیس گھرانے سے تعلق رکھنے والا بچہ تھا

اور نہ ہی بہت ذہین تھا۔ مجھ میں واحد چیز "خود پر یقین" تھا جو کہ میری اماں کا دیا ہوا تھا۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں میٹرک میں تھا۔ امتحانات ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے رزلٹ کا دن بھی آ گیا۔ میں بائیو سائنس کا طالب علم تھا۔ رزلٹ دیکھا تو ہوش اڑ گئے کیونکہ میں بیالوجی میں فیل ہو چکا تھا۔ اس سے قبل پڑھائی میں بہت اچھا نہ سہی مگر فیل بھی کبھی نہیں ہوا تھا۔ رزلٹ دیکھا، خوف اور شرمندگی کے مارے منہ لٹکائے گھر آ گیا۔ مجھے بے حد شرمندگی تھی کہ ماں باپ کا سامنا کیسے کروں گا۔ گھر آتے ہی ابا جان نے اپنے پاس بلا لیا۔ میری طرف دیکھتے ہوئے بولے کہ ہاں بھئی کیا بنا رزلٹ کا؟ میں جو پہلے ہی شرم سے پانی پانی ہو رہا تھا، ڈرتے ڈرتے بتانے لگا کہ ابا اردو، انگریزی، ریاضی وغیرہ میں تو اچھے نمبروں سے پاس ہو گیا ہوں لیکن بیالوجی میں سپلی آ گئی ہے۔

ابا جی نے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا کہ آخر کیا وجہ تھی کہ بیالوجی میں فیل ہو گئے؟ میں ابا کو فوراً کسی مجرم کی طرح اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے بتانے لگا کہ ابا امتحان والے دن میری طبیعت خراب تھی اور یہ کہ میں بیالوجی کے لیے ٹیوشن نہیں رکھ سکا اس لیے فیل ہو گیا۔

ابا نے میری بات سنی اور پھر مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولے کہ پتر میری بات دھیان سے سن، اگر فیل ہو گیا ہے تو کوئی بات نہیں، ناکامی یہ نہیں کہ تو فیل ہوا ہے محنت کر دوبارہ پرچہ دے، پاس ہو جائے گا۔ ناکامی تو یہ ہے کہ تم اپنی ناکامی پر بہانے تلاش کر رہے ہو۔

ناکام وہ نہیں جو فیل ہو جائے ناکام وہ ہے جو اس فیل ہونے پر بہانے گھڑنے لگے۔ ناکام لوگ اپنی ناکامی پر ہمیشہ تاویلیں دیتے رہتے ہیں۔ کوئی مقدر کو قصوروار ٹھہراتا ہے تو کوئی حالات پر سارا الزام ڈال دیتا ہے۔ یہی وجہ ہوتی ہے کہ پھر یہ لوگ ناکامی کے آگے ہتھیار ڈال کر بیٹھ جاتے ہیں اور زندگی سے شکوے شکایتیں کرتے نظر آتے ہیں۔

اس کے برعکس وہ لوگ جو کامیاب ہونے کی تڑپ لیے ہوتے ہیں وہ اپنی غلطیوں کو تسلیم کرتے ہیں، ان سے سیکھتے ہیں اور آگے بڑھ جاتے ہیں۔ کامیاب لوگ ناکامیوں پر دلائل نہیں ڈھونڈتے، وہ انہیں قبول کرتے ہوئے خود کو بہتر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔!

جی کا اک اک جملہ میرے دماغ میں کسی تحریر کی مانند لکھا گیا تھا۔ ابا کی یہ بات کہ ناکامی کا اعتراف کرو اور پھر سے محنت کرو مجھے کامیابی کا راز سمجھا گئی تھی۔ یہی وہ راز کی بات تھی جس نے مجھے زندگی میں ناکامیوں کو قبول کرنا سکھایا اور اسی راستے پر چلتے ہوئے میں اس قابل بنا کہ آج الحمد للہ پی۔ ایچ۔ ڈی (PhD) کے لیے کوشاں ہوں

میرے اس یقین اور خود اعتمادی نے زندگی میں ہمیشہ میرا ساتھ دیا۔ مجھے ہمت دی، آگے بڑھنے کا حوصلہ دیا۔ مجھے یاد ہے وہ وقت بھی کہ جب میں گریجویشن کے لیے سارا سارا دن یونیورسٹیوں میں مارا مارا پھرتا تھا، یونیورسٹی کا ایک پراسپکٹس 500 روپے کا ہوتا تھا، میں جیسے تیسے کر کے پراسپکٹس لیتا اور تعلیمی اخراجات کا اندازہ لگاتے لگاتے گھر پہنچ جاتا۔ میرے پاس ان اخراجات کو پورا کرنے کے لیے کوئی ذریعہ موجود نہیں تھا۔ اسی پریشانی میں میرا ایک تعلیمی سال ضائع ہو گیا۔ کسی نے مجھے تعلیم چھوڑنے کا مشورہ دیا تو کوئی یہ کہتا کہ اس تعلیم میں کیا رکھا ہے کرنی تو نوکری ہی ہے۔ یہی وہ وقت تھا جب میں نے خود کو مضبوط کیا۔ ان لوگوں کی باتوں پہ نہ تو کان دھرے اور نہ حالات سے سمجھوتہ کیا۔ اس وقت میں نے خود سے عہد کیا کہ میں دن رات محنت کروں گا لیکن تعلیم نہیں چھوڑوں گا۔ میں نے ایک مقامی پارک میں کام کرنا شروع کر دیا اور داخلے کھلتے ہی ایڈمیشن لے لیا۔ اب میں دن میں کام کرتا اور رات کو پڑھتا۔ اس مشکل وقت میں میرا خود پر یقین میرا ہاتھ تھامے مجھے کامیاب مستقبل کی نوید سناتا جس سے میری ہمت اور میرا حوصلہ مزید بڑھ جاتا۔ میں زندگی میں کئی بار گرا، کئی بار ناکام ہوا مگر مجھے اپنے والدین کا سکھایا ہوا سبق اپنی ہر غلطی کو تسلیم کرنے کا حوصلہ دیتا رہا، آگے بڑھنا سکھاتا رہا۔ میں نے کئی بار ناکامیوں کا سامنا کیا پر ہر بار حالات کی بجائے خود کو ذمہ دار ٹھہرایا، اپنی کمزوریوں پر قابو پایا اور مزید لگن اور دل جمعی سے دوبارہ محنت کرتا رہا۔

کامیاب لوگ ناکامیوں کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کیا کرتے۔ انہیں بس ہر حال میں آگے بڑھتے رہنا ہوتا ہے۔ زندگی کا یہ راز، یہ فلسفہ جو پا گیا اسے کامیاب ہونے سے کوئی نہیں روک سکا۔

باادب بامراد، بے ادب بے مراد

''سفید بالوں والے (بوڑھے)، عالم، حافظ، عادل بادشاہ اور استاد کی عزت کرنا، تعظیم خداوندی میں شامل ہے۔'' (حدیث قدسی)

ادب و آداب کسی بھی قوم کے بنیادی قواعد اور ضابطہ اخلاق کی ترجمانی کرتے ہیں۔ تاریخ انسانی پر غور کیا جائے تو اندازہ ہو گا کہ انسانی اخلاقیات اور رویوں کو بہترین انداز میں پیش کرنے اور ان پر عمل کا سہرا اسلامی تعلیمات کو ہی جاتا ہے۔ دنیا میں موجود اقوام نے آج اپنے ہاں جو بھی اخلاقی اقدار کو اپنا رکھا ہے وہ کہیں نہ کہیں اسلام کی سکھائی ہوئی ہیں۔ یہ دین اسلام جا بجا بڑوں، چھوٹوں، اپنوں، پرائیوں، جانوروں، درختوں، غرض یہ کہ دنیا میں موجود ہر جاندار کے ساتھ بہترین اخلاق و اوصاف اپنانے کی ترغیب دیتا ہے۔ بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو کوئی بھی ایسا انسان جو ادب و آداب اور اخلاق کے بنیادی اصولوں سے دور ہو وہ نہ تو اس دنیا میں کوئی مقام بنا پاتا ہے اور نہ ہی اگلے جہاں میں اس کی عزت کی امید کی جا سکتی ہے۔

ادب و آداب کا ذکر ہو تو بڑے، چھوٹے، اپنے، پرائے، جانور، پھل اور پھول بوٹے غرض یہ کہ تمام کے تمام ہی انسان کے ادب و آداب کے حقدار ہوتے ہیں مگر ان میں اولین ترجیح ہمارے والدین اور خونی رشتہ داروں کو حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں بارہا والدین کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

> ترجمہ: اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ بہتر سلوک کرو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہو، اور نہ ہی جھڑکو، اور ان سے احترام سے بات کرو

اوران پر رحم کرتے ہوئے انکساری سے ان کے سامنے جھک کر رہو۔
اوران کے حق میں دعا کیا کرو کہ اے میرے رب! ان پر رحم فرما
جیسا کہ انہوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔

[سورۃ بنی اسرائیل: آیت 23,24]

میری والدہ نے بچپن سے ہی مجھے یہ بات ذہن نشین کروادی تھی کہ اللہ تبارک تعالیٰ جب بھی کسی انسان سے خوش ہوتا ہے تو اسے وصفِ ادب عطا کر دیتا ہے۔ مجھے آج بھی وہ دن یاد ہے جب سکول سے گرمی کی چھٹیوں کے دوران میں اپنی والدہ کے ہمراہ اپنی نانی اماں کے گھر کچھ دن گزارنے گیا تھا۔ نانی اماں کے ساتھ کسی بات پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے میں نے بنا سوچے سمجھے کچھ غیر مناسب الفاظ ادا کر دیے۔ میری والدہ جو کہ یہ سب دیکھ رہی تھیں مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہنے لگیں کہ علی بیٹا، اللہ پاک آپ سے ناراض ہو چکے ہیں کیونکہ وہ بے ادب لوگوں کو پسند نہیں کرتے اور مجھے افسوس ہے کہ آپ بھی انہیں بے ادبوں میں شمار ہو گئے ہو۔ اماں کے یہ الفاظ مجھ پر بجلی بن کر گرے تھے۔ اماں خاموش تھیں، نانی اماں ناراض تھیں، اور اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے ناراض تھے۔ یہ سوچ مجھے سخت بے چین کر رہی تھی کہ میرا شمار بے ادب لوگوں میں ہوتا ہے۔ میں اس رات خوب رویا، اللہ سے معافی مانگی، نانی اماں کو منایا اور اماں کو جا کر گلے لگایا۔ سب سے معافی مانگ کر دل کو کچھ تسلی تو ملی پر آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے تھے۔ میں اماں سے بار بار ایک ہی بات پوچھنے لگا کہ کیا اللہ اب بھی مجھ سے ناراض ہیں؟ اماں نے پیار سے مجھے آغوش میں لیتے ہوئے کہا کہ نہیں، اب اللہ پاک ناراض نہیں ہیں، وہ آپ سے راضی ہو گئے ہیں۔ لیکن ایک کھٹکا، ایک وہم تھا جو مجھے بار بار اماں سے یہی سوال پوچھنے پر مجبور کر دیتا تھا کہ اماں آپ کو کیسے پتا اب اللہ ناراض نہیں ہیں؟ اماں جان نے اس وقت بہت خوبصورتی سے میرے اندیشوں کو دور کرتے ہوئے سمجھایا کہ بیٹا باادب لوگ جھکے ہوئے، انکساری والے ہوتے ہیں، بالکل اس طرح جس طرح پھل دار درخت ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ جنہیں

ہدایت دے وہ بھی جھک جایا کرتے ہیں۔ اماں کی یہ بات اس دن میں نے یوں پلے باندھی کہ آج بھی ہر جگہ، ہر موقع پر جھک جانے کو ترجیح دیتا ہوں۔ میرا سچے دل سے توبہ کر لینا اور سب سے معافی مانگ لینے کا یہ عمل شاید میرے رب کو پسند آگیا تھا اور اس نے مجھے معاف کر کے زندگی میں دوبارہ بے ادب لوگوں میں شمار ہونے سے ہمیشہ کے لیے بچا لیا۔

اگر بات کی جائے کُل انسانیت کی تو یہ وصف اللہ ہمیشہ اپنے بہت عزیز بندوں کو عطا کرتا ہے۔ دنیا کی تاریخ ایسے عظیم لوگوں سے بھری پڑی ہے جنہوں نے خدمت خلق کو اپنایا اور اس عادت نے انہیں کامیابی کے دھانے پر لا کھڑا کیا۔ انسانیت کی خدمت ایسا عمل ہے جو کسی بھی انسان کو نہ صرف دنیا میں بلکہ اگلے جہاں میں بھی ممتاز بنا دیتا ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح یہ ادب ہمارے معاشرے میں ناپید ہو کر رہ گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کامیاب لوگوں کی تعداد بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ میں دنیا بھر میں کامیاب لوگوں کو پڑھنے اور ان سے سیکھنے کی کوشش کرتا ہوں اور حیران کن طور پر یہ دیکھتا ہوں کہ وہ تمام لوگ جنہوں نے دنیا میں کامیابی کے جھنڈے گاڑے وہ اپنی ذاتی زندگی میں بہت جھکے ہوئے انتہائی باادب لوگ رہے ہیں۔ اس کے برعکس آج کے نوجوانوں کو دیکھتا ہوں تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ آئے دن سوشل میڈیا پر ہمارے نوجوانوں کے اپنے بزرگوں، استادوں اور دیگر افراد کے ساتھ ایڈونچر کے نام پر کیے جانے والے انتہائی غیر مہذب اور غیر اخلاقی رویے ہمارے لیے المیہ ہیں۔ بات اتنی آگے بڑھ چکی ہے کہ آج کا استاد اگر شاگرد کو کسی بات پر ڈانٹ ڈپٹ کر دے تو شاگرد استاد پر ہاتھ اٹھانے سے بھی باز نہیں آتا۔ ایک وقت تھا کہ جب والدین اور اساتذہ کی عزت اس قدر ہوا کرتی تھی کہ وہ اگر جھڑکیاں بھی دیتے تو منہ سے آواز تک نہیں نکلتی تھی، ہونٹ تھے کہ ادب میں سل جاتے تھے۔ اور اس کا نتیجہ سکول سے نکلا ہر بچہ اعلیٰ اخلاق اور کردار کا مالک ہوتا تھا۔ زندگی میں کامیابی ان کے قدم چومتی تھی۔

کچھ عرصہ قبل ایک ٹریننگ کے سلسلے میں، میں لاہور میں موجود تھا۔ میزبان کی طرف

سے میری رہائش کا انتظام لاہور کے ایک نامور ہوٹل میں کیا گیا تھا۔ ناشتے کے وقت ریسٹورنٹ پہنچ کر اپنے میزبان کا انتظار کرنے میں مصروف تھا کہ ایک بزرگ کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔ میرے والد صاحب کی عمر کے ایک بزرگ ہاتھ باندھے مجھ سے کھانے کا آرڈر لینے کو کھڑے تھے۔ میری والدہ کا سکھایا ہوا ادب کا سبق مجھے شرم سے پانی پانی کر رہا تھا اور میں سکتے میں بیٹھا بس کچھ نہیں ٹھیک ہے کہہ کر وہاں نکل کھڑا ہوا۔ میرا تعلق ایک عام پاکستانی خاندان سے ہے جس میں گھر کے بزرگوں کی عزت ہر چیز سے مقدم رکھی جاتی تھی بزرگ اگر چارپائی پر بیٹھے ہوں تو ان کے سرہانے کی طرف بیٹھ جانا بے ادبی تصور کیا جاتا تھا۔ اسکے برعکس آپ آج کی نوجوان نسل کو دیکھیں تو زندگی میں لاپرواہی کا شکار ہمارے نوجوان بزرگوں کا احساس کرنا تو دور کی بات ان کو حقیر نظروں سے دیکھنا، ان سے بدتمیزی، اونچی اور مغرور آواز میں کھانے کا آرڈر دینا اور ان سے اپنی خدمت کروانا اپنا حق سمجھتے ہیں۔

ضرورت اس عمل کی ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے اپنے اندر ادب و آداب کے اوصاف پیدا کریں۔ ہمیں اس سوچ کو ترغیب دینے کی ضرورت ہے کہ ہر کامیاب اور عظیم انسان کے پیچھے اس کا بہترین اخلاق اور کردار ہوتا ہے جو اسے دوسروں میں ممتاز اور کامیاب بنا دیتا ہے۔ باادب بانصیب وصف ہے ان لوگوں کا جنہیں دونوں جہانوں میں کامیابیاں ملتی ہیں اور اس کے برعکس بے ادب، بدنصیب ہیں وہ جنہیں نہ یہ دنیا اپناتی ہی اور نہ وہ اگلے جہاں میں خدا کو منہ دکھانے لائق رہتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ بحیثیت قوم ہمیں ادب و آداب سیکھنے اور اپنانے کی ضرورت ہے، یہی ہماری کامیاب زندگی کا راز ہے۔

ادب کا کامیابی کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

"باادب بانصیب" میں ہی انسانی کامیابی کا راز مدفون ہے۔ کامیابی کا اعلیٰ ترین سطح پر باادب لوگوں کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ اگر ہم کامیابی و ناکامی کی اصل وجوہات پر توجہ دیں تو ہمیں علم ہوگا کہ ادب ہی وہ خاصہ ہے جو کسی بھی انسان کو بلندی عطا کرتا ہے تو کسی کو ناکامی

کی پستیوں میں دھکیل دیتا ہے۔

کامیاب لوگ اپنا زیادہ تر وقت دوسروں کے ساتھ بہترین اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان سے سیکھنے میں گزارتے ہیں۔ زندگی کے وہ سبق جو کتابیں کبھی نہ سکھا پائیں، انسان اپنے بڑوں کے ساتھ چند لمحوں کی گفتگو سے سیکھ لیتا ہے اور ایسا ممکن ہی تب ہو پاتا ہے جب انسان ادب کے اعلیٰ معیار کو اپنا کر ہر بڑے چھوٹے سے بہترین تعلقات بنائے رکھے۔ پھل دار درختوں کو جھکنا ہی زیب دیتا ہے۔ اکڑ نا تو بنجر ہونے کی نشانی ہے۔ کامیاب فرد کی کامیابی اسکے اردگرد اسکے متعلقین ہوتے ہیں، کامیاب فرد خوشحال طبیعت کا مالک انکسار پسند شخص ہوتا ہے جو نہ صرف خود کو بلکہ اپنے سے جڑے ہر انسان کو عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ جدوجہد کرتے ہوئے اسے اپنوں کا ساتھ ان کا سہارا ہوتا ہے جو اسے کڑے سے کڑے وقت میں بھی آگے بڑھتے رہنے کا حوصلہ دیے رکھتا ہے۔ اعلیٰ اخلاق اور دوسروں کے لیے مثبت سوچ کے نتائج ناقابل یقین حد تک کامیابی ہوتے ہیں۔

میں دنیا بھر کے لوگوں کی سکسس سٹوریز پڑھنے کا شوق رکھتا ہوں۔ میری کوشش ہوتی ہے کہ میں لوگوں سے اور ان کی عادات سے سیکھوں۔ تبھی مطالعہ کرتے ہوئے اکثر غور کرتا ہوں کہ دنیا کے مختلف حصوں میں موجود انسان جنہیں کامیابی ملی وہ لوگوں کے ادب و احترام میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتا تھا۔ کامیاب لوگ اپنی کامیابی کا مکمل ذمہ دار بھی خود سے منسلک لوگوں، خاص طور پر اپنے والدین اور اساتذہ کو ہی ٹھہراتے ہیں۔ ہم جب ان لوگوں کی کامیابی پڑھتے یا سنتے ہیں تو بعض اوقات یہ جملے بہت رسمی سے معلوم ہوتے ہیں کہ میری تمام تر کامیابی کے پیچھے میرے والدین یا اساتذہ کا ہاتھ ہے جبکہ حقیقتاً یہ بھی ادب کا ایک پہلو ہے۔ کامیاب لوگوں میں "میں" کا عنصر نا ہونے کے برابر ہوتا ہے اور ان کی تمام تر توجہ "ہم" پر ہوتی ہے۔

یاد رکھیے گا کہ شمع کا کام ہے جلنا، وہ جل کر ہی دنیا کو روشنی بخشے گی۔ خود کو جھکا کر دوسروں کو اپنی ذات سے عزت اور محبت دیتے رہنا ہی میرے نزدیک کامیابی ہے۔

سمت کا تعین کرنا

"کامیابی حاصل کرنے کے لیے محض محنت کرنا کافی نہیں بلکہ اپنی منزل کو سامنے رکھتے ہوئے صحیح سمت میں محنت کرنا لازم ہے"۔

ہم انسان کامیابی کے خواب سجاتے اور پھر ان خوابوں کو حقیقت بنانے کے لیے خود پر یقین رکھتے ہوئے خوب محنت کرتے ہیں۔ اکثر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ اس سب کے باوجود انسان کو ناکامی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ دنیا میں کامیاب لوگوں کی تعداد بہت کم ہے جب کہ خود پر یقین رکھتے ہوئے محنت پسند لوگ بہت زیادہ ہیں۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیا چیز ہے یا ایسا کیا خاص عنصر ہے جو کسی کو کامیابی بخشتا ہے تو کہیں کسی کے حصے میں بار بار ناکامیاں آتی ہیں؟ میں آپ سب کو بتاتا چلوں کہ کامیاب لوگوں کی ایک بہت اہم صفت صحیح سمت میں محنت کرنا ہے۔ انسان میں درست سمت کا تعین کر کے اس پر چلنے کا حوصلہ رکھنا کامیابی کے لیے اہم ترین ضرورت ہے۔

اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے جامع منصوبہ بندی کرنا لازم ہے۔ اگر آپ کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو آپ کے پاس آج کل اور آنے والے ہر دن کے لیے بہترین منصوبہ ہونی چاہیے۔ آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ آپ کو آج کیا کرنا ہے۔ کل کے لیے آپ کی کیا مصروفیات ہوں گی، اسکے بعد آنے والا ہر دن، ہر گھنٹہ، ہر منٹ آپ نے کہاں کہاں گزارنا ہے۔ آپ کا مقصد واضح ہونا چاہیے۔ آپ کو اپنی منزل کا پتا ہونا چاہیے۔ آپ کے پاس اپنی منزل تک کی سمت واضح ہونی چاہیے۔ کامیابی درحقیقت حصول مقصد کا ہی نام ہے۔

مجھے ملک کی مختلف یونیورسٹیز میں اکثر و بیشتر بحیثیت مہمان سپیکر بلایا جاتا ہے۔ میں طلباء سے عموماً سوال کرتا ہوں کہ آپ سب کامیاب تو ہونا چاہتے ہیں پر آپ کے لیے کامیابی کیا ہے؟ آپ کی کامیابی کی تعریف کیا ہے؟ آپ خود کو کہاں دیکھنا چاہتے ہیں؟ دس

سال بعد کہاں دیکھتے ہیں؟ اور آپ کی آنے والے دنوں کے لیے منصوبہ بندی کیا ہے؟ مجھے یہ دیکھ کر انتہائی افسوس ہوتا ہے کہ ہماری نوجوان نسل کے پاس آج اپنے لیے اور اپنے مستقبل کے لیے پلاننگ کے نام پر کچھ خاص نہیں ہے، کوئی منصوبہ بندی نہیں ہے۔ مجھے ان سوالات کے جواب میں ہمیشہ خاموشی کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو کہ واقعتاً بہت تکلیف دہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے نوجوانوں کے پاس الفاظ کی کمی، خود آشنائی کی کمی کی وجہ سے ہے۔ وہ ساری عمر خود کو اور اپنی صلاحیتوں کو جان ہی نہیں پاتے۔ وہ کھوج ہی نہیں لگا پاتے کہ ان کا دنیا میں آنے کا کیا مقصد ہے، ان کی دلچسپیاں کیا ہیں اور ان کی منزل کیا ہے۔ میں نوجوانوں کی اس غفلت کا ذمہ دار ان کی اپنی ذات کے علاوہ معاشرے کو بھی سمجھتا ہوں۔ ہمارے ہاں اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ بچوں کی زندگی کے تمام اہم فیصلے دوسرے کرتے ہیں۔ جہاں کہیں خاندان کے چند افراد اکٹھے ہوں وہاں سرکاری نوکری اور شادی کے فوائد سنانے کے علاوہ کوئی اور ذکر گناہ کبیرہ تصور کیا جاتا ہے۔ بچپن سے ہی بچوں کے ذہن میں یہ بات ڈال دی جاتی ہے کہ انہیں بڑے ہو کر نوکری کرنی ہے اور گھر کے اخراجات اٹھانے ہیں۔ بچوں کو اس چیز کی گنجائش ہی نہیں دی جاتی کہ وہ خود سے کچھ سوچ کر فیصلہ کر سکیں۔ بہت ہمت و جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اگر کوئی اپنے لیے کامیاب زندگی کا کوئی فیصلہ لے لے تو اسے پے در پے طنز و تشنیع اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور پھر ایک وقت آتا ہے جب انسان حالات سے ہار مان کر دوسروں کے فیصلے کو قسمت کا لکھا مان کر خواب دیکھنا ترک کر دیتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ انسان کو راہنمائی ضرور لینی چاہیے اور یہ کامیابی کے لیے ضروری بھی ہے مگر اپنے مستقبل کی ڈور خدا کے سوا کسی بھی اور کے ہاتھ میں تھما دینا سراسر بے وقوفی ہے۔ آپ کو خدا نے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت عطا کی ہے تو اب یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ اپنی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے اپنے لیے مقصد حیات تیار کریں۔ اپنے لیے صحیح سمت کا تعین کرنا، اپنے آپ کو جان کر، پہچان کر خود میں کامیابی کی تڑپ پیدا کرنا آپ کی ذاتی

ذمہ داری ہے۔ کامیابی کا راستہ بلندی کا راستہ ہے۔ یہ انتہائی کٹھن بھی ہے اور دشوار بھی۔ اس راستے میں منزل انہی کو نصیب ہوتی ہے جو خود میں تڑپ زندہ رکھتے ہیں۔

جب تک آپ کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ آپ نے جانا کہاں ہے یا ذہن میں منزل اور سمت کا تعین نہ کیا گیا ہو تو انسان بھٹکتا رہتا ہے اور اس کی ساری محنت رائیگاں جاتی ہے۔ زندگی میں سمت ضروری ہے۔ سمت کا تعین کرنا ضروری ہے۔ ایک عام انسان جو محنت اور کام کر کے سادہ سی زندگی گزار رہا ہوتا ہے اتنی ہی محنت اور کام مثبت انداز اور صحیح سمت میں کرتے ہوئے کامیاب لوگ اپنے مقاصد کو حاصل کر لیتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں اکثر لوگ اپنی توانائی ٹیلی ویژن دیکھنے، کھیلوں میں مگن، دوسروں کو محنت کرتے کامیاب ہوتے دیکھ کر کڑھنے میں گزار دیتے ہیں۔ ایسے لوگ مقصد حیات اور مثبت سمت کی کمی کی بدولت وقت کے ساتھ ساتھ منفی سوچ کا شکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ناکامی ایسے لوگوں کا ہی مقدر ٹھہرتی ہے۔

کامیاب افراد اپنی صلاحیتوں کے کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے مقاصد اور سمت کا تعین کرتے ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ ان کی زندگی، ان کا وقت، ہر ہر لمحہ اور ان کے خواب و مقاصد کتنے اہم ہیں۔ کامیاب لوگوں کی زندگی کا ہر عمل منصوبہ بندی کے تحت ہوتا ہے۔ میں اکثر کہتا ہوں کہ زندگی کے ہر معاملے کو اپنے پاس لکھ لیں اور اسے اپنے سامنے، اپنی نظروں کے سامنے رکھیں، یہ آپ میں مسلسل بہتری پیدا کرنے کے لیے کارگر ثابت ہوگا۔ مقصد حیات چنیں، منصوبہ بندی کریں، سمت کا تعین کریں اور پھر آج سے، ابھی سے عمل شروع کر دیں۔

یہاں میں ایک اور نکتہ آپ سب کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ کامیابی کے اس سفر میں، اپنے مقاصد اور سمت طے کرتے ہوئے معاشرے میں پے بیک pay back کے مقصد کو ضرور شامل کریں۔ مثال کے طور پر اگر آپ کا مقصد ڈاکٹر بننا ہے تو خود سے یہ وعدہ کر لیجیے کہ ڈاکٹر بن جانے کے بعد معاشرے میں موجود غریب و یتیم لوگوں کو مفت علاج فراہم کریں گے۔ معاشرے کی، اس ملک کی ترقی میں اپنا کردار ادا کریں۔ دوسروں کے

کام آنا، اپنی ذات سے انہیں فائدہ پہنچانا ہی اصل کامیابی ہے۔ آپ دنیا میں آئے، اپنی خواہشات پوری کر کے اس دنیا سے چلے گئے، کسی کے لیے سہولت کی نہ کسی کو اپنی ذات سے کوئی فائدہ پہنچایا تو حقیقتاً آپ نے کامیاب زندگی نہیں گزاری۔ معاشرے میں مثبت طور پر اثر انداز ہونا کامیابی ہے۔ اگر آج آپ خدا کی مخلوق کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کا عزم کرتے ہیں تو یقین کیجیے خدا آپ کے لیے آپ کے مقاصد کے حصول میں بے شمار آسانیاں پیدا کر دیگا۔

دوسروں سے راہنمائی لیجیے لیکن اپنی کامیابی کا فیصلہ اپنے لیے سمت کا تعین اور خود میں کامیابی کی تڑپ آپ نے خود پیدا کرنی ہے۔ اپنے لیے فیصلہ خود لینا ہے۔ پھر ہی آپ ذہن و قلب کی مکمل ہم آہنگی کے ساتھ کامیابی حاصل کر سکیں گے۔

ہماری زندگی کے BTS ٹاورز

میں نے زندگی میں اپنے دوست بہت سوچ سمجھ کر بنائے۔ میرے دوست میرے لیے درس گاہ کی مانند رہے ہیں۔ میں ہمیشہ اپنے دوستوں کی بہترین عادات کو اپنانے کی کوشش کرتا ہوں۔ زندگی کے ہر دن کو میں نے اپنے لیے ایک عظیم موقع جانتے ہوئے اس میں زیادہ سے زیادہ، بہتر سے بہتر سیکھنے کی کوشش کی ہے۔ میں زندگی کی مشکلات میں اپنے دوستوں سمیت ان تمام لوگوں کی عادات کو پرکھتا جو زندگی میں کامیاب ہوئے۔ میں مشاہدہ کیا کرتا ہوں کہ میرے دوستوں کی اپنی زندگی میں اپنائی گئی وہ کون سی عادات اور ایسے اصول ہیں جو انہیں کامیابی کی سیڑھیوں پر چڑھاتے چلے گئے اور کن عادات نے انہیں نقصان پہنچایا۔ میں علاوہ ازیں کامیابی کے تمام اصول اپنانے کی کوشش کرتا اور وہ تمام عادات جو میرے اور میری کامیاب زندگی کے درمیان رکاوٹ ہیں انہیں کاغذ پر لکھتا رہتا۔ کچھ عرصہ پہلے تک میں نے اپنے کمرے میں ایک چارٹ پیپر لگا رکھا تھا جس پر وہ تمام اچھی اور بری عادات اور اصول درج تھیں۔

میں پاکستان اور پاکستان سے باہر کئی ممالک کا سفر کر چکا ہوں، کئی طرح کے لوگوں سے مل چکا ہوں، بہت سے لوگوں کو پڑھا، ان کی کامیابیوں کو پڑھا، میں نے اس سب سے سیکھا کہ دنیا میں کہیں بھی کوئی بھی انسان جو کامیاب ہے وہ بہانے باز نہیں ہے۔ آپ کو کوئی بھی کامیاب انسان چاہے وہ دنیا کے کسی بھی حصے سے تعلق رکھنے والا ہو، اپنی ناکامیوں کے لیے بہانے بناتا نہیں دکھے گا۔

میں نے زندگی سے اور کامیاب لوگوں کو دیکھ کر سیکھا کہ یہ جو کامیاب لوگ ہیں ناں، یہ جو بڑے لوگ ہیں ان کے دل بھی بڑے ہوتے ہیں۔ یہ بڑے لوگ اپنی غلطیوں کو مان لیتے ہیں انہیں کھلے دل سے تسلیم کر لیتے ہیں۔ یہ اپنی ناکامیوں پر بہانے نہیں گھڑتے۔ یہ

خود کو ناکامی کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔

آپ غور کیجیے، آپ کے سکول میں، کالج میں، یونیورسٹی میں، دفتر میں غرض یہ کہ زندگی کے ہر شعبے میں آپ کسی بھی ناکام انسان کو دیکھیں گے تو وہ آپ کو قسمت، اپنے حالات اور وسائل کی کمی کے رونے روتا نظر آئے گا۔ ایسا شخص کبھی اپنی غلطی تسلیم نہیں کرے گا بلکہ یوں کہتا ہوا ملے گا کہ اگر میرے ساتھ فلاں معاملہ نہ پیش آتا، میرے حالات اچھے ہوتے یا میرے پاس وسائل ہوتے تو میں بھی کامیاب ہوتا۔ یقین کیجیے ان لوگوں کو آپ سب کچھ آئیڈیل بھی دے دیں یہ تب بھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ ان کی خود کو کامل سمجھنے کی غلطیاں تسلیم نہ کرنے کی عادت زندگی میں آگے بڑھنے اور سیکھنے سے روکے رکھتی ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے خود کو مطمئن کرنے کے لیے بہانے تو بے شمار ہوتے ہیں لیکن اپنے آپ کو ذمہ دار ٹھہرانے کا حوصلہ نہیں ہوتا۔

میرا ماننا ہے کہ دل بڑا کر لینے اور غلطیوں کو تسلیم کر لینے کے بعد زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے ہر انسان کو مسلسل حوصلہ افزائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ میرا ماننا ہے کہ ہم انسانوں کو زندگی میں بڑھتے رہنے کے لیے مسلسل موٹیویشن کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر انسان کامیاب زندگی کی جدوجہد میں اپنے سورس آف موٹیویشن (Source of Motivation) سے بہت سی ہمت اور حوصلہ لیتا ہے۔ یہ موٹیویشن انسان کی رکی ہوئی، بے معنی زندگی میں کسی ٹرننگ پوائنٹ کی طرح اثر انداز ہوتی ہے اور آپ کی زندگی کو یکسر بدل کر رکھ دیتی ہے۔

میں نے زندگی میں بے شمار کامیاب لوگوں کو پڑھا اور سنا ہے۔ آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ آج کامیابی کے جھنڈے گاڑے کھڑے یہ لوگ اپنی زندگیوں میں اس وقت سے بھی گزرے ہیں جہاں یہ سب مایوسی اور ناکامیوں کا شکار تھے۔ یہ سب بڑے لوگ زندگی میں بھی کبھی کسی نہ کسی مقام پر ہماری ہی طرح حالات سے سمجھوتہ کرنے کا سوچا کرتے تھے۔ ان کی زندگیاں بھی کسی نہ کسی مقام پر رکی ہوئی تھیں مگر پھر جیسے ان سب کو روشنی مل گئی۔ ان سب میں کامیاب زندگی کی جستجو پیدا ہوئی۔ یہ لوگ خواب دیکھنے اور انہیں

پورا کرنے کی فکر کرنے لگے۔ ان تمام کامیاب لوگوں کی زندگی کو کامیابی کی طرف کسی نے دھکا لگا دیا، اور یہ دھکیلنے والا اور کوئی نہیں بلکہ ان سب کی اپنی اپنی موٹیویشن تھی۔ ان سب کے موٹیویشن حاصل کرنے کے وہ ذرائع تھے جن کی بدولت انہوں نے خود کو تراشا اور پھر کامیاب زندگی کے حقدار ٹھہرے۔

میں نے سیکھا کہ ہمیں زندگی کی اس مسلسل جدوجہد میں موٹیویشن کی بہت ضرورت پڑتی ہے۔ آپ جب مایوس ہونے لگیں تو کوئی ہو جو آپ کو ہمت دے، دلاسہ دے کر آگے بڑھنے اور کامیابی کو حاصل کرنے کے خواب دکھائے۔ اکثر لوگوں کے لیے موٹیویشن کا ذریعہ ان کے والدین ہوتے ہیں اور بہت سے لوگ یہ موٹیویشن اپنے پسندیدہ مصنفین (Writers) سے حاصل کرتے ہیں جن میں اشفاق احمد صاحب، بانو قدسیہ صاحبہ اور قاسم علی شاہ صاحب جیسے نام شامل ہیں جو کہ آج کی نوجوان نسل میں بہت نمایاں ہیں۔ کچھ لوگ موٹیویشن کے لیے کامیاب لوگوں کی (Success Stories) پر بنائی گئی وڈیوز دیکھتے ہیں۔ غرض یہ کہ آج کے دور میں آپ کے پاس موٹیویشن حاصل کرنے کے بے شمار وسائل ہیں۔ ہر کامیاب انسان نے اپنے لیے جس طرح موٹیویشن کے ذرائع اپنائے، ہم بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم اگر کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی زندگی سے موٹیویشن کو کبھی ختم نہیں ہونے دینا چاہیے۔

میں ہائی ایمز کالج میں بی۔کام کا طالب علم تھا۔ روز گھر سے آنے جانے کے لیے پبلک ٹرانسپورٹ استعمال کرتا تھا۔ مجھے اکثر بس کے انتظار میں کافی دیر بس سٹاپ پر کھڑے رہنا پڑتا تھا۔ ایک دن یونہی میں گھر کے پاس بس سٹاپ پر کھڑا بس کا انتظار کر رہا تھا کہ میرے ایک انتہائی قابل ترین استاد محمد عامر صاحب، جو کہ ہمیں بزنس کمیونیکیشن پڑھاتے تھے، اپنی گاڑی میں پاس سے گزرے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر گاڑی روکی اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ان کے ساتھ کالج تک آتے ہوئے ہمارے درمیان سیلولر کمپنیوں کے ٹاورز کو لے کر گفتگو شروع ہو گئی کہ یہ کمپنیاں جہاں بھی کوئی ٹاور لگاتی ہیں وہاں انہیں اس زمین کے مالک کو لاکھوں روپے کرائے کی مد میں دینے ہوتے ہیں۔ میں نے سر سے سوال

کیا کہ کیا ان ٹاورز کی وجہ سے ہمارے فون کے سگنل آتے ہیں؟ تو عامر صاحب بولے کہ یہ BTS ٹاورز ایسے بوسٹر ہوتے ہیں جو سگنلز کو بوسٹ کرتے ہیں اور انہیں مضبوط بنا کر آگے بھیجنے کے کام آتے ہیں جہاں یہ دوسرے بوسٹرز کے ساتھ کنکٹ (Connect) کر دیتے ہیں اور یوں سگنلز بنا کمزور پڑے ہزاروں میل کا سفر طے کر لیتے ہیں۔

مجھے استاد محترم عامر صاحب کی اس بات نے گہری سوچ میں ڈال دیا۔ مجھ پہ یہ واضح ہوا کہ یہ BTS ٹاورز اور ہماری زندگی میں موٹیویشن کے ذرائع دونوں ایک جیسے ہیں۔ ہم انسانوں کو بھی زندگی میں ہمیشہ ایسے ہی بوسٹرز کی ضرورت رہتی ہے۔ جب ہم خود کو کمزور سمجھ رہے ہوتے ہیں تب یہی موٹیویشن بوسٹرز ہمیں بوسٹ کر کے آگے بڑھنے کا حوصلہ دیتے ہیں۔ اگر یہ بوسٹرز ہماری زندگی میں نہ ہوں تو ہم، ہمارے خواب، ہمارے مقاصد سب کے سب کمزور پڑ کر اپنی موت آپ مر جاتے ہیں اور ہم کامیاب زندگی کے حصول میں ناکام ہو جاتے ہیں۔

میں آپ کی توجہ ایک ایسے علاقے کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں جس کا سفر کرتے ہوئے آپ نے یہ محسوس کیا ہو کہ آہستہ آہستہ اس علاقے تک پہنچتے ہوئے آپ کے موبائل فون کے سگنلز کم ہوتے گئے اور ایک وقت آیا کہ تمام سگنلز ختم ہو گئے۔ سگنلز کے ختم ہو جانے کی وجہ علاقے میں BTS ٹاورز کی غیر موجودگی ہے۔ ہماری زندگی میں موٹیویشن کو بھی یہی اہمیت حاصل ہے۔ موٹیویشن ہماری زندگی میں وہ مضبوط سگنلز کی مانند ہے جو اگر مسلسل ہمیں نہ ملے تو ہمارے خواب اور مقصد آہستہ آہستہ کمزور ہو کر ہماری زندگی سے نکل جاتے ہیں اور پھر ہم ناکامیوں کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔

ہمیں اپنی زندگیوں میں موٹیویشن اور ان بوسٹرز کو ڈھونڈنے کی کوشش کرنی چاہیے جو ہمیں مسلسل مضبوط بناتے ہوئے ہمارے حوصلے کو بلند کریں۔ ہم گرنے لگیں تو یہ ہمیں اٹھا کھڑے ہونے اور آگے بڑھنے کی طاقت دیں۔ والدین، کوئی خاص رشتہ دار، کوئی دوست، کوئی وڈیو، یا کوئی کتاب آپ کے لیے موٹیویشن ہو سکتی ہے۔ بس آپ کو اسے تلاش کرنا ہے اور وہ آپ کو ہر دن مضبوط بناتے ہوئے آپ کے مقصد کے قریب کرتی چلی جائے گی۔

مجھے یاد ہے کہ گریجویشن کے بعد میں کاروبار اور ایسی ہی کچھ متعدد سرگرمیوں میں مصروف ہو گیا اور یہ فیصلہ بھی کر بیٹھا کہ موجودہ سال مصروفیت کی وجہ سے مزید تعلیمی ڈگری "ماسٹرز" کے لیے داخلہ نہیں لوں گا۔ ماسٹرز کا کیا ہے اگلے سال ہو جائے گا۔ میں یہ سوچ کر خود کو مطمئن کرنے میں مصروف تھا کہ اک دن میرے بہت ہی اچھے دوست، اور قابل استاد ڈاکٹر نوید الحسن صاحب مجھ سے ملنے میرے گھر آ گئے۔ رات کو کھانے پر باتوں ہی باتوں میں انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ علی آپ کا ماسٹرز کہاں تک پہنچا؟ یہ سوال میرے لیے کافی غیر متوقع تھا جس کی وجہ سے میں ایک لمحے کے لیے ٹھٹھک کر رہ گیا۔ خیر بہت ہمت کرتے ہوئے میں نے انہیں موجودہ سال پڑھائی ترک کرنے کے ارادے کے بارے میں بتایا جس پر انہوں نے مجھ سے میرے اس احمقانہ فیصلے کی کوئی معقول وجہ پوچھی۔ میں نے گن کر ان کے سامنے 5 وجوہات رکھ دیں اور خود کو دل ہی دل میں داد دینے لگا۔ انہوں نے میری تمام تر وجوہات کو اک لمحے میں رد کرتے ہوئے انتہائی شفیق انداز میں دلائل کے ساتھ کچھ یوں سمجھایا کہ میں اگلے ہی روز داخلے کے لیے یونیورسٹی پہنچ گیا۔ مجھے اس دن اپنے استاد سے کی گئی وہ BTS ٹاورز والی گفتگو حرف بہ حرف یاد آئی۔ نوید الحسن بھائی میرے لیے وہ بوسٹر بنے جنہوں نے مجھے ہمت دی مجھ میں عزم پیدا کیا کہ میں یہ کر سکتا ہوں۔ پڑھائی کام کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے جیسے کہ میں پہلے بھی کرتا آیا تھا۔

میں اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے زندگی میں ہمیشہ بہت اچھے اور قابل لوگوں سے ملوایا جنہوں نہ صرف میری ہمت بڑھائی، مجھے موٹیویٹ کیا بلکہ میرے لیے مثال بنے اور جن سے میں نے ہمیشہ بہت کچھ سیکھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مجھے تھکنے نہیں دیتے، گرنے نہیں دیتے۔ یہ وہ ہیں جو ہمیشہ "علی تم کر لو گے تم کر سکتے ہو" کہہ کر مجھے آگے بڑھنے کی طاقت دیتے ہیں۔ جیسے BTS ٹاور سگنل کو سٹرینتھ (Strength) دیتا ہے ایسے ہی یہ لوگ مجھے ہمت اور طاقت دیتے ہیں الحمد للہ!

کامیاب زندگی میں مثبت سوچ، ماحول اور صحبت کی اہمیت

نپولین ہل کہتا ہے کہ:

"دنیا میں اتنا خزانہ زمین میں سے نہیں نکالا گیا جتنا کہ انسان نے اپنے ذہن، خیالات، تصورات اور سوچ کے سمندر سے حاصل کیا ہے"۔

حقیقت ہے کہ ہر انسان ذاتی طور پر کچھ ذہنی اور تصوراتی حدود رکھتا ہے۔ ایک عام انسان خود کو ان حدود کا پابند مان لیتا ہے جب کہ ہر کامیاب انسان اس کوشش میں رہتا ہے کہ وہ اپنی حد سے بڑھ کر کچھ نیا، کچھ بڑا سوچے اور پھر اس پر عمل کرنے کے لیے کوئی منصوبہ بندی کرے۔ ہم سب مانتے ہیں کہ خود کو چیلنج کرنا انسان کو کامیابی کی طرف بڑھاتا ہے مگر کامیاب لوگ اس حقیقت کو صرف مانتے ہی نہیں اس پر عمل کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ خود کو بدلنے کا اور بہتر سے بہترین بنانے کا یہ عمل بظاہر تو بہت مشکل ہے مگر اس کوشش میں انسان اپنی عادتوں، ماحول اور سوچ کو بدل کر بہت کچھ سیکھتے ہوئے مطمئن دل کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔

ماحول اور عادتوں کو بدلنے سے کیا مراد ہے؟

کامیاب انسان کامیابی کی طرف بڑھتے ہوئے اپنے ماحول، عادات اور سوچ کو وسیع کر لیتا ہے۔ وہ کامیابی حاصل کرنے سے پہلے کامیاب لوگوں کی طرح سوچنا شروع کرتا ہے، اپنے ماحول کو کامیاب افراد کی طرز پر بدلنے کی کوشش کرتا ہے، اپنے منفی رویوں کو مثبت رویوں میں بدلتے ہوئے اپنی ہر بری عادت کو ایک ایک کر کے چھوڑتا جاتا ہے اور [illegible] کوشش کرتا ہے۔

"سقراط کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا کہ بتائیں میرا مستقبل کیسا ہوگا؟ سقراط نے اسے کاغذ تھماتے ہوئے کہا کہ اس پر اپنے خیالات لکھو۔ اس شخص نے اپنے خیالات لکھ کر کاغذ سقراط کی طرف بڑھایا تو سقراط نے اس شخص سے کہا جیسی تمہاری سوچ اور تمہارے خیالات ہیں اسی کے مطابق تمہارا مستقبل ہوگا"۔

مثبت اور وسیع سوچ ایک خزانہ کی طرح ہے جو انسان سے مٹی کو سونا بنوا سکتی ہے جبکہ منفی سوچ انسان کے ہاتھ سے سونے کو بھی مٹی کروا دیتی ہے۔ اچھا اور بڑا سوچنے والے افراد راستے کی مشکلات سے نہیں ڈرتے اور خود پر یقین رکھتے ہوئے منزل تک پہنچنے کے لیے بہترین حکمت عملی اپناتے ہیں۔ جو لوگ اونچے خواب دیکھتے اور وسیع سوچ رکھتے ہوں انہیں کبھی چھوٹی موٹی خواہشات کا غلام نہیں بنایا جا سکتا اور نہ ہی انہیں زندگی میں مشکلات سے ڈرا کر منزل کی طرف بڑھنے سے روکا جا سکتا ہے۔

کامیاب افراد جیسا ماحول پیدا کرنے سے مراد مطالعہ کو بڑھانا وسیع کرنا، موٹیویشنل لیکچرز اور کامیاب لوگوں کی سکسس سٹوریز سننا، مثبت سوچ رکھنے والے، بڑے خواب دیکھنے والے کامیاب یا کامیابی کی طرف بڑھتے ہوئے افراد سے میل جول بڑھانا، اور خود میں اپنی صلاحیتوں کے مطابق سکلز ڈیویلپ (Skills Development) کرنا شامل ہیں۔

کامیابی کی طرف بڑھتے ہوئے بری عادات چھوڑ کر اچھی عادات کو اپنانا ضروری ہے۔ کامیاب افراد کی عادات مثلاً خود پر یقین کرنا، زندگی کو سادہ بنانا، معاملات میں اعتدال پسند ہونا، آج میں جینا، باتوں کے بجائے کر دکھانے پر یقین رکھنا، سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا اور فیصلہ کرتے ہوئے پرعزم رہنا، نئی چیزیں سیکھنے کے لیے ہر وقت تیار رہنا، جلد بازی کے بجائے صبر کو اپنانا، شکر کی عادت اپنانا اور گلے شکوے سے باز رہنا اور ہمت نہ ہارنا وغیرہ شامل ہیں۔

ہمارے ہاں اکثر لوگ خود کو کامل ترین سمجھتے ہیں اور ان کی یہ غلط فہمی اس وقت دور ہوتی ہے جب وہ اپنی حد سے آگے نکل کر خود سے بہتر کسی انسان سے ملتے ہیں اپنی ذات سے باہر نکل کر جب ہم لوگوں سے ملتے ہیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ہم تو کچھ بھی نہیں ہیں۔

زندگی میں بہت پیچھے کہیں رکے ہوئے ہیں۔ ہم خوش فہمی کا شکار ہو کر مسلسل اپنا وقت اور طاقت بے مقصد کاموں میں ضائع کر رہے ہیں۔ دنیا بہت بڑی اور بہت طاقتور ہے اور اس میں کامیابی سے جینے کے لیے مسلسل کوشش درکار ہے۔

آپ سب نے وہ مینڈک کی کہانی سنی ہوگی جو کنویں میں پیدا ہو کر، وہیں رہتے ہوئے خود کو بہت بہادر اور بہترین حکمران سمجھتا ہے۔ ایک دن اچانک پانی بھرنے آئے کسی ڈول کے ساتھ جب وہ بھی کنویں سے باہر نکلتا ہے تو اسے اپنا آپ بہت چھوٹا محسوس ہوتا ہے۔ اس پر زندگی کی حقیقت کھلتی ہے کہ اپنے آپ کو کوئی بہت انمول شے سمجھ کر بیٹھ جانے والے بہت پیچھے رہ جاتے ہیں جب کہ دنیا تیزی سے بہت آگے نکل جاتی ہے۔ ہم انسانوں کا بھی یہی حال ہے۔ ہمارے ساتھ بھی یہی ہوتا ہے۔ ہم زندگی میں چھوٹی موٹی چیزوں کو اپنا کر محنت چھوڑ دیتے ہیں۔ ہمارا مزاج اور سوچ ناکام لوگوں کی طرح ہو جاتی ہے۔ کوئی عام سی نوکری مل جائے تو بس ہم اسی کو کافی سمجھ کر دو وقت کی روٹی کمانے میں پوری زندگی گزار دیتے ہیں۔ ہم خواب دیکھنا اور بڑا سوچنا چھوڑ دیتے ہیں اور یہی ہماری غلطی ہوتی ہے۔ ہم مایوسی کو اپنے گلے کا ہار بنا لیتے ہیں اور اسی لیے ناکامیاں ہمارا مقدر بن جاتی ہیں۔

دوسری بڑی غلطی ہم یہ کرتے ہیں کہ مایوس اور منفی سوچ رکھنے والے لوگوں کے ساتھ اپنا میل جول اور اپنی دوستی بڑھا لیتے ہیں۔ ایسے لوگ خود تو کامیاب ہوتے نہیں بلکہ ہمیں بھی یہ یقین دلوانے کی کوشش کرتے ہیں کہ در حقیقت کامیابی کچھ نہیں ہوتی، یہ تو بس مقدر کی بات ہے ورنہ محنت کرنے سے کسی کو آخر کیا مل سکتا ہے۔ انسان کو نوکری مل جائے، دو وقت کی روٹی کا بندوبست ہو جائے زندگی میں بس اتنا ہی کافی ہوتا ہے خود کو ہلکان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

اس معاملے میں تیسری بڑی غلطی ہمارا ان سب باتوں پر یقین کر لینا ہے۔ لوگوں کی باتوں میں آ کر جب ہم خود کو یہ یقین دلوانے کی کوشش کرتے ہیں کہ کامیابی واقعی ہی کچھ نہیں ہوتی بلکہ یہ صرف مقدر کے کھیل ہیں۔ اس دن ہم ہار جاتے ہیں اور ناکامی کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ یہ سوچ اور خیالات ہم پر اتنے حاوی ہو جاتے ہیں کہ ہمیں باقی ہر چیز جھوٹ، فریب

اور کسی اور دنیا کی باتیں لگنے لگتی ہیں۔

میں اگر اپنی بات کروں تو میری زندگی میں بھی ایک وقت ایسا تھا کہ جب کامیابی مجھے کسی اور دنیا کی شے لگتی تھی۔ مجھ میں خواب دیکھنے کی محض یہ ایک عادت ایسی تھی جس نے مجھے آہستہ آہستہ یہ یقین دلوانا شروع کیا کہ اگر کامیابی واقعی ہی بہت مشکل چیز ہے اور صرف مقدر کی بات ہے تو وہ لوگ جو محنت کرتے ہیں اور کامیاب ہو جاتے ہیں وہ کیسے لوگ ہوتے ہیں؟ ایک دن مجھے کہیں یہ سننے کو ملا کہ دنیا کے اکثر کامیاب افراد اپنے بچپن میں بے شمار مسائل اور غربت کا شکار رہ چکے تھے، اکثر تو ایسے تھے جن کے لیے سکول میں داخلہ لینا بھی مشکل تھا۔ بس یہ بات سنی تھی کہ مجھ پر سے مایوسیوں کے سائے چھٹ گئے۔ اس ایک لمحے میں میں نے خود کو بالکل مختلف پایا۔ بس پھر اس دن کے بعد سے میں نے مختلف لوگوں کی کامیاب زندگی اور ان کی سکسس سٹوریز کو پڑھنا شروع کیا۔ اسلامی تاریخ اور حکمرانوں کے دل موہ لینے والے قصے، تاریخ کی نامور ترین شخصیات کی داستانیں، اور موجودہ دور کی مشہور شخصیات جے کے رولنگ، بل گیٹس، سٹیو جابز، سٹیون سپیلبرگ، البرٹ آئنسٹائن، مائیکل جورڈان، ابراہم لنکن اور سٹیفن کنگ سمیت میں نے کئی کامیاب افراد کو پڑھا۔ ہر کہانی مجھے عجیب سی امید اور طاقت بخشتی تھی۔ میں حیران ہوتا تھا کہ اگر یہ سب لوگ اتنی مشکلات کے باوجود کامیاب انسان بن سکتے ہیں، تاریخ میں اپنا نام درج کروا سکتے ہیں تو میں کیوں نہیں؟ یہ سوچ اور جذبہ مجھے میرے گاؤں سے اسلام آباد لے آیا۔ وہاں میں نئے لوگوں سے ملا، اپنے آپ کو ان لوگوں کی صحبت میں رکھنے کی کوشش کرنے لگا جو محنت کو اپنا کر کامیابی پر یقین رکھتے تھے۔ ہر گزرتا دن میرے یقین کو پختہ کرتا گیا کہ ہر انسان کامیاب ہو سکتا ہے۔ کامیابی اور ناکامی انسان کے اپنے ہاتھ میں ہوتی ہے، یہ فیصلہ اسے خود کرنا ہوتا ہے کہ وہ کیا بننا چاہتا ہے۔ اس سوچ کے ساتھ اگر انسان کا ماحول، اٹھنا بیٹھنا، اور دوستی بھی باہمت افراد سے ہو جائے تو انسان مشکلات سے گھبرانا چھوڑ دیتا ہے۔ اس میں حوصلہ اور بہادری پیدا ہو جاتی ہے جو کہ پھر اسے کامیاب بنا کر ہی دم لیتی ہے۔ اچھی صحبت اسی لیے ہی تو نعمت ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: مسلمانو اللہ سے ڈرتے رہو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔

[سورۃ التوبہ: 119]

اسی طرح اچھی صحبت کے حوالے سے ایک مشہور شعر ہے کہ:

اہل را صحبت نا اہل زیاں بار دارد

آب در کوزہ ناپختہ گل آلود شود

ترجمہ: لائق لوگوں کے لیے نالائقوں کی صحبت میں کئی نقصانات ہیں، کچے اور غیر پختہ مٹی کے پیالے میں پانی مٹی سے آلودہ ہو جاتا ہے۔

کامیابی کو اپنانے کے لیے میں نے اپنی صحبت پر توجہ دی۔ میرا حلقہ احباب اور میرا اٹھنا بیٹھنا مایوس کن لوگوں سے محنت کرنے والے پرعزم لوگوں میں تبدیل ہوا۔ میرے اس سفر میں میرے گاؤں کے کچھ ایسے ساتھی بھی شامل تھے جنہوں نے ہمیشہ مجھے ہمت اور حوصلہ دیا۔ انسان کی صحبت اس کی زندگی کو بدل دینے کی قوت رکھتی ہے۔ اچھے اور نیک لوگوں کی سنگت انسان کی دنیا اور آخرت دونوں سنوار دیتی ہے۔ اسلام آباد میں رہتے ہوئے مجھے اس بات کا خوب اندازہ ہوا۔ میری بہت سی بری عادات چھٹنے لگیں تھیں۔ کچھ ہی عرصے میں میری سوچ یکسر بدل چکی تھی۔ میں اپنے جیسے لوگوں کی زندگی سے سیکھنے کی کوشش کرتا رہتا اور ہر دن خود کو پہلے سے بہتر بنانے میں مگن رہتا تھا خود کو بہتر سے بہترین بنانے کی یہ عادت آج بھی میری زندگی کا اہم ترین حصہ ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں موجود ہر انسان کو کامیاب ہونے کے لیے اپنی سوچ، اپنی عادات، اپنے ماحول، اور صحبت پر کام کرنے کی اور اسے بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ جب تک ہم منفی لوگوں کے زیر اثر رہیں گے تب تک ہماری سوچ بہتر نہیں ہو سکے گی، ہم اس قابل نہیں ہو پائیں گے کہ بری عادت کو ترک کر کے اچھی عادات اپنا سکیں۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ کامیابی کے اس سفر میں مشکلات چاہے جتنی بھی ہوں خود کو مضبوط رکھتے ہوئے ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اپنی ذات کے لیے ہمت ہمیں ہمارے اردگرد کے افراد اور اپنی سنگت اپنی کمپنی سے ملتی ہے۔

میں ہمیشہ یہ مشورہ دیتا ہوں کہ خود کو ایسے لوگوں سے جوڑنے کی کوشش کرو جو آپ کی ہمت بندھانا جانتے ہوں۔ جو خود بھی قابل ہوں اور آپ کی قابلیت پر یقین رکھنے والے ہوں۔ ایسے لوگوں کی موجودگی سے انسان زندگی کی بڑی سے بڑی مشکل بھی فس کر پار کر لیتا ہے اور کامیابی کو اپنا مقدر بناتا ہے ہمیں بحیثیت مسلمان ہمارا دین بھی ہر وقت اچھی صحبت اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

ہمارے نبی محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ: ''آدمی اپنے دوست کی روش پر ہوتا ہے لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے''۔ (ابو داؤد)

اسی طرح ایک اور جگہ اچھی اور بری صحبت کا اثر سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ: ''اچھے اور برے دوست کی مثال کستوری اٹھانے والے اور بھٹی جھونکنے والے کے جیسی ہے۔ کستوری اٹھانے والا یا تو آپ کو ہدیہ میں خوشبو دے دے گا، یا آپ اس سے خرید لیں گے یا کم از کم اچھی خوشبو پا لیں گے جبکہ بھٹی جھونکنے والا آپ کے کپڑوں کو جلا دے گا یا کم از کم آپ اس سے بدبو پائیں گے''۔ (متفق علیہ)

ان دونوں ارشادات سے ہم با آسانی صحبت کے اثرات کو سمجھ سکتے ہیں۔ کامیاب لوگ دوسروں کو بھی کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں اسی لیے ان کی صحبت ہر حال میں ہمارے لیے فائدہ مند ہوتی ہے جبکہ زندگی سے مایوس اور ناکام انسان نہ تو خود کچھ کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے کو کامیاب ہوتا دیکھ سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی صحبت میں رہتے ہوئے ہم اپنی صلاحیتوں سے انجان رہتے ہیں اور اپنا سارا وقت لوگوں پر بے جا تنقید کرتے ہوئے ضائع کر دیتے ہیں۔

کامیاب زندگی کے راہ نما اصولوں میں سے ایک اہم ترین اصول خود کو مثبت اور محنت پسند لوگوں کے ہمراہ رکھنا ہے۔

کامیاب افراد مضبوط اعصاب کے مالک ہوتے ہیں

ایک مشہور چینی کہاوت ہے کہ:

''اگر آپ کا ذہن مضبوط ہے تو تمام مشکل چیزیں آسان ہو جائیں گی،
لیکن اگر ذہن کمزور ہے تو تمام آسان چیزیں بھی مشکل ہو جائیں گی''۔

یہ زندگی کا اصول ہے۔ یہاں کامیابی حاصل کرنے کے لیے انسان کو اپنا دل بہت بڑا کرنا پڑتا ہے اور اپنے جذبات پر قابو پانا سیکھنا پڑتا ہے۔ اگر انسان کمزور اعصاب کا مالک ہو تو اس کے لیے کامیاب ہونا یا کامیابی کے سفر کو مستقل مزاجی سے طے کرنا نہایت مشکل معاملہ ہے۔ وہ حساس افراد جو لوگوں کی باتیں دل پر لگا کر بیٹھ جاتے ہیں ان کے لیے بڑے خوابوں پر یقین کرنا اور پھر ان کے لیے جدوجہد کرنا بھی ناممکن سا ہو جاتا ہے۔ اپنے جذبات پر کنٹرول نہ ہونے کی وجہ سے ہم لوگوں کی باتوں سے ضرورت سے زیادہ متاثر ہو جاتے ہیں جو کہ ہماری ناکامی کی وجہ بن جاتا ہے۔ اکثر لوگوں میں کچھ کرنے کی جستجو تو ہوتی ہے مگر لوگوں کے تبصرے اور باتیں انہیں کمزور بنا دیتے ہیں جس کی بدولت آسان کام بھی مشکل ترین لگنے لگتا ہے۔

جو لوگ ذہنی اور اعصابی اعتبار سے مضبوط ہوتے ہیں وہ زندگی کی بڑی سے بڑی مشکلات کا سامنا بھی با آسانی کر لیتے ہیں۔ وہ اپنے تمام تر ذاتی اور کاروباری معاملات احسن طریقے سے چلا رہے ہوتے ہیں اور اگر کبھی انہیں کسی مشکل کا سامنا کرنا پڑ بھی جائے تو ان کی ہمت اور حوصلہ انہیں مشکلات سے نکالنے کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مضبوط اعصاب والے افراد زندگی کی بڑی سے بڑی مشکلات کو بھی ہمت اور استقامت کے ساتھ جھیل جاتے ہیں جبکہ اسکے برعکس کمزور اعصاب کے مالک افراد ایک ہی صدمے کو بھلا نہیں پاتے اور اسے دل سے لگائے ساری زندگی روتے ہوئے گزار دیتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ:

"بھول جانے کا عارضہ بھی ایک نعمت ہے"۔

بلاشبہ جو لوگ کسی مشکل یا کسی بھی پریشانی کو ہمت سے جھیل کر، حادثے سے سیکھ کر، اس کا سامنا کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں اور اسے وقت کے ساتھ بھلا دیتے ہیں تو وہ زندگی میں زیادہ باہمت اور پُراعتماد شخصیت کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ انسانوں کے مزاج اور رویے ان کی ذہنی حالت کی عکاسی کرتے ہیں۔ جو لوگ اعصابی کمزوری کی وجہ سے روگ پال لیتے ہیں اور وقتاً فوقتاً انہیں یاد کرتے رہتے ہیں ان کی زندگی ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہ اپنی خیالاتی دنیا میں ایک چھوٹی سی پریشانی کو بھی پہاڑ جیسا طول دے کر اپنا ذہنی سکون تباہ کر بیٹھتے ہیں۔

لفظ "کامیابی" سے ایک خوبصورت قول یاد آتا ہے کہ:

"ایک کامیاب انسان خود پر پھینکے جانے والے اینٹ اور پتھر سے
ایک مضبوط قلعہ تعمیر کر لیتا ہے اور اپنی کامیابی کا جشن مناتا ہے جبکہ
ایک کم ہمت اور بزدل شخص خود پر پھینکے جانے والے سنگ و خشت
(اینٹ اور پتھر) سے بوکھلا جاتا ہے"۔

میں سمجھتا ہوں یہ چھوٹی سی بات جس انسان نے بھی سمجھ لی اس کے لیے تمام مشکلات آسان ہو جاتی ہیں اور اس کا حوصلہ مزید بلند ہو جاتا ہے جو اسے ذہنی طور پر مضبوط کر کے بلندیوں پر پہنچا دیتا ہے۔ اور جو انسان اس حقیقت سے منہ پھیر لے یا ڈر جائے تو وہ زندگی اور مشکلات سے ہار کر بس ناکامی اور مایوسیوں کی دلدل میں پھنس کر رہ جاتا ہے

شیلڈن کی پیدائش ایک غریب ٹیکسی ڈرائیور کے گھر ہوئی اور اس کا بچپن اس کے والدین کے لیے حیران کن تھا۔ خدا نے انہیں ایک ایسا بچہ عطا کیا تھا جو بہت سی خصوصیات ہمت و حوصلہ، بہادری اور خطرات میں کود جانے کا مالک تھا۔ شیلڈن کی خوبی یہ تھی کہ وہ ناکامی سے گھبرانے کے بجائے اس سے سیکھتا اور آگے بڑھتا چلا جاتا۔

12 سال کی عمر میں ہی شیلڈن نے اپنے بزنس کا آغاز کر دیا۔ کاروباری اعتبار سے

پیسے بہت کم تھے۔ اس مشکل سے نکلنے کے لیے اس نے اپنے چچا سے دو سو ڈالر کا قرض لیا اور ان پیسوں سے اخبار فروشی کا لائسنس خریدا۔ شیلڈن روز صبح اٹھتا اور سائیکل پر اخبار لادے انہیں لوگوں کے گھروں تک پہنچاتا پھر اسکول جاتا۔ چار سال باقاعدگی سے یہ سب چلتا رہا لیکن شیلڈن کو اپنے اس کام میں ترقی کے کوئی خاص آثار نظر نہیں آئے اسی وجہ سے شیلڈن نے وقت ضائع کرنے کے بجائے ٹافیاں بنانے والی مشین کی خرید و فروخت کا کام شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ اسے یہ احساس ہوا کہ بزنس سے متعلق تعلیم حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ بزنس شیلڈن کی رگوں میں خون کی طرح بہتا تھا لہٰذا اس نے تعلیم کے ساتھ پرس اور بیگ وغیرہ کی خرید و فروخت شروع کر دی۔ آپ اسے شیلڈن کی خوبی یا عیب کہہ لیں کہ یہ جس چیز میں نفع دیکھتا تو پہلے کام کو چھوڑ کر اس کی طرف لپک پڑتا تھا۔

1960ء میں اس نے ایک چارٹر ٹورز بزنس شروع کیا۔ بہت سے لوگوں نے اسے اس بزنس میں کودنے سے منع کیا لیکن یہ رسک لینے کا عادی روکنے کے باوجود نہیں رکا۔ ٹورزم کے بزنس سے پہلے اسے تقریباً ہر کام میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن شیلڈن کی نظر میں یہ ناکامی نہیں تھی بلکہ وہ اسے ایک رکاوٹ کہا کرتا تھا جو راستے میں آئی اور ہٹ گئی۔ ٹورزم کا بزنس شیلڈن کو راس آ گیا اور اس کی کاروباری زندگی نے اسے جلد ہی لاکھوں کی مالیت کا مالک بنا دیا۔

شیلڈن کی 30 سالہ زندگی کا جائزہ لیا جائے تو اس میں بے شمار جدوجہد نظر آتی ہے۔ ہر دن نئے اتار چڑھاؤ اور قدم قدم پر ناکامی کا سامنا کرنے کے باوجود اس نے ہمت نہیں ہاری۔ شیلڈن نے اپنی کاروباری زندگی میں لگ بھگ 50 مختلف بزنس کیے۔ ہر دن رسک لیا، محنت کی، اکتا نہیں، رکا نہیں، بس بڑھتا گیا اور کامیاب ہو گیا۔ کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر آپ بھی کامیاب کاروبار کا خواب دیکھتے ہیں تو رسک لیں، محنت کریں، اور اپنے دل کو بڑا کر کے آگے بڑھتے جائیں۔ کامیابی آپ کی منتظر ہے۔

منصوبہ بندی (Planning) کی اہمیت

ہے عمل لازم تکمیل تمنا کے لیے
ورنہ رنگین خیالات سے کیا ہوتا ہے؟

انسان کا اپنے کام اور اپنی بامقصد سرگرمیوں کو منظم اور مربوط طریقے سے سرانجام دینا منصوبہ بندی کہلاتا ہے۔ منصوبہ بندی کسی بھی فرد یا قوم کی ترقی اور کامیابی کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ انسان کی زندگی میں اگر معاملات کی صحیح طور پر منصوبہ بندی نہ کی جائے تو اسے نہ صرف بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ اکثر اس کا انجام ناکامی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ جو لوگ مستقبل کے لیے بہترین منصوبہ بندی کرتے ہیں وہ بہت سی مشکلات سے بچنے کے ساتھ ساتھ اپنا قیمتی وقت ضائع ہونے سے بچاتے ہیں۔ مستقبل کے لیے بہترین تیاری ایک ایسی عادت ہے جو انسانوں کو کامیابی اور ناکامی تک لے جانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ کون ہے جو کامیاب نہیں ہونا چاہتا؟ کامیابی اپنے مقاصد کو پالینے کا نام ہے اور مقاصد کے حصول کے لیے پلاننگ بہت ضروری ہے۔ منصوبہ بندی سے انسان کے تمام معاملات احسن طریقے سے نمٹ جاتے ہیں اور انسان کی زندگی پر اس کے بہترین اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ زندگی میں مسلسل آگے بڑھتے رہنے کے لیے انسان کا اپنے مقصد اور ارادوں میں واضح ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ ان کے بغیر انسانی زندگی بے معنی ہو جاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اپنے مقصد کا تعین اور ارادوں کی تکمیل سے زیادہ اہم یہ منصوبہ بندی کا عمل ہے۔ آپ کو ایک کامیاب زندگی گزارنے کے لیے ہر قدم سے پہلے منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔ آپ کی نوکری، کاروبار، حالات، خاندانی معاملات تمام کے تمام آپ کی پلاننگ کا حصہ ہونے چاہئیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کا قول ہے کہ:

"مقصد تک رسائی کے لیے وسائل و ذرائع ہونے سے زیادہ منصوبہ بندی میں وقت اور باریکی کو اہمیت حاصل ہے۔"

منصوبہ بندی کے تحت ہی کامیاب انسان تمام تر دستیاب وسائل سے بروقت اور بہترین فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ پلاننگ کا بہت بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ انسان میں بہت سی بہترین عادات پیدا ہو جاتی ہیں جو زندگی کے بہت سے معاملات میں انسان کو بھرپور فائدہ پہنچاتی ہیں۔ انسان منصوبہ بندی کی بدولت اپنا وقت بچا کر باقی لوگوں کی نسبت زیادہ اچھا اور معیاری کام کر پاتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر انسان کو زندگی کے کسی نہ کسی مقام پر ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دنیا میں موجود تمام کامیاب افراد بار ہا ناکامیوں کا سامنا کرتے رہے۔ بہترین منصوبہ بندی کے باوجود بعض اوقات انسان کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے۔ ایسے میں کامیاب افراد کے لیے ناکامی بھی کامیابی کا ہی ایک حصہ کہلاتی ہے۔ جس سے سیکھ کر وہ اپنے آپ کو بہتر بناتے ہوئے زندگی کی دوڑ میں آگے بڑھ جاتے ہیں۔

کنفیوشس کا مشہور قول ہے کہ:

"Our greatest glory is not, in never falling but in raising every time we fall."

"ہماری عظمت اس میں نہیں کہ ہم کبھی نہ گریں، بلکہ گر کر ہر بار پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہونے میں ہے۔"

لہٰذا اگر انسان محنت اور بہترین منصوبہ بندی کے باوجود بھی وقتی طور پر ناکامی کا شکار ہو جائے تو اسے بجائے خود کو کمزور سمجھنے کے ناکامی کی وجوہات پر غور کرنا چاہیے۔ معاملات چاہے جیسے بھی ہوں، ناکامی اکثر اوقات ذہنی دباؤ، غلط فیصلے اور جذبات کی کمی کی وجہ سے سامنے آتی ہے اور ایسی ناکامی پر ہمت اور محنت چھوڑ دینے کا انجام مستقل ناکامی اور رسوائی ہوتا ہے۔

کامیابی کے لیے اپنے ہدف (Goals) متعین کرنا لازمی ہے۔ ہدف کا تعین انسان کو کامیابی کے لیے عملی منصوبہ بندی میں مدد فراہم کرتا ہے۔ منصوبہ بندی کے علاوہ ایسا کوئی طریقہ نہیں جو آپ کو آپ کی صلاحیتوں سے روشناس کرواتے ہوئے کامیابی تک لے جائے۔ اگر میں یہ کہوں کہ انسان کی زندگی کے تمام تر کام اور اہداف ایک خاص طریقے سے مرحلہ وار چلتے ہیں تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ زندگی میں گھر کی صفائی ستھرائی سے لے کر کاروباری ترقی تک انسان کا ہر عمل ایک خاص ترتیب کے تحت ہوتا ہے۔ بڑے بڑے اہداف تک پہنچنے کے لیے انسان کو چھوٹے چھوٹے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اور اگر انسان اس معاملے میں منصوبہ بندی کیے بغیر آگے بڑھنے کا سوچے تو اسے وقت کے ضیاع کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بسا اوقات مشکلات اور وقتی ناکامی اس کی راہ میں رکاوٹ بن کر کھڑی ہو جاتی ہیں۔ آپ جب اپنی منزل متعین کرنے کے بعد عملی منصوبہ بندی اور اس میں موجود تمام مراحل کے آغاز و انجام کے بارے میں سوچ سمجھ کر اپنے سفر کا آغاز کرتے ہیں تو آپ اپنے ہی جیسے کسی دوسرے فرد کی نسبت بہتر انداز میں جلدی اپنی منزل کو پانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

عملی منصوبہ بندی کے اعتبار سے میرا مشاہدہ ہے کہ انسان کو اپنا ہدف (Goal) اپنی زندگی کا مقصد بنا لینا چاہیے اور اس کے بارے میں واضح طور پر ایک ایک دن کی منصوبہ بندی کر کے تکمیل کا وقت مقرر کر لینا چاہیے۔ یہ ایک ایسا خاصہ ہے جو انسان کو اپنے مقصد تک پہنچانے میں معاون ثابت ہوتا ہے اور انسان کو اپنی منزل کے حصول میں درپیش مشکلات میں ہمت اور طاقت دیتا ہے۔

میں نے کامیاب لوگوں کی عادات پر ایک فہرست بنائی اور جب اس پر غور کیا تو علم ہوا کہ دنیا کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے کامیاب افراد میں ایک مجموعی عادت تحریری منصوبہ بندی کرنا ہے۔ کامیاب افراد چاہے کسی بھی علاقے اور شعبے سے وابستہ ہوں ان میں اپنے امور کے بارے میں بہترین اور تفصیلی انداز میں کی جانے والی تحریری منصوبہ بندی نے زندگی کے ہر قدم پر محتاط رہتے ہوئے کامیابی سے ہمکنار کیا ہے۔ انسان کا

پلاننگ پر صرف کیا گیا ایک ایک منٹ عمل کرتے ہوئے دس دس منٹ بچانے میں کام آتا ہے۔ کام کے آغاز سے پہلے کی جانے والی منصوبہ بندی پر صرف کیا گیا وقت انسان کو کامیابی کے حوالے سے اپنا قیمتی وقت، پیسہ اور توانائی محفوظ کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اسی لیے یہ کہا جاتا ہے کہ:

"منصوبہ تیار کرنے میں ناکامی منصوبے کی ناکامی ہے"۔

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ منصوبہ بندی کا فقدان اپنے آپ میں ہی ایک بہت بڑی ناکامی ہے۔ جو لوگ عمل کے دوران منصوبہ بندی کرتے ہیں انہیں بار بار غلطیوں، دولت اور وقت کے ضیاع کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وقت سے پہلے کی جانے والی جامع منصوبہ بندی میں ہی انسان کی کامیابی محفوظ ہے۔

منصوبہ بندی کے حوالے سے درج ذیل فوائد پر غور کیجیے:

1- اچھی منصوبہ بندی انسان کو فکر سے آزاد کر دیتی ہے۔ انسان آنے والے وقت کی خامیوں سے آگاہی حاصل کر کے اس کے لیے بہترین عملی اقدامات کر سکتا ہے۔

2- منصوبہ بندی انسان کی سوچ اور خیالات کو منظم کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

3- بہترین پلاننگ کے ذریعے آپ وقت رہتے اپنے منصوبے میں موجود نقص تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور پھر مزید احسن انداز میں منصوبہ بندی کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔

4- جامع منصوبہ بندی آپ میں مطلوبہ ہدف کے حوالے سے سوچ بچار اور معاملے کی باریکیوں کو پرکھنے کی عادت پیدا کرتی ہے۔ انسان کی یہی عادت بعد ازاں اس کا بہت سا وقت اور محنت ضائع ہونے سے بچا لیتی ہے۔

5- مناسب منصوبہ بندی سے انسان اپنا سالوں کا کام کچھ مہینوں میں، مہینوں کا کام ہفتوں اور ہفتوں کا کام دنوں میں مکمل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اور اس دوران غلطی کے امکانات بھی نسبتاً کم ہوتے ہیں۔

6- بہترین پلاننگ آپ کو وقت سے پہلے ان تمام مواقع سے آگاہ کر دیتی ہے جس سے آپ وقت آنے پر فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اس طرح انسان کی کامیابی کے امکانات کافی حد تک بڑھ جاتے ہیں۔

7- احسن اور جامع منصوبہ بندی آپ کو اس قابل بنا دیتی ہے کہ آپ اپنے وقت، پیسے اور توانائی کو بہترین انداز میں صحیح جگہ پر خرچ کر کے کامیابی حاصل کر سکتے ہیں اور آپ کی سوچ منتشر ہونے یا بھٹکنے سے محفوظ ہو جاتی ہے۔

8- وقت سے پہلے کی جانے والی منصوبہ بندی سے آپ اس قابل ہو جاتے ہیں کہ اپنے منصوبے کی خامیوں سے آگاہ ہو سکیں اور آج کے اس جدید دور میں اپنے وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے منصوبے میں مزید بہتر تبدیلیاں لا سکیں۔

اللہ نے انسان کو بہترین قوتوں سے نوازا ہے جس کا ادراک کر لینے پر انسان میں کامیابی کی جستجو اور تڑپ پیدا ہو جاتی ہے۔ ہماری قوت ہماری شخصیت کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہے جس کی کھوج ہمیں خود لگانی پڑتی ہے۔ اپنے آپ کو جان کر کامیابی حاصل کرنے کے اس سفر میں انسان اگر منصوبہ بندی کے تحت آگے بڑھے تو اس پر راستے آسان اور مشکلات چھوٹی ہو جاتی ہیں۔ انسان وقتی ناکامیوں سے بچ کر ہمت اور حوصلہ ہارنے کی بجائے مسلسل آگے بڑھتا جاتا ہے حتیٰ کہ کامیابی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ بلال گر فاروق خاہر اس حوالے سے کہتے ہیں کہ:

> ''کام کی تکمیل / انجام دہی سے قبل تدبیر اور منصوبہ بندی انسان کو شرمندگی سے محفوظ رکھتی ہے''۔

کامیابی کے لیے پیشے کا انتخاب

ایک مشہور کہاوت ہے کہ:

"Take your Passion and make it Happen."

پیشے کا انتخاب انسانی زندگی کا اہم ترین اور سب سے بڑا فیصلہ ہوتا ہے۔ دنیا میں موجود ہر انسان میں مختلف خوبیاں اور خامیاں پائی جاتی ہیں۔ پیشے کا انتخاب ایک اہم مرحلہ ہے جس میں ذرا سی غفلت انسان کو ناکامیوں کی طرف لے جاتی ہے۔ مشرقی معاشرے میں بچوں کے لیے پیشے کا انتخاب اکثر والدین ہی کرتے ہیں اور اس انتخاب میں بچوں کی دلچسپی اور صلاحیتوں سے زیادہ مارکیٹ ویلیو کو اہمیت دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں اکثر لوگ تیس تیس سال نوکری کرنے کے بعد بھی اپنی زندگی سے مطمئن نہیں ہو پاتے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہمارے ہاں اگر کسی بچے کا رجحان آرٹس کی طرف ہو تو والدین محض پیسے اور پیشے کی مارکیٹ ویلیو دیکھتے ہوئے بچے کو سائنس میں داخل کروا دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ بچے کی مسلسل ناکامی کی صورت میں بچے سمیت والدین کو بھی بھگتنا پڑتا ہے۔ اس صورتحال میں اکثر تو یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ بچے کا جب پڑھائی پر زور نہ چلے تو وہ عملی زندگی میں ایسے پیشے کو اپنا لیتا ہے جس کے بارے میں اسے بنیادی معلومات بھی نہیں ہوتیں۔ آخر کوئی تو وجہ ہے ناں جو آج کے دور میں اتنے پڑھے لکھے افراد ہونے کے باوجود کامیاب افراد کی کمی ہے؟ میرے نزدیک اس سب کی وجہ وہ ایک غلط فیصلہ ہے جو والدین تعلیمی میدان میں بچے کی دلچسپی کے بجائے اپنی مرضی کے مطابق کرتے ہیں۔

اپنی صلاحیتوں کو پہچانتے ہوئے تعلیم اور پھر پیشے کو اپنانا اپنے آپ میں ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ تعلیم اور پیشے کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ انسان اپنی تعلیم کے مطابق پیشے کا انتخاب کر کے ہی صحیح معنوں میں کامیابی حاصل کرتا ہے۔ ان دونوں میں اختلاف انسانی

بے چینی کا باعث بنتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر انسان انجینئرنگ پڑھ کر کپڑے کا کاروبار یا کوئی میڈیکل پڑھ کر اپنا بزنس شروع کر دے تو درحقیقت یہ ناکامی ہی ہے۔ کسی ڈاکٹر کو بزنس مین بننے یا کسی سافٹ ویئر انجینئر کو سیلزمین بننے کے بارے میں نہیں سوچنا چاہیے۔ زندگی میں ایسی آپشن کا آ جانا ہی ناکامی کے امکانات کو ہوا دیتا ہے۔

ذہانت اور پیشے کا بھی آپس میں گہرا تعلق ہے۔ ذہانت سے مراد انسان کا اپنی تعلیم اور تجربے کو بروقت استعمال میں لانا ہے۔ ذہانت ہی وہ خوبی ہے جو انسان کو کم وسائل میں زیادہ ترقی کرنے کے قابل بناتی ہے۔ انسان اگر اپنے لیے تعلیم اور پیشے کا انتخاب اپنی ذہانت کے مطابق کرے تو وہ بے جا پریشانیوں سے بچ جاتا ہے۔

تعلیم اور ذہانت کے علاوہ انسان کی صلاحیتیں پیشے کے انتخاب میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ انسان کا رجحان اور صلاحیتیں اسے اپنے کام سے اکتانے نہیں دیتیں، اس کی بدولت انسان کم وقت میں زیادہ اور بہتر کام کرنے کے قابل ہوتا ہے اور یوں اسے دوسروں کے اعتبار سے اس معاملے میں برتری حاصل ہوتی ہے

پیشے کے انتخاب میں شوق اور دلچسپی کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ انسان کو اپنے کام میں اگر دلچسپی ہو تو اسکے لیے اپنا کام، کام کم اور مشغلہ زیادہ بن جاتا ہے۔ کام میں دلچسپی انسان کو تھکن محسوس نہیں ہونے دیتی اور نہ ہی کام میں صرف ہوا وقت زیادہ لگتا ہے۔

ہمارے ہاں اکثریت ان افراد کی ہے جو کہ اس موجودہ دور میں بھی اپنی صلاحیتوں اور شوق سے لاعلمی کی بنیاد پر اپنی تعلیم اور پیشے میں مشکلات کا شکار ہیں۔ دنیا میں ہزاروں پیشے ہیں مگر انسان کا اپنے پیشے کا انتخاب اپنی پسند اور صلاحیت سے مطابقت رکھنے والا ہونا چاہیے۔ انسان کا کام اور اپنے کام سے اس کی محبت اسے دنیا میں نئی شناخت، نام اور پہچان دیتی ہے۔ کام کرنے کا حقیقی معنوں میں فائدہ اور مزہ بھی تب ہی آتا ہے جب انسان کو اپنے کام سے محبت ہو۔

دنیا کے کامیاب افراد کی طرف نظر دوڑائیں، ان کے انٹرویوز پڑھیں، آپ کو تمام

افراد اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے ملیں گے کہ ان کی کامیابی کا ایک راز اپنی دلچسپی کو اپنا کام، اپنا پیشہ بنانا تھا۔ اسکے برعکس جب ہم عام افراد پر غور کریں تو ہماری اکثریت ان لوگوں کی ہے جو تعلیم کو صرف نوکری کرنے کے لیے حاصل کرتے ہیں اور اس کے بعد محض چند روپوں کے لیے اپنی زندگی کے قیمتی سال ضائع کر دیتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ نوکری کر لینا کامیابی نہیں ہے، مگر نوکری کے باوجود اطمینان نہ ہونا ناکامی ضرور ہے۔ یہ اس بات کی گواہ ہے کہ آپ بنے تو کسی اور مقصد کے لیے ہیں مگر اپنے آپ، اپنی ذات اور صلاحیتوں سے لاعلمی نے آپ کو ایک نوکری سے باندھ رکھا ہے اور آپ چند پیسوں کے عوض اپنا آپ، اپنی خوشی اور اپنا اطمینان گنوا بیٹھے ہیں۔

عالمی سطح پر کیے گئے ایک حالیہ سروے کے مطابق پیشے کے انتخاب کے حوالے سے کچھ تلخ حقائق سامنے آئے جس سے میں آپ کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔

دنیا میں موجود تقریباً 60 فیصد افراد اپنے کام سے مطمئن نہیں ہوتے۔

1- کم و بیش 60 فیصد افراد کا کہنا ہے کہ اگر انہیں زندگی میں اپنے پیشے کے انتخاب کا دوسرا موقع ملے تو وہ کبھی موجودہ پیشے کو نہیں اپنائیں گے۔
2- دنیا کی 20 فیصد آبادی ان افراد کی ہے جو سمجھتے ہیں کہ انہیں زندگی میں وہ کام کرنے کا موقع ہی نہیں مل سکا جس کے لیے وہ بنے تھے۔
3- دنیا کے جانے مانے پروفیشنل افراد میں سے 30 فیصد افراد کا ماننا ہے کہ ان کی صلاحیتیں کسی اور پیشے میں زیادہ کارآمد ہو سکتی تھیں۔
4- دنیا میں تقریباً 50 فیصد افراد اپنے انتخاب پر ساری زندگی شرمندہ رہتے ہیں۔
5- دنیا میں محض 20 فیصد ایسے افراد موجود ہیں جو اپنے کام اور اپنے پیشے سے خوش اور مطمئن ہیں جبکہ 1987ء میں یہ تعداد 60 فیصد افراد پر مشتمل تھی۔ ان نتائج پر غور کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ہم وقت کے ساتھ ساتھ ناکامی کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

یہ اعداد و شمار مغربی ممالک جہاں باقاعدہ طور پر کیریئر کاؤنسلنگ مہیا کی جاتی ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے ایک سروے کے نتائج کے طور پر سامنے آئے۔ ہم سب بخوبی واقف ہیں کہ ہمارے معاشرے میں جہاں شرح خواندگی ہی بمشکل 50 فیصد ہے اور کیریئر کاؤنسلنگ نام کا کوئی ادارہ بھی نہیں، یہاں حالات یقیناً زیادہ گھمبیر ہیں۔ ہم اپنے معاشرے کی بات کریں تو بہت سے ایسے عناصر مثلاً آبائی کاروبار، ماحول اور رجحانات، دولت کمانے کا جنون، معلومات کا فقدان، اور راہنمائی کا نہ ہونا ہیں ہمارے لیے پیشے کے انتخاب کو نا صرف مشکل بنا دیتے ہیں بلکہ ہماری شخصیت اور ترجیحات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان تمام عناصر پر قابو پا کر ہی ایک عام انسان کامیابی سے اپنے لیے صحیح پیشے کا انتخاب کر پاتا ہے۔ ان تمام معلومات کے بعد سوال باقی ہے کہ آخر درست پیشے کا انتخاب کیسے کیا جائے؟

اس حوالے سے کچھ رہنما اصول درج ذیل ہیں:

1- اپنے مقصد حیات کا تعین اپنی صلاحیتوں اور شوق کو مدنظر رکھتے ہوئے کریں۔

2- اپنے کام سے محبت ہونا آپ کے لیے اولین ترجیح ہونا لازمی ہے۔

3- صحت پر توجہ دیں کیونکہ ذہنی اور جسمانی چستی کامیابی کے لیے نہایت اہم ہے۔ خود پر اور اپنے خوابوں پر یقین رکھیں۔

4- مستقل مزاجی، محنت اور کوشش کو اپنا شعار بنائیں۔

5- تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے آپ کو اپ ڈیٹ رکھیں۔

6- پیشے کا انتخاب کرنے سے پہلے خود سے اچھی طرح جانچ پڑتال کرلیں کہ واقعتاً یہ پیشہ آپ کی صلاحیتوں سے مطابقت رکھتا ہے اور اس پیشے سے لگاؤ آپ کو کامیابی تک لے جائے گا۔

7- میں سمجھتا ہوں کہ جہاں انسان کو اپنے پیشے کے انتخاب میں یہ بنیادی باتوں کو مدنظر رکھنا چاہیے وہیں ان اقدامات کو بھی اہمیت دینے کی ضرورت ہے جن کو مدنظر رکھتے ہوئے بہترین پیشے تک پہنچا جا سکتا ہے۔

اہم اقدامات:

1- پیشے کے انتخاب کے اعتبار سے والدین کا کردار انتہائی اہم ہے۔ والدین بچوں کے سب سے قریبی دوست اور ساتھی ہوتے ہیں اور اپنے بچے کی صلاحیتوں کو ان سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا۔ والدین کو چاہیے کہ بچے کی صلاحیتوں، خوبیوں، خامیوں اور دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے لیے تعلیمی میدان میں بہترین فیصلے کریں تاکہ آگے جا کر بچوں کے لیے مشکلات کم سے کم ہوں۔

2- ذہنی سطح کا تجزیہ کرنا پیشے کے انتخاب سے قبل نہایت ضروری ہے۔ اس معاملے میں کیریئر کاؤنسلر سے مدد لی جا سکتی ہے۔

3- تعلیمی اداروں میں موجود اساتذہ بچوں کی صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ ایک اچھا ادارہ اور اچھا استاد پیشے کے انتخاب میں بہترین رائے مہیا کر سکتے ہیں۔

4- والدین اور اساتذہ بچوں کو محض ڈاکٹر اور انجینئر کی ریس سے نکال کر اگر ان کے شوق اور صلاحیتوں کے مطابق مضامین کا انتخاب کریں تو عملی زندگی میں بچہ احسن طریقے سے اپنے لیے بہترین اور کامیاب پیشے کا انتخاب کر سکتا ہے۔

5- میں سمجھتا ہوں کہ انسان کو اپنے وسائل، اپنی مالی حیثیت اور ان حقائق کا ادراک ہونا لازم ہے کہ جن سے آنکھ بچا کر وہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اپنے وسائل سے بڑھ کر تعلیمی اداروں کا انتخاب ایک بیوقوفانہ سوچ ہے جو انسان کو وقت کے ساتھ ساتھ احساس کمتری کا شکار کر دیتی ہے جس کی وجہ سے نہ صرف انسان کامیابی کی راہ سے بھٹک جاتا ہے بلکہ شدید ذہنی انتشار کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔

6- پیشے کے انتخاب سے قبل انسان کو دور اندیش بن کر مستقبل کا فیصلہ انتہائی سوچ بچار کے بعد کرنا چاہیے۔ محض لوگوں پر اور ان کی باتوں پر بھروسہ کر کے، سہاروں کی تلاش میں آگے بڑھنے کے خواب انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتے۔ لہٰذا وقت سے پہلے ذاتی تجربہ کر لینا انتہائی اہم ہے۔

7- پیشے کے انتخاب کے وقت انسان کو سیدھا اور آسان راستہ اختیار کرتے ہوئے عملی حکمت عملی کی ضرورت ہوتی ہے۔ خود پر خواہشات کا ضرورت سے زیادہ بوجھ بھی انسان کو اپنے کام سے متنفر کر دیتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں درج بالا اصولوں اور اقدامات کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک عام انسان بہترین حکمت عملی کے ذریعے کامیاب افراد کی مانند اپنے سفر کا آغاز کر سکتا ہے اور مستقل مزاجی سے یقیناً اپنا شمار کامیاب افراد میں کروا سکتا ہے۔

فیصلہ سازی

اللہ تعالیٰ نے جہاں انسان کو بے شمار نعمتوں اور صلاحیتوں سے نوازا ہے وہیں ایک بہترین صلاحیت بہتر فیصلہ کرنا ہے۔ مناسب اور بروقت فیصلے کی اہمیت کا اندازہ انسان کو وقت گزرنے پر پتہ چلتا ہے۔ کامیاب افراد کی مشترک عادات میں سے ایک عادت صحیح اور بروقت فیصلے کرنا ہے اور اس کا اعتراف تقریباً ہر کامیاب انسان کرتا ہے۔

موجودہ دور میں جہاں ہر انسان ظاہری طور پر کامیابی کی تلاش میں دوڑ رہا ہے وہیں وہ اس بات سے نا آشنا ہے کہ کامیابی اور ناکامی کی ایک بہت بڑی وجہ یہ فیصلہ سازی کی عادت ہے۔ ہر وہ شخص جو وقت رہتے مناسب فیصلہ کر لیتا ہے وہ کامیابی کی طرف بڑھ جاتا ہے جب کہ فیصلہ سازی سے نا آشنا رہنے پر انسان بھٹکتا رہتا ہے۔

نپولین کہتا تھا کہ:

> ''کامیاب لوگوں کے فیصلے معیاری ہوتے ہیں جبکہ ناکام لوگوں کے فیصلے کمزور ہوتے ہیں''۔

تاریخ انسانی کو پڑھنے پر بہت سے افراد اپنی کامیابی کا راز اس فیصلہ سازی کی عادت کو قرار دیتے ہوئے یہ بتاتے ہیں کہ کس طرح ان کے معیاری فیصلوں نے انہیں کامیابی سے نوازا۔ اسکے برعکس دنیا بھر میں موجود ناکام افراد اپنی ناکامیوں کا ذمہ دار اکثر اپنے غلط فیصلوں کو ٹھہراتے ہیں۔ جو شخص بروقت فیصلہ لینے کے بجائے ٹال مٹول کرتے ہوئے کاہلی اور سستی کا مظاہرہ کرتا ہے اسے آخر کار ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

زندگی کے اکثر معاملات میں حالات کے پیش نظر بروقت فیصلہ کرنے کے لیے انسان میں فیصلہ سازی کی صفت پائی جانا نہایت اہم ہے۔ کامیاب فیصلوں کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ آپ میں بہترین فیصلہ سازی کی قوت موجود ہو اور اس قوت کو بہتر بنانے

کے لیے انسان کو بے چینی اور جذبات میں آئے بغیر فیصلہ کرنا سیکھنا ہوگا۔ فیصلہ کرتے ہوئے اپنی انا اور اختلافات کو بھلا کر جب حقائق پر توجہ دی جائے تو ایک معیاری فیصلہ سامنے آتا ہے۔ اسی طرح فیصلہ سازی کے لیے منطقی سوچ استعمال کرنے، تمام عوامل پر معلومات اکٹھی کر کے فیصلہ کرنے سے اچھے نتائج سامنے آتے ہیں۔ اکثر لوگ فیصلے کے اثرات کا اندازہ کیے بغیر اسے مختصر مدت کے مسائل پر بہت بڑے فیصلے سنا دیتے ہیں جو کہ انسان کی ناکامی اور نا اہلی کو بیان کرتا ہے۔ فیصلہ کرتے ہوئے مسائل کے طویل مدتی صورتحال کا جائزہ لے کر فیصلے کو معیاری اور بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

شیو کھیرا اپنی کتاب "You can Win" میں لکھتے ہیں کہ:

''جو شخص خطرہ نہیں مول لیتا وہ زندگی کچھ بھی نہیں کر پاتا۔ زندگی کے
ہر کام میں خطرہ ہے۔ ہمارا کوئی بھی فیصلہ یا عمل ہمیشہ صحیح نہیں ہو سکتا۔
انسانی زندگی کا ہر فیصلہ احتمال پر ہوتا ہے''۔

ضروری نہیں ہے کہ انسان کا ہر فیصلہ ہی درست ہو۔ کامیابی کی تڑپ رکھنے والا انسان اپنے غلط فیصلوں پر عدم اعتمادی کا شکار ہونے کے بجائے ان سے سیکھتے ہوئے درست فیصلہ کرنے کے قابل بنتا ہے۔ جو لوگ اپنی صلاحیتوں پر اعتماد نہیں کر پاتے ان کے لیے کامیاب ہونا ناممکن ہو جاتا ہے۔ انسان کا خود پر اعتماد اور مستقبل کے لیے اچھی امید ہی اسکے لیے صحیح فیصلہ کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ فیصلہ سازی کے وقت بے جا اندیشوں کا شکار ہونا بھی فیصلوں کو کمزور کرتا ہے۔ یوں تو کہا جاتا ہے کہ:

''جلدی کا کام شیطان کا ہوتا ہے''۔

مگر زندگی کے اکثر معاملات میں انسان کو عجلت میں فیصلے کرنے پڑ جاتے ہیں۔ ایسے فیصلے کرتے ہوئے انسان کو دور اندیشی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ فیصلہ سازی میں تاخیر بہتر نہیں ہوتی۔ معاملات پر غور کرتے ہوئے باریک بینی سے اسکے نتائج کا جائزہ لیں اور فیصلہ کر لیں۔ کیونکہ جتنی دیر ہوگی اتنے ہی اندیشے بڑھتے چلے جائیں گے اور فیصلہ کمزور ہوتا

جائے گا۔ ماہرین نفسیات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انسان جب تک کسی معاملے میں فیصلہ نہیں کر لیتا تب تک اس کا ذہن خدشات اور اندیشوں کی آماجگاہ بنا رہتا ہے اور اس کی وجہ سے انسان کو جس ذہنی اذیت کا شکار ہونا پڑتا ہے وہ کسی غلط فیصلے سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔

فرینک لن ڈی روزویلٹ کا مشہور قول ہے کہ:

''ہمارے آج کے شک ہماری کل کی کامیابی کو ناکامی میں بدل
دیتے ہیں''۔

کامیابی کا دارومدار انسان کے فیصلے پر ہوتا ہے اور فیصلوں میں تاخیر ناکامی کا ذریعہ بنتی ہے۔ اسی لیے اکثر اوقات بہت زیادہ سوچنا بھی ہمارے فیصلے کو کمزور بنا دیتا ہے اور وقت گزرنے پر ہمیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ قوت فیصلہ کی کمی ایک بہت بڑی کمزوری ہے جو انسان کو کامیابی سے روکے رکھتی ہے۔ قوت فیصلہ عموماً عمر کے ساتھ ساتھ کمزور ہوتی چلی جاتی ہے۔ فیصلہ سازی کا فقدان سستی، کاہلی اور ناکامی کا خوف ہوتا ہے اگر آپ ایک کامیاب زندگی گزارنے کے خواہشمند ہیں تو آپ کو اپنے فیصلوں پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے لیے، اپنے مستقبل کے لیے فیصلے لیں اور پھر ان کے لیے محنت کریں۔ کامیابی آپکو آپ ہی کی منتظر نظر آئے گی۔

دور اندیشی

آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ آج پوری دنیا میں لاکھوں کروڑوں لوگوں کی روزی کا ذریعہ بننے والی فاسٹ فوڈ کمپنی کی ابتدا ایک ٹھیلے سے ہوئی تھی۔ آج سے 83 سال قبل 1937 میں امریکا کے ایک غریب شخص ''پیٹرک میکڈونلڈ'' نے اپنی روزی کا سامان کرنے کے لیے کیلی فورنیا ریاست کے علاقے منرویا میں ''منرویا ایئرپورٹ'' کے قریب برگر بیچنے کے لیے ایک ٹھیلا لگایا۔ وہ غریب آدمی ہر روز صبح ٹھیلا لے کر گھر سے نکلتا، سارا دن ایئرپورٹ کے باہر برگر اور اورنج جوس بیچتا اور شام کو ٹھیلا گھسیٹتے ہوئے اپنے گھر لوٹ جاتا۔ وہ تین سال تک مسلسل اسی طرح دن بھر محنت کرتا رہا۔ پھر تین سال کے بعد 1940 میں پیٹرک کے دو بیٹے ''رچرڈ'' اور ''موریس'' نے اپنے والد کا ہاتھ بٹانے کا فیصلہ کیا۔

انھوں نے سوچا کہ اب ہمیں اپنے کام کو ٹھیلے سے آگے بڑھانا چاہیے۔ لہٰذا انھوں نے کیلی فورنیا میں ''باربی کیو'' کے نام سے ایک چھوٹے سے ریسٹورنٹ کی بنیاد رکھی۔ جہاں وہ اپنے والد کی طرح بھرپور محنت اور لگن سے کام کرتے رہے۔ محنت، لگن، جہد مسلسل اور بلند ہمتی جیسے اصولوں کو مکمل طور پر اپنا شعار بنایا اور فیصلہ کیا کہ ایک دن ان کا یہ کاروبار دنیا بھر میں اپنی پہچان بنائے گا۔ ان دونوں نے محنت و مستقل مزاجی کے رہنما اصولوں پر عمل کرنے سے کچھ ہی عرصے میں ریسٹورنٹ کا علاقے میں سکہ منوالیا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ ترقی کی منزلیں طے کرنے لگے۔ دونوں بھائیوں نے اپنے کاروبار کو وسعت دینے کے لیے مزید محنت کرنے کا فیصلہ کیا۔ انھوں نے اس قدر محنت اور ترقی کرنا شروع کر دی کہ صرف تیرہ سال بعد 1953 میں ریسٹورنٹ کی برانچیں کیلی فورنیا سے باہر دوسرے کئی شہروں میں بھی کھول لیں۔

وہ اپنے کام میں محنت سے جٹے رہے اور ترقی کی مزید سیڑھیاں چڑھتے رہے۔

صرف چھ سال بعد 1959 میں امریکا میں ریسٹورنٹس کی کل تعداد 102 ہو گئی۔ ایک سال بعد ان کی کمپنی کا کام اس قدر پھیل چکا تھا کہ انھیں اپنے ریسٹورنٹس کو تربیت یافتہ ملازمین فراہم کرنے کے لیے ایک یونیورسٹی قائم کرنا پڑی۔ 1961 میں کمپنی نے اپنی تمام فرنچائز کو ملازمین فراہم کرنے کے لیے میکڈونلڈ ہیم برگر کے نام سے ایک بہت بڑی یونیورسٹی قائم کی جس سے صرف تیس سالوں میں چالیس ہزار افراد نے بیچلر آف ہیم برگر کی ڈگری حاصل کی۔

ریسٹورنٹ کمپنی کو ملازمین فراہم کرنے کے لیے اسی کارپوریشن نے ٹوکیو، جرمنی، لندن سمیت دنیا بھر میں کمپنی کی ایسی مزید سات یونیورسٹیاں قائم کیں۔ 1969ء میں یہ کمپنی پچاس ریاستوں تک پھیل گئی۔ کمپنی نے یونائیٹڈ اسٹیٹ سے باہر اپنی پہلی برانچ 1967ء میں برطانیہ میں قائم کی۔ جب کہ 1990ء تک میکڈونلڈ فاسٹ فوڈ کمپنی 58 بیرونی ممالک میں اپنے چھتیس سو ریسٹورنٹ کھول کر ان ممالک کی مارکیٹ پر چھا چکی تھی۔ 1939ء میں کیلی فورنیا ریاست کے علاقے منرویا میں ایک غریب شخص کے ٹھیلے سے شروع ہونے والا کام آج 121 ممالک میں پھیل چکا ہے۔

ماہرین کا خیال ہے کہ میکڈونلڈ کو دنیا بھر میں مقبول بنانے میں اس کے رہنما اصولوں محنت، لگن، جہد مسلسل اور بلند ہمتی کا بے حد عمل دخل ہے۔ جس کی وجہ سے ''میکڈونلڈ فاسٹ فوڈ کمپنی'' ایک گلوبل برانڈ بننے میں کامیاب ہوئی۔

کوئی انسان کسی بھی شعبے سے وابستہ ہو اس پر ایک ہی فکر سوار ہوتی ہے کہ وہ کسی طرح ترقی کرلے۔ عربی کا مشہور محاورہ ہے مَنْ جَدَّ وَجَدَ (جس نے کوشش کی اس نے پالیا)۔

یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو ناممکن ہو۔ محنت اور مسلسل جدوجہد سے ہر ناممکن کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ غیر معمولی اور کارہائے نمایاں سرانجام دینے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی سچی لگن کا مالک ہو، اس پر کام کی دھن سوار ہو۔ جب سر میں کسی

کام کا سودا سما جائے تو وہ ضرور درانجام پذیر ہوتا ہے۔ اس کی راہ میں حسد رکاوٹ بنتا ہے نہ دھوکا آڑے آتا ہے۔ سازش خلل ڈالتی ہے نہ کوئی اور چیز مانع ہوتی ہے۔ اپنے کام سے عشق لگن اور دھن کامیابی کی کنجی ہے۔ لگن ہو تو اسباب اور وسائل بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اپنے مقصد سے محبت کرنے والا کبھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھتا۔ بند راستے، پرخار وادی اور کٹھن رکاوٹیں اس کے مقصد میں لغزش پیدا نہیں کر سکتیں۔

کامیابی کے لیے لازم ہے کہ انسان کسی بھی کام کے آغاز سے پہلے اس کی انجام وہی کے بارے میں اچھی طرح غور وفکر کر لے اور اسکے فوائد ونقصان کا جائزہ لے لے۔ اگر کام میں فائدہ زیادہ ہو تو اس کا آغاز کرے ورنہ اسے چھوڑ دے۔ کسی بھی کام کے آغاز سے پہلے جب ہم دور اندیشی سے قطع نظر انجام کی پرواہ کیے بغیر اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کر دیتے ہیں تو اکثر ہمیں نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ انسان جب بنا سوچے سمجھے انجام کی پرواہ کیے بغیر کسی کام میں داخل ہوتا ہے تو درحقیقت وہ خود کو مصیبت میں گرفتار کر لیتا ہے۔

دور اندیشی اور انجام کی فکر ایک ایسا عمل ہے جس کی تلقین ہر کامیاب شخص کرتا ہے۔ اسی طرح دنیا کا کوئی بھی عقل مند اور کامیاب انسان کسی کو بھی انجام کی پرواہ کیے بغیر کوئی کام کرنے کی تلقین نہیں کرتا۔ ہمیشہ کام کے آغاز سے پہلے اسکے انجام کا بغور جائزہ لینا کامیاب افراد کی عادات میں شامل ہوتا ہے۔ دنیا وآخرت میں اپنا مقام بنانے والے ایسے کئی افراد کے واقعات ہمارے سامنے ہیں جنھوں نے انجام وہی کو فکر کو خود پر لازم کرتے ہوئے دور اندیشی سے اپنے معاملات کو پرکھا اور پھر ان پر عمل کرنے یا انہیں ترک کرنے کا فیصلہ کیا۔

ہمیشہ دور اندیشی کی سوچ رکھیں وقتی فائدے چند منٹوں یا چند دنوں تک ختم ہو جاتے ہیں۔ حالات اور واقعات کا مطالعہ کر کے اس کے تمام تر سنگین نتائج سے واقفیت اور انجام پر نظر کی بدولت دور اندیش انسان کو پہلے ہی علم ہو جاتا ہے کہ فلاں قدم اٹھانے پر کیا کچھ اثرات مرتب ہوں گے۔

کامیاب زندگی کے لیے مطالعہ کریں

والٹیئر کہتا ہے کہ:

"آپ کو اس حقیقت کا شعور ہونا چاہیے کہ جب سے دنیا بنی ہے، وحشی نسلوں کو چھوڑ کر دنیا پر کتابوں نے حکمرانی کی ہے"۔

مطالعہ کی عادت انسان کے لیے کامیابی کے سفر میں ایندھن کا کام کرتی ہے۔ اچھی کتاب کا مطالعہ انسان میں نئی روح پھونک دیتا ہے۔ انسان کی سوچ اور زندگی گزارنے کے انداز اس مطالعے سے یکسر بدل جاتے ہیں۔ بہترین اور معیاری کتابیں انسان کی تعمیر و تشکیل اور تربیت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ انسان اپنے آپ کو اور اپنی صلاحیتوں کو جانے بغیر کامیابی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ مطالعے کی عادت انسان کو اس کی صلاحیتوں سے روشناس کرواتی ہے اور اسے زندگی میں مقصد فراہم کرتی ہے۔ کتابوں میں دلچسپی اور مطالعہ کی یہ عادت اپنے آپ میں کسی بھی انسان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ انسان کی شخصیت میں نکھار اور کشش اسی مطالعے کی ہی مرہون منت ہوتی ہے۔ آپ دنیا کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں، آپ کو کامیاب افراد کی ایک لمبی فہرست ملے گی اور اس فہرست میں ان تمام کامیاب افراد کی مشترکہ خوبی مطالعہ سے لگاؤ واضح طور پر نظر آئے گی۔ دنیا کا ہر کامیاب، بااثر، اور امیر انسان ہمیشہ سے کتابیں پڑھنے کا شوقین رہا ہے۔ بل گیٹس، وارن بفے، مارک زکر برگ، ایلن مسک اور اسٹیفن ہاکنگ سمیت تمام افراد نے کتابوں کے مطالعے کو اپنے روزمرہ معمول میں خاص مقام دے رکھا ہے۔ بل گیٹس جو کہ سالوں سے دنیا کے امرا کی فہرست میں اولین نمبر پر ہے، اس کا کہنا ہے کہ:

"زندگی میں کامیابی کی ایک بڑی وجہ مطالعہ کی عادت ہے"۔

اسکے علاوہ بل گیٹس کہتا ہے کہ وہ سال میں با آسانی 50 بہترین کتابوں کا مطالعہ

کرنے کا عادی ہے۔ ہر ہفتے میں ایک کتاب کو پوری توجہ سے پڑھنا اس کی عادت ہے۔ کتابوں کے مطالعے کے لیے اس کی لائبریری اس کی پسندیدہ کتابوں سے بھری ہوئی ہے اور وہ مطالعہ کا شوقین ہے۔

سید اظفر رضوی کہتے ہیں کہ:

''زیادہ سے زیادہ کتابیں پڑھنے سے ہی انسان عالم کہلاتا ہے''۔

آج کے اس افراتفری کے دور میں کتابیں پڑھنے کا رواج ختم ہوتا جا رہا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے ہاں کامیابی پر بات کرنے والے تو ہزاروں افراد موجود ہیں مگر حقیقتاً کامیابی چند افراد کو ہی نصیب ہوتی ہے۔ آپ شاید یہ سن کر حیران ہوں گے کہ مطالعہ کی عادت انسان کو جسمانی اور ذہنی طور پر بھی تندرست رکھنے میں مفید ثابت ہوتی ہے۔ طبی ماہرین اس عادت کو طویل عمری کا راز مانتے ہیں۔

وارن بفٹ دنیا کی سب سے بڑی ملٹی نیشنل کمپنی تشکیل دینے والے، بیسویں صدی کے کامیاب ترین سرمایہ کار، انسان دوست شخصیت کے حامل، با اثر ترین فرد اور دنیا کے امیر ترین اشخاص میں سے ایک ہیں لیکن آپ جناب ہمیشہ سے ایسے نہیں تھے وہ ایک چھوٹے سے گاؤں میں آنکھ کھولنے والا اسکول بریک میں بچوں میں ٹافیاں اور بسکٹ فروخت کرنے والا بچہ بڑا ہو کر دنیا کا کامیاب سرمایہ کار اور امیر ترین آدمی بن گیا۔

وارن بفٹ اپنی کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے دو اہم باتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ آپ بتاتے ہیں کہ یہ کبھی نہ سوچیں کہ لوگ آپ کے بارے میں کیا سوچیں گے کیونکہ اگر آپ یہ سوچنے لگیں گے کہ لوگ کیا سوچتے ہیں اور کیا کہتے ہیں تو آپ کامیابی کے کئی اصول نظر انداز کر دیں گے۔ میں نے اپنے کاروبار میں ہمیشہ سرمایہ کاری کے اصولوں پر توجہ مرکوز رکھی۔ انسان اگر دوسروں کی سوچ اور فکر میں گھلتا رہے گا تو آزادی سے اپنے اصولوں پر عمل نہیں کر سکے گا اور سوچ کی یہ قید ہمیشہ اس پر حاوی رہتی ہے۔ دوسری چیز جو کہ وارن بفٹ کی اکثر باتوں سے نمایاں ہوتی ہے وہ ان کا مطالعہ کے لیے شوق ہے۔ وہ اپنے

دن کے 5 سے 6 گھنٹے مطالعہ میں صرف کرتے ہیں۔ اس دوران وہ 15 اخبار اور کارپوریٹ رپورٹس کے 500 صفحات پڑھتے ہیں۔ بفٹ کی پسندیدہ کتاب بنجامن گراہم کی The Intelligent Investor ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ کسی بھی جگہ سرمایہ کاری سے قبل مطالعہ کرتے ہیں۔ مطالعہ تحقیق کے دامن کو وسیع کرتا ہے اور یہ کہ دنیا کا ہر کامیاب انسان مطالعہ کا شوقین ہوتا ہے اگر آپ بھی کامیابی حاصل کرنے کے خواہشمند ہیں تو آپ کو بھی مطالعہ کی عادت اپنانی ہوگی۔ وارن بفٹ کا کہنا ہے کہ دریا کو دریا جانیں۔ اس کی گہرائی ناپنے کے لیے دریا میں چھلانگ لگانے کے بجائے باہر لگا بورڈ پڑھ لیں۔ زندگی میں اپنی غلطیوں سے نہیں بلکہ دوسرے کی غلطیوں سے سیکھنے کی کوشش کریں اور ایسا مطالعے کی مدد سے ہی ممکن ہے۔ ہر کام سے قبل ریسرچ کامیابی کی ضامن ہے۔

کامیابی اور صحت

واصف علی واصف کہتے ہیں کہ:

"غم کمزور انسانوں کا سوار ہوتا ہے اور طاقت ور انسانوں کی سواری"۔

زندگی کا اصول ہے کہ جو شخص جتنا مضبوط اور طاقت ور ہوگا وہ اتنے ہی بہترین انداز میں زندگی کی مشکلات کا سامنا کر سکے گا۔ کامیابی حاصل کرنے کے لیے انسان کا ہر لحاظ سے مضبوط ہونا بہت ضروری ہے تاکہ وہ نہ صرف کامیابی کو اپنا سکے بلکہ اپنی کامیابی سے بھرپور لطف اندوز ہو سکے۔

خود کو مضبوط بنانے سے کیا مراد ہے؟

انسان روح اور جسم کا مجموعہ ہے۔ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کو متاثر کرتی بھی ہیں اور ایک دوسرے سے متاثر ہوتی بھی ہیں۔ روح کی کمزوری جسم پر بھی اثر انداز ہوتی ہے اور اسی طرح جسم کی طاقت روح کو بھی تقویت بخشتی ہے۔ روح اور جسم، دونوں کی بہترین صحت انسانی کامیابی کے لیے ضروری ہے۔

ہر وہ انسان جو کامیاب ہونا چاہتا ہے وہ اپنی صحت پر خاص توجہ دیتا ہے۔ کامیابی کا اصل مزہ بھی صحت و تندرستی کے ساتھ ہے۔ صحت کی قیمت پر حاصل کی جانے والی کامیابی درحقیقت ناکامی ہی ہے۔ آپ ذرا غور کریں کہ اگر انسان ساری زندگی محنت و مشقت میں گزار دے مگر جب اپنی محنت کا پھل کھانے کا وقت آئے تو اس کی صحت اس قابل نہ ہو، ڈاکٹر نے درجنوں پرہیز بتا رکھے ہوں اور انسان دواؤں پر جی رہا ہو تو ایسی کامیابی کا کیا فائدہ؟

"ایک صحت مند جسم میں ہی صحت مند دماغ ہوتا ہے"۔

جو انسان روحانی اور جسمانی اعتبار سے صحت یاب نہ ہو اس کا ذہن بھی زرخیز یا productive نہیں رہتا۔ کامیاب افراد کے لیے ان کی جسمانی صحت اولین ترجیح ہوتی ہے۔ ان افراد کے روزمرہ معمول میں ورزش، متوازن غذا، اور مناسب نیند لازمی جز کے طور پر شامل ہوتی ہے۔ انسان کی جسمانی صحت اس کی عقل اور شعور پر اثر انداز ہوتی ہے اسی لیے بہترین جسم مثبت سوچ کو پروان چڑھنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ یہ مثبت سوچ انسان میں ہمت اور طاقت پیدا کر کے اسے مشکلات سے لڑنا سکھاتی ہے۔ کامیاب افراد اپنی سوچ کو مثبت، اپنے ارادوں کو پختہ اور اپنی ہمت کو مضبوط بنانے کے لیے روزانہ کی بنیاد پر ورزش کرنے اور عقل مندوں کی صحبت میں بیٹھنا پسند کرتے ہیں تاکہ ان سے کچھ اچھا سیکھ کر اسے اپنی زندگی میں شامل کر سکیں۔

انسان کی کامیابی میں روح اہم کردار ادا کرتی ہے اور روح کی غذا اللہ کے ذکر میں ہے۔ کامیاب افراد چاہے کسی بھی مذہب اور فرقے کے ماننے والے ہی کیوں نہ ہوں ان کا اپنے خالق کے ساتھ تعلق بہت گہرا بہت مضبوط ہوتا ہے اور اگر بات ہو مسلمانوں کی تو ہماری عبادات، اور خدا سے ہمارا تعلق ہماری روح کو تقویت بخشتا ہے جو ہماری کامیابی کا ضامن ہے۔ خدا کو بھی اپنے طاقت ور بندوں سے خاص محبت ہوتی ہے جو کہ عقل و شعور کے ساتھ ساتھ جسمانی اعتبار سے بھی اللہ کی راہ میں بہتر طور پر لڑ سکتے ہیں۔

"اللہ کے نزدیک طاقت ور مومن، کمزور مومن کی نسبت زیادہ محبوب ہے"۔ (صحیح مسلم)

روح دکھائی نہیں دیتی مگر انسان کے تمام کمالات اسی روح سے نکلتے ہیں اور اسی کی تندرستی سے ہی انسان بڑے سے بڑے مشکل حالات سے بہادروں کی طرح لڑ جاتا ہے۔ روح کی بے چینی سے جسم بھی لاغر ہو جاتا ہے اور انسانی جسم کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے۔ غرض یہ کہ کامیاب ہونے کے لیے انسان کا جسمانی اور روحانی اعتبار سے صحت

مند ہونا لازم و ملزوم ہے اور یہ وہ عادت ہے جسے آج تک ہر کامیاب انسان نے اپنایا ہے۔

زندگی میں انسان جہاں کامیابی کے لیے اتنی تگ و دو کرتا ہے وہیں اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے جسم اور روح کا بھی خیال رکھے تاکہ وہ اپنی کامیابی کا بھرپور فائدہ اور مزہ لے سکے۔ کامیاب افراد کی اپنی صحت کے حوالے سے اپنائی جانے والی خصوصی عادات کو اپنا کر کوئی بھی انسان نہ صرف اپنی صحت کو بہتر بنا سکتا ہے بلکہ اس کا یہ قدم کامیابی کی طرف پہلا قدم بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

1- مناسب نیند لیں۔
2- متوازن غذا کھائیں۔
3- صفائی کا خاص خیال رکھیں۔
4- قوت مدافعت بڑھانے کے لیے ورزش کریں۔
5- خود کو جسمانی طور پر مضبوط اور توانا بنائیں۔
6- اپنے ساتھ وقت گزاریں۔

غور طلب بات یہ ہے کہ ایسی کامیابی جو صحت کے عوض ملے وہ در حقیقت ناکامی ہے۔ میں نے ایسے کئی افراد کو دیکھا ہے جو اپنا سارا وقت، اپنے دن رات خوب محنت کرتے ہوئے گزارتے ہیں۔ انہیں نہ کھانے پینے کی ہوش ہوتی ہے اور نہ اپنوں کی خوشی غمی میں شریک ہونے کا موقع ملتا ہے۔ نتیجتاً ایسے افراد اپنی عمر کے چالیس یا پینتالیسویں سال بیٹھے بٹھائے لگ کر اپنی موت آپ مر جاتے ہیں۔ انہیں نہ کوئی یاد کرنے والا ہوتا ہے اور نہ ہی وہ زندگی کا مزہ لے پاتے ہیں۔ ایسے افراد کو ہرگز کامیاب افراد نہیں کہا جا سکتا کیونکہ کامیاب افراد کی زندگی کا ایک ایک لمحہ بہت محتاط انداز ے کے مطابق اپنے مقصد حیات کے ساتھ ساتھ گھر والوں اور اپنی صحت پر بھی صرف ہوتا ہے۔ ان کی زندگی بے رنگ نہیں ہوتی بلکہ ان کی کاموں کو لے کر مینجمنٹ اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ ان کا خاصا وقت اپنوں کے ہمراہ اور اپنی صحت کا خیال رکھتے ہوئے گزرتا ہے۔ کامیاب لوگ صحت کے عوض کامیابی نہیں

خریدتے۔ اگر انسان کامیابی کے سفر میں اپنے ہی لیے وقت نہ نکال پائے تو وہ ناکام ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

"اللہ سے معافی اور صحت کا سوال کرتے رہا کرو کیونکہ ایمان کی نعمت کے بعد تندرستی سے بہتر کوئی نعمت نہیں"۔

انسان کی زندگی میں صحت و تندرستی کی حیثیت ایک گاڑی کی سی ہے۔ ذرا سوچیے اگر گاڑی خراب ہوگی تو آپ اپنی منزل تک کیسے پہنچ پائیں گے؟ لہٰذا اپنی صحت کو خدا کی نعمت سمجھتے ہوئے اہمیت دیں اور خدا کے شکر گزار رہیں۔

خالق سے تعلق کامیابی کی ضمانت

حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کا مشہور قول ہے کہ:

''جس نے اپنے اور اللہ کے مابین معاملات کو درست رکھا، اللہ اسکے اور دوسرے لوگوں کے درمیان کے معاملات درست کردے گا''۔

آج کے اس دور میں ہر انسان پیسہ، شہرت، اور مقام و مرتبے کو کامیابی سمجھتے ہوئے اس کا خواہش مند نظر آتا ہے۔ انسان اپنی صحت کے عوض اپنے دن رات ان سب دنیاوی چیزوں کے حصول کے لیے صرف کردیتا ہے۔ اس سب کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ایسے بے شمار افراد ہیں جو بظاہر تو بہت کامیاب دکھائی دیتے ہیں اور ان کے پاس دنیا کی تمام سہولتیں بھی موجود ہوتی ہیں مگر انہیں اطمینان نہیں ملتا، خوشی نہیں ہوتی چین نہیں ملتا، انہیں سونے سے پہلے نیند کی گولیاں کھانی پڑتی ہیں یا ان کی زندگی کا اختتام بہت اذیت ناک اور خودکشی کی صورت میں ہوتا ہے۔ کامیابی مل جانے کے باوجود آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟

ہم انسانوں نے کامیابی کے لیے جو معیار بنا رکھے ہیں وہ سب کے سب غلط ہیں۔ کامیابی نہ تو پیسے میں ہے، نہ شہرت اور مقام و مرتبے میں ہے۔ کامیابی کا تعلق اس فانی دنیا سے ہے ہی نہیں۔ اصل کامیابی دل کا سکون ہے۔ جس کے پاس دل کا سکون نہیں اسکے پاس چاہے دولت کے انبار لگے ہوں وہ شخص حقیقی کامیابی سے محروم رہتا ہے۔

یہ دل کا سکون کیسے حاصل ہوگا؟

اس کا جواب اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ﷺ جان لو کہ اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔[الرعد]

خدا کو یاد کر کے، اس کی یاد میں چند آنسوں بہا کے، اپنا حال دل اسے سنا کے جو سکون و اطمینان انسانی دل کو حاصل ہوتا ہے وہ دنیا کی کسی اور چیز میں نہیں ہے۔ انسان کا خدائے واحد کے ساتھ تعلق کامیاب زندگی کا وہ راز ہے کہ جس نے اسے پالیا اسے پھر اور کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اگر انسان کے پاس خدا ہو اور پوری دنیا اسکے خلاف بھی کھڑی ہو جائے تو بھی انسان کو کمزور نہیں کرسکتی جب کہ اس کے برعکس انسان کے پاس دنیا کی ہر سہولت ہر کامیابی موجود ہو لیکن اس کا اللہ پر ایمان نہ ہو تو ایسا شخص کامیاب ہو کر بھی ناکام رہتا ہے۔ ناکامی کا خوف اسے موجودہ کامیابی کا بھی مزہ نہیں لینے دیتا۔ آپ اپنے ارد گرد لوگوں کو دیکھیں، ان کا موازنہ کریں، آپ کو ایسے کئی افراد مل جائیں گے جو بنگلے اور کوٹھیوں میں رہ رہے ہیں مگر ان کی زندگی مایوسی کی مثال آپ ہے جبکہ دوسری طرف آپ کے گھر کے قریب ہی کوئی چوکیدار، کوئی ایسا انسان جس کے پاس ضروریات زندگی بھی شاید مکمل طور پر موجود نہیں ہیں مگر اس کا دل مطمئن، نیند میٹھی اور مسکراہٹ پرسکون ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ کیوں کہ انسان کی اصل دولت اس کا خدا پر ایمان اور اسکے ساتھ مضبوط تعلق ہے۔ جس کے پاس یہ حقیقی دولت جتنی زیادہ ہے وہ اپنی ذات میں اتنا ہی خوش اور مطمئن ہے۔ اور یہ سب انسان کو یوں ہی نہیں مل جاتا۔ اسکے لیے انسان کو اپنے خالق حقیقی سے تعلق قائم کرنا پڑتا ہے اور تعلق قائم کرنے کے لیے محنت درکار ہوتی ہے اور یاد رکھیں اللہ کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ جو کہ خالق کائنات ہیں انہوں نے قرآن مجید میں حقیقی کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے انسان کے بنائے ہوئے ان کھوکھلے معیاروں کا رد کیا اور پھر دل کے سکون اور آخرت کی کامیابی کو حقیقی کامیابی کہا ہے۔ انسان دنیاوی اعتبار سے کتنا ہی کامیاب کیوں نہ ہو اس کو تب تک کامیابی کا حقیقی لطف سمجھ نہیں آسکتا جب تک اس کی ساری محنت اور منزل کا رخ آخرت نہ ہو۔ اخروی کامیابی کی بنیاد انسان کو اسی دنیا میں رکھنی پڑتی ہے۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر ہی انسان آخرت میں کامیابی

حاصل کر سکتا ہے۔ سورت المومنون کے آغاز میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں جس کا مفہوم ہے کہ یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی اور پھر اللہ تعالیٰ ان کی نشانیاں بیان کرتے ہیں کہ مومنین وہ ہیں جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ جو امانت میں خیانت نہیں کرتے اور جو وعدہ خلافی نہیں کرتے وہ تمام کے تمام کامیاب لوگ ہیں۔ اللہ کے نزدیک ایک مومن کی کامیابی کیا ہے؟ اس کا جواب بھی قرآن میں ہی موجود ہے کہ اصل کامیابی تو جنت الفردوس ہے۔ جو شخص اس دنیا میں اللہ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرے گا اسی کے لیے اس دنیا میں بھی خوبصورت زندگی "حیات طیبہ" ہے اور آخرت کی بھی تمام کامیابیاں اسی کے لیے ہیں۔

ایک لمحے کے لیے ذرا سوچیں کہ ہم انسان اپنی ساری زندگی محنت و مشقت کرتے ہیں۔ کس لیے؟ اچھی اور پر آسائش زندگی کے لیے ہی ناں؟ اور اللہ کیا کہہ رہے ہیں کہ جو شخص اللہ کے احکامات کو مانتے ہوئے اسکے ساتھ اپنا تعلق قائم کرے گا اللہ اسے صرف دنیا میں کامیاب زندگی نہیں بلکہ دنیا و آخرت میں خوبصورت زندگی عطا کر دے گا جس میں سکون ہوگا، نعمتیں ہوں گی اور سب سے بڑھ کر اس کا ٹھکانہ، اس کا گھر، اس کا مقام جنت ہوگا۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ انسان کے لیے خدا پر ایمان رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے دنیاوی معاملات میں محنت کرنا لازمی ہے مگر اپنے آپ کو صرف دنیاوی زندگی تک محدود کر کے اپنی تمام تر کاوشوں کا مرکز دنیا کو ہی بنا لینا غلط ہے۔ مومن تو وہ ہے جو اللہ کے ساتھ مضبوط تعلق رکھتے ہوئے اپنے اور اپنے گھر والوں کی ضروریات کا بھی خیال رکھے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں کہ:

> ترجمہ: پھر جب نماز پوری کر چکو تو زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو (لیکن اس دوران بھی) اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تا کہ تم فلاح کو پہنچو۔ [الجمعہ]

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے سے انسان کو بہترین انداز میں کامیاب زندگی کا راز سمجھا دیا ہے۔ اللہ کا سکھایا ہوا یہ طریقہ اتنا کامل اور بہترین ہے کہ اس سے نہ تو انسان کا خدا سے تعلق کمزور ہونے کا خدشہ رہتا ہے اور نہ ہی انسان کے دنیاوی معاملات میں کوئی رکاوٹ آتی ہے۔ انسان جب دل میں اللہ کو یاد کرتا جسم سے کھانے کمانے اور حقوق العباد پورے کرنے میں مشغول رہتا ہے تو اللہ بھی اسے اجر مسلسل عطا کرتے ہیں۔

انسان جب اللہ کی یاد میں کھو کر کام کرتا ہے تو اسکے کام میں اللہ کی خاص محبت شامل ہو جاتی ہے۔ انسان کا کام خود بخود بہترین نتائج دیتا ہے۔ ذرا سوچیں کہ ایسا کیسے ممکن ہے کہ انسان اللہ کی یاد میں کھو کر کوئی کام کرے اور وہ جو مخلوق کی بگڑیاں سنوارنے والا ہے وہ اپنے محبت کرنے والے کا کوئی کام بگڑنے دے؟ یقین جانیے اللہ کی یاد کے دوران پکے ہوئے پکوان کی لذت ہی کچھ اور ہوتی ہے، جو کھانا اسے یاد کرتے ہوئے کھایا جائے وہ کیسے کسی بیماری یا تکلیف کا سبب بن سکتا ہے؟ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے جس اولاد کی تربیت کی گئی ہو وہ کیسے نافرمان ہو سکتی ہے؟ جب ہم اس بابرکت ذات کی یاد میں لگ جاتے ہیں تو وہ ہماری یاد میں لگ کر ہمارے ہر کام کو سنوار دیتا ہے حتیٰ کہ ہمیں دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں مل جاتی ہیں۔

شکر کی اہمیت

موٹیویشنل اسپیکر نک ویسک کہتا ہے کہ:

''میں نے آج تک کسی شکر گزار انسان کو پریشان نہیں دیکھا اور میں نے آج تک کسی پریشان کو شکر گزار نہیں پایا''۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے جس میں انسان کے جسم اور عقل و شعور کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس دنیا میں آنے سے لے کر موت تک اور پھر روز محشر سے جنت تک انسان کو ہر چیز اللہ ہی کے فضل سے ملتی ہے ورنہ ہم انسان اس قابل نہیں کہ اپنے لیے ایک سانس بھی خود پیدا کر سکیں۔ حقیقی معنوں میں کامیاب انسان وہی ہے کہ جب اس کو کوئی کامیابی اور خوشی عطا کی جاتی ہے وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور بعض افراد تو ایسے ہیں کہ وہ خود پر آنے والی مصیبت اور مشکلات پر بھی اللہ کا شکر گزار رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو مشکل کے وقت صبر کے ساتھ شکر کی یہ ادا انتہائی محبوب ہے۔ اسی لیے حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم فرماتے ہیں کہ:

''پریشانی خاموش رہنے سے کم، صبر کرنے سے ختم اور شکر کرنے کرنے سے خوشی میں بدل جاتی ہے''۔

اللہ نے انسان پر جو رحمتیں نازل فرما رکھی ہیں ان کا شکر ادا کرنا ہم سب پر لازم و ملزوم ہے مگر ہم انسان لاپرواہی کی انتہا پر پہنچے اپنے دکھوں کو تو روتے رہتے ہیں مگر شکر کا ایک لفظ اپنی زبان سے نہیں نکالتے۔ ہمیں ذرا سی تکلیف پہنچے تو ہم مایوس کن باتیں کرنے لگتے ہیں جب کہ انسان کتنی ہی مصیبتوں کا مارا کیوں نہ ہو، اسکے پاس شکر ادا کرنے کے لیے بے شمار نعمتیں ہر وقت موجود ہوتی ہیں جنہیں نظر انداز کر کے اپنے دکھوں کا رونا روتا رہتا ہے۔ ہماری یہ ناشکری ہم سے ہماری کامیابی اور نعمتوں کو چھین لیتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب

بھی انسان کو پریشانی یا مایوسی کا احساس ہونے لگے تو اسے اپنے اردگرد ان نعمتوں پر نظر دوڑا لینی چاہیے جو کہ خدا تعالیٰ نے اسے عطا کر رکھی ہیں۔ اس سے نہ صرف انسان کو اپنی مشکلات چھوٹی لگتی ہیں بلکہ سکون ملتا ہے اور اس میں شکر کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ جو لوگ شکر گزاری کو اپنا لیتے ہیں ان میں زندگی کے متعلق اچھی امید پروان چڑھتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے شکر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو اپنے کرم سے نوازنے کا ارادہ فرماتا ہے تو ان کی عمر دراز اور انہیں شکر گزاری سکھا دیتا ہے''۔ (کنز العمال)

اس حدیث سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انسان کی کامیابی اور کامیاب زندگی کے لیے شکر گزاری کی یہ عادت کتنی اہمیت کی حامل ہے۔ انسان کو دنیا و آخرت کی کامیابی تب تک مل ہی نہیں سکتی جب تک اللہ اس پر اپنا کرم نہ فرما دے۔ حقیقی کامیابی تو ہے ہی یہی کہ انسان کے ساتھ کوئی ہو نہ ہو اللہ ہونا چاہیے تو ذرا سوچیں جس کو شکر گزاری کی عادت اپنا کر اللہ مل جائے وہ کیسے ناکام ہو سکتا ہے؟ اس شکر گزاری کے ذریعے صرف دنیا میں ہی نہیں بلکہ روز محشر بھی انسان کا شمار اللہ کے محبوب اور افضل بندوں میں ہوگا جو اپنے آپ میں ہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں اپنے پاؤں دیکھتے ہوئے دل میں خیال آیا کہ پاؤں میں جوتا نہیں ہے۔ تھوڑا سا آگے گئے تو ایک شخص پر نظر پڑی جس کے پاؤں ہی نہیں تھے۔ یہ دیکھنا تھا کہ فوراً سجدے میں گر گئے اور خدا کا شکر ادا کرنے لگے کہ کیا ہوا اگر جوتا نہیں ہے، پاؤں تو ہیں اور میں خود بھی صحیح سلامت ہوں۔ انسان کی یہ عاجزی اور شکر کی عادت ہی اس کی کامیابی اور خوشی کا زینہ ہوتی ہے۔ صبر اور شکر کے اس مقام پر جو لوگ شکوے کو ترجیح دیتے ہوئے ناشکری کر گزرتے ہیں ان کے لیے پھر ابدی ناکامی لکھ دی جاتی ہے حتیٰ کہ وہ خدا کی طرف لوٹ آئیں۔

مولانا جلال الدین رومی فرمایا کرتے تھے کہ:

"ہر وقت خدا کا شکر ادا کرتے رہا کرو۔ صرف پیسہ اور دولت ہی
رزق نہیں ہے بلکہ علم، عقل، چہرہ، اولاد، ادب اور اخلاق بھی رزق
میں شامل ہوتے ہیں"۔

آج کے دور میں ہم اپنا محاسبہ کریں تو ہم میں سے اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے۔ ہم میں اکثر لوگ چاہے کسی بھی مقام و مرتبے پر فائز ہوں، اپنی نوکری، اپنے مقام و مرتبے، اپنے بیوی بچوں، اپنے ذاتی اور کاروباری معاملات سے ناخوش نظر آتے ہیں۔ اللہ کی عطا کردہ بے شمار نعمتوں سے مایوس آج ہر بندہ اپنا رونا لے کر بیٹھا ہے۔ خدا کا شکر گزار ہونا تو دور ہم لوگ تو آپس میں بھی اس معاملے میں انتہائی کنجوسی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہ ہمارے ہاں بیشتر افراد کی ناکامی کی بہت بڑی وجہ ہے۔ کامیاب افراد اور کامیاب اقوام چھوٹی سے چھوٹی بات اور معاملے پر بھی ہر چھوٹے بڑے کے شکر گزار نظر آتے ہیں اور میرے نزدیک ان کی یہ عادت ان کے لیے کامیابی کو آسان بنا دیتی ہے۔ اسی حوالے سے اللہ تعالیٰ قرآن میں بھی فرماتے ہیں کہ:

"جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا"۔

کامیابی حاصل کرنے کے لیے انسان کو ہر حال میں اپنے اردگرد موجود لوگوں اور خدائے واحد کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔ انسان اگر اللہ کا شکر ادا کرتا رہے تو اللہ کا اس سے وعدہ ہے کہ اسے مزید نعمتوں سے نوازا جائے گا لیکن اگر ناشکری کو ہم نے اپنا شیوہ بنا لیا تو اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے۔ شکر کا تعلق محض زبان سے نہیں انسانی عمل سے بھی ہے۔ لوگوں کی مدد کرنا، اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، اللہ کے لیے اپنے رشتے داروں سے محبت رکھنا اور غمزدہ کو تسلی دینا بھی شکر کی عملی مثال ہے۔ آپ شکر کی عادت اپنا لیں اور پھر دیکھیں زندگی کس طرح تبدیل ہوتی ہے۔ ہر طرف سکون، positivity اور آسانی ہوگی۔ آپ کے معاملات سنورتے چلے جائیں گے اور آپ کامیابی کے ساتھ بہترین زندگی گزارنے کے قابل ہو جائیں گے۔ اس لیے شکر گزاری کو اپنایئے۔ اسکے لیے آپ کوئی بھی طریقہ اختیار

کرنا چاہیں کریں یا کم از کم اپنے دل و دماغ میں ان چیزوں کا شکر ادا کرنے کی کوشش کریں جو اللہ نے آپ کو عطا کر رکھی ہیں۔ اعلیٰ اخلاق کا اظہار انہی عادات سے ہوتا ہے۔ مہذب معاشرے یوں ہی قیام میں آتے ہیں۔

حُسنِ نیت، فائدہ ہی فائدہ

ترجمہ: اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے
اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے دل میں ہے یا چھپاؤ اللہ تم سے اس
کا حساب لے گا۔ [البقرہ]

نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔ انسان کا ہر عمل اس کی نیت کے مطابق ہوتا ہے۔ انسان دنیا میں جو بھی کام کرتا ہے اس سب میں اللہ اس کی نیت پرکھتا ہے کہ آیا انسان نے وہ کام نیک نیتی سے کیا ہے یا بد نیتی سے۔ اللہ کے ہاں انسان کے درجات اور جزا و سزا کا سارا معاملہ اس نیت کی ہی بنیاد پر کیا جائے گا۔

امام بخاری رحمہ اللہ وہ اعلیٰ شخصیت ہیں جنہوں نے احادیث کو جمع کرنے کے لیے انتہائی محنت اور پاکیزگی کے ساتھ ساتھ اللہ سے دعا کرتے ہوئے اپنے اعمال کو بہتر بنایا۔ آپ کی نیک نیتی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سینکڑوں برس گزرنے کے باوجود احادیث کے اس مجموعے "صحیح بخاری" کو تمام امت مسلمہ کے لیے سند کا درجہ عطا کر رکھا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب کا آغاز اس نیک نیتی کی اہمیت واضح کرتی حدیث کے ساتھ ہوتا ہے کہ:

"بے شک اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور بلاشبہ انسان کے لیے
وہی کچھ ہے جو وہ نیت کرتا ہے"۔ (صحیح بخاری: باب الایمان)

میں سمجھتا ہوں مندرجہ بالا یہی ایک حدیث ہی ہم انسانوں کے لیے نیت کی درستگی کے اعتبار سے کافی ہے۔ اس ایک حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم انسانوں کو کامیابی کا راستہ دکھا دیا ہے کہ جیسی ہماری نیت ہوگی ویسے ہی ہمارے معاملات کا نتیجہ ہوگا۔ ہم دین کا مطالعہ کرتے ہوئے بارہا یہ محسوس کرتے ہیں کہ رب ذوالجلال نے عمل کی نسبت نیت کو اہمیت عطا کی ہے۔ اس کی

ہے مگر اس کی نیت سے خالصتاً اللہ ہی واقف ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کی نیت کو عمل سے مقدم رکھا ہے۔

مشہور جرمن فلاسفر کانٹ کہتے ہیں کہ:

"وہ فعل اخلاقی ہے جو نیک نیتی سے انجام دیا گیا"۔

ہر کام، ہر معاملے میں انسان کی نیت بہت اہمیت کی حامل ہے اور اس کا عملی مظاہرہ انسان کو اپنے کام کے اختتام پر نتیجے کی صورت میں دیکھنے کو مل جاتا ہے۔ نیک نیتی، خدا کی رضا اور لوگوں کی بھلائی کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا جانے والا کام جلد یا بدیر انسان کے حق میں بہترین ثابت ہوتا ہے اور انسان کو کامیابی کی بلندیوں پر لے جاتا ہے جبکہ خود غرضی کی بنیاد پر بدنیتی کے ساتھ کیے جانے والے کام میں انسان کو ہر مرحلے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور آخر کار نتائج بھی مایوس کن ہوتے ہیں۔

انسان اگر حسن نیت کے ساتھ اپنے آپ کو مقصد حیات کی طرف گامزن رکھے تو اسے نہ صرف اللہ کی خوشنودی بلکہ والدین کی دعائیں بھی ملتی ہیں جو کہ اس کے لیے کامیابی کے سفر کو آسان بنا دیتی ہیں۔ آپ کسی بھی کام کا آغاز کرنے لگیں، خواہ وہ تعلیم ہو یا کاروباری معاملات، گھریلو زندگی ہو یا رشتے داروں کے ساتھ میل جول اس سب میں جب تک انسان کی نیت خالص نہیں ہوگی تب تک اس کے لیے کامیابی محض خواب ہی رہے گی۔ نیک نیت کامیابی کی وہ کنجی ہے جس کا حصول انسان کو رہتی دنیا تک کے لیے مثال بنا دیتا ہے۔ وہ تمام افراد جو کامیاب ہوتے ہیں، ان کا تعلق چاہے کسی بھی مذہب یا فرقے سے ہو، ان میں ایک مشترکہ خوبی حسن نیت ہوتی ہے۔ یہی وہ خوبی ہی جو کامیاب افراد کو اپنے لیے مسائل پیدا کرنے والوں کا بھی بھلا سوچنے پر مجبور کرتی ہے اور پھر ایک دن آتا ہے جب انسان کامیاب ہو کر ایسے تمام افراد کے لیے آسانیاں پیدا کرنے والا بن جاتا ہے۔ لوگ بھی اسے سراہتے ہیں اور خدا بھی اس سے راضی ہو جاتا ہے

سید قاسم علی شاہ صاحب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ پاکستان کے

معروف موٹیویشنل سپیکر، مصنف، دانشور، ماہر تعلیم اور ٹرینر ہیں۔ بلاشبہ آپ ایک بہترین اور کامیاب انسان ہیں۔ آپ کی یہ کامیابی آپ کی نیک نیتی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ شاہ صاحب انٹرویوز میں ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے کالج کے دنوں سے ہی اپنے وطن اور اسکے نوجوانوں کی بھلائی اور ترقی کے لیے بہت کچھ کرنے کی ٹھان لی تھی۔ آپ کی تمام تر کاوشیں اپنے ملک کے لوگوں کو پھلتا پھولتے دیکھنے کے لیے تھیں۔ ایک انٹرویو کے دوران شاہ صاحب کہنے لگے کہ میں پری انجینئرنگ کا طالب علم تھا جب اکتوبر کے مہینے میں پرچوں سے تقریباً چھ ماہ پہلے میرے پاس ایک سٹوڈنٹ آیا جس کا نام خرم شہزاد تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ قاسم صاحب میں آپ سے فرسٹ ایئر کا میتھ پڑھنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ مجھے یہ پڑھا دیں گے؟ میں ان دنوں چونکہ فارغ تھا لہٰذا میں نے کہا پڑھانے کی ہامی بھر لی۔ میں نے خرم سے کہا کہ خود بھی اکیڈمی جاتا ہوں اس لیے میرے اکیڈمی جانے سے پہلے آپ میرے پاس آ جایا کریں۔ میتھ ٹیوشن کے تیسرے ماہ خرم مجھ سے کہنے لگا کہ شاہ صاحب مجھے آپ کی ہر بات بہت اچھی طرح سمجھ آتی ہے اور آپ کے سمجھانے کا انداز بہت شاندار ہے۔ ٹیوشن کا سلسلہ چلتا رہا اور اسی دوران میرے سیکنڈ ایئر کے پیپر بھی ہو گئے۔ رزلٹ کے بعد میں نے انجینئرنگ کی تیاری شروع کر دی جبکہ خرم شہزاد سیکنڈ ایئر میں پروموٹ ہو گیا۔ ایک دن خرم شہزاد اپنے ساتھ مزید دو تین سٹوڈنٹ لے کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ ہمیں پڑھا دیا کریں۔ میرے ساتھ یہ مسئلہ تھا کہ میرے گھر میں جگہ نہیں تھی۔ میں نے گھر کے گیراج میں دو تین کرسیاں رکھ کر انہیں پڑھانا شروع کر دیا۔ شروع کے دو تین سالوں میں صرف میتھ پڑھاتا تھا۔ ہم پانچ یا چھ شیٹیں لگاتے اور اس میں کاربن پیپر رکھ لیتے۔ میں انہیں سمجھاتا اور وہ لکھتے جاتے۔ وقت کے ساتھ ساتھ طالب علموں کی تعداد بڑھتی گئی اور یوں دیکھتے ہی دیکھتے ڈیڑھ سال کے اندر پچاس کے قریب طالب علم مجھ سے میتھ پڑھنے کے لیے آنے لگے۔ اس دوران سب سے بڑا مسئلہ یہ آیا کہ کاربن پیپر والا طریقہ چلنا مشکل ہو گیا۔ مسئلے کے حل کی خاطر طالب علموں کے کچھ گروپ بن جاتے

تھے۔ میں ایک گروپ کو پڑھاتا جبکہ دوسرا گروپ انتظار کرتا تھا۔ ایک ہی سوال کو میں کئی دفعہ لکھتا جس سے بہت وقت ضائع ہو جاتا۔ پھر اس کا بھی حل تلاش کیا اور میں نے ایک وائٹ بورڈ خرید لیا جو آج بھی میرے پاس موجود ہے۔ اس کو میں نے گیراج کے دروازے کے ساتھ لٹکا کر بچوں کو سمجھانا شروع کر دیا۔ گروپ کی شکل میں میتھ کے طالب علم آتے اور پڑھتے اسی طرح یہ سلسلہ تین یا چار سال چلتا رہا۔ طالب علموں کی تعداد دو سے زائد ہو گئی تو مجھے جس چیلنج کا سامنا کرنا پڑا وہ جگہ تھی۔ میں نے گھر والوں سے درخواست کی کہ ڈرائنگ روم میرے حوالے کر دیں کیونکہ میں ٹیوشن سے کچھ کمانے لگا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ میں ان بچوں کو بھی پڑھاتا رہوں۔ میری والدہ کی طبیعت ذرا سخت ہے تو انہوں نے شروع میں مجھے ٹیوشن کے لیے ڈرائنگ روم دینے کے لیے سختی سے منع کر دیا مگر میری لاکھ کوششوں کے بعد بالآخر یہ طے پایا کہ شام کو میں صاف صفائی کے بعد انہیں ویسے ہی ڈرائنگ روم لوٹاؤں گا جیسا وہ دن میں ہوا کرتا تھا۔ میں نے ایک طویل عرصہ تک اپنے اس شوق اور صلاحیت کو یوں ہی ڈرائنگ روم کی چار دیواری میں پھلنے پھولنے کا موقع دیا اسی دوران میتھ کے ساتھ ساتھ کچھ فزکس اور سائیکالوجی کے طلباء کو پڑھانے کا موقع ملا۔

قاسم علی شاہ صاحب بتاتے ہیں کہ وہ بچوں کو دوران تعلیم اخلاقیات بھی سکھایا کرتے تھے۔ طلباء کو زندگی کا معنی و مفہوم سمجھانے کے ساتھ ساتھ زندگی کے دیگر معاملات میں ان کی راہنمائی کیا کرتے تھے۔ آپ کی یہ کاوش خلوص دل سے محض لوگوں کو اچھا انسان بنانے کے لیے تھی جس کا پھل اور اجر اللہ نے انہیں کئی گنا بڑھا چڑھا کر عطا کیا۔ آج سید صاحب کے چاہنے والے پورے پاکستان میں موجود ہیں۔ ملک کی مایہ ناز شخصیات کی کتابوں اور حوالوں میں آپ کا تذکرہ آپ کی کامیاب شخصیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ایمانداری کا درجہ

سرورِ کونین محمد ﷺ نے فرمایا کہ:

"بے شک اللہ تعالیٰ ہر نگران سے اس کی نگرانی کے بارے میں سوال کرے گا کہ کیا اس نے اس کی حفاظت کی ہے یا اسے ضائع کر دیا ہے"۔

مشہور محقق ڈاکٹر تھامسلے نے انسانی کامیابی کی وجوہات اور عادات بیان کرتے ہوئے ایمان داری کو سرفہرست رکھا۔ ایک تحقیق کے مطابق پوری دنیا میں تقریباً 98 کاروبار کرنے والے کامیاب افراد ایماندار ہوتے ہیں۔ اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان چاہے کسی بھی مذہب یا قبیلے سے تعلق رکھنے والا ہو، ایمانداری اسکے ایمان کا ایک حصہ ہے۔ ایمانداری کا مطلب ہے کہ آپ کسی ایسی چیز کو قبول نہ کریں جس پر آپ کی محنت نہیں ہوئی اور آپ اپنے حصے سے زیادہ لینے کے بارے میں نہ سوچیں۔ کامیاب افراد زندگی کے ہر معاملے میں ایمانداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

سچائی اور ایمان داری کو معاشرے میں بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اگر معاشرے میں ایمان داری نہ رہے، جھوٹ اور خیانت عام ہو جائے تو اس معاشرے کو زوال سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ گولیب ڈٹ ویلر انسٹیٹیوٹ کے ماہرین نے ایک تحقیق کے نتائج بیان کرتے ہوئے بتایا کہ ایک انسانی معاشرے میں ایمانداری کی موجودگی لازمی ہے اور اگر کسی معاشرے میں یہ لازمی جز موجود ہو تب ہی وہ معاشرہ ترقی کے قابل بن سکتا ہے اور معاشرے کے دیگر پرزے بھی ٹھیک طرح کام کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ایک معاشرے اور ملک کو ترقی یافتہ بنانے میں ایمان داری اہم ترین کردار ادا کرتی ہے۔

ایمانداری کی اس اہمیت کو جاننے کے باوجود ہمارے معاشرے میں اسے کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی۔ آج کل اچھے خاصے پڑھے لکھے حتیٰ کہ بعض دین دار افراد بھی

لوگوں کا حق تلف کرتے نظر آتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے معاشرے کی ناکامی کی ایک بہت بڑی وجہ ہے۔ ہمارے ہاں ایک بہت بڑی غلط فہمی یہ ہے کہ ہم ایمانداری کو پیسے کی حد تک محدود رکھتے ہیں حالانکہ ایمان داری میں لوگوں کو بھلائی کی طرف بلانا، عہدے کی حفاظت کرنا، اچھا مشورہ دینا، کسی کے راز کی حفاظت کرنا، لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرنا اور لوگوں میں انصاف کرنا بھی شامل ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

"تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اسکے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ لوگوں کا حکمران ان کا نگران ہے اور اس سے ان لوگوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ آدمی اپنے گھر والوں کا نگران ہے اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی اور اس کی اولاد کی نگران ہے اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ آدمی (غلام/ ملازم) اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اس سے اس بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پس تم میں سے ہر ایک شخص نگران ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا"۔

اس حدیث میں یہ بات واضح طور پر سمجھا دی گئی ہے کہ ہر انسان کا ایماندار ہونا کیوں ضروری ہے۔ روزِ محشر اللہ ہر انسان، مرد و عورت سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال پوچھیں گے کہ وہ اپنے معاملے میں کتنا سچا اور امین رہا ہے۔ اس طرح ایمانداری کا اطلاق ہر چھوٹے بڑے، سیاسی، انتظامی، معاشی، معاشرتی اور گھریلو امور پر ہوتا ہے۔ لوگوں کے حقوق ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اس لیے ہر فرد کو اپنے فرائض کی ادائیگی کا خیال رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایمانداری ایک ایسی خوبی ہے جسے معاشرے کے ہر فرد میں پیدا کیے بغیر معاشرے کو دھوکہ دہی، ظلم و زیادتی اور عدم اعتمادی جیسے مسائل سے نہیں نکالا جاسکتا اور تمام مادی وسائل اور مال کی کثرت کے باوجود معاشرے میں امن و سکون کی

زندگی گزارنے کو ممکن نہیں بنایا جا سکتا۔ میرا ماننا ہے کہ یہی وہ وجہ ہے جس نے ہر دور میں لوگوں کو چاہے ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو سب کے لیے ایمانداری کو پسند کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دین فطرت قرار دیا ہے۔ اللہ نے انسان کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے والا بن کر اس دنیا کو لوگوں کے رہنے کی بہتر جگہ بنانے کی کوشش کرے۔ اس ضرورت کے پیش نظر جب تک معاشرے میں ایمانداری کی فضا کو قائم نہیں کیا جائے گا تب تک اس دنیا کو بہتر بنانا ناممکن ہے۔ انسان اگر باہمی تعاون پر توجہ دیتے ہوئے ایمان داری کا مظاہرہ کرنے لگیں تو دنیا سے غربت کا نام ونشان مٹ کر رہ جائے گا۔

میں کامیاب ترین افراد کے مطالعے سے یہ بات جان کر کافی خوش گوار حیرت میں مبتلا ہوا کہ دنیا میں موجود تقریباً ہر کامیاب انسان اپنے اردگرد کے لوگوں کا، خاص طور پر غریب اور یتیم افراد کا بہت خیال رکھتا ہے۔ ان کے کھانے پینے اور ضروریاتِ زندگی کا خیال رکھتا ہے۔ اور یہ سب وہ اپنا فرض سمجھتے ہوئے کرتا ہے۔ یہ ایسی مشترکہ سوچ ہے جو اکثر کامیاب افراد میں پائی جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ دنیا انہیں ہمیشہ سنہری حروف میں یاد رکھتی ہے۔ عبدالستار ایدھی صاحب کی مثال آپ کے سامنے ہیں جنھوں نے اپنا آپ لوگوں پر قربان کر دیا۔ آپ کی ساری ایمانداری اور نیک نیتی کی مثال آپ ہے۔

دین اسلام میں ایمان داری کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ قرآن مجید اور احادیث میں بار بار ایمان داری کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

> ترجمہ: بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو عدل و انصاف سے فیصلہ کرو، یقیناً وہ بہتر چیز ہے جس کی نصیحت تمھیں اللہ کر رہا ہے، بے شک اللہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ [النساء]

حدیث:

"اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں اور اس کا کوئی دین نہیں جو

عہد کا پورا نہیں"۔ (مشکوۃ)

جس طرح قرآن وحدیث سمیت سائنسی تحقیق نے بھی بار بار ایمانداری پر زور دیا ہے اور اسے معاشرے کی تشکیل وترقی کے لیے لازمی جز قرار دیا ہے وہیں خیانت اور لوگوں کا حق مارنے سے بھی بار بار روکا گیا ہے کیونکہ یہ وہ بری عادات ہیں جو کسی بھی معاشرے کی بربادی اور ناکامی کا باعث بنتی ہیں۔ خیانت سے مراد اپنی ذمہ داریوں سے غفلت برتنا ہے۔ مثلاً لوگ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے کے بجائے ان کے ساتھ زیادتی برت رہے ہوں تو یہ خیانت کہلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حوالے سے قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

> ترجمہ: بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔
>
> [الانفال]

جو کوئی بھی شخص اپنے معاملات میں خیانت کا مرتکب ہوگا اسے دنیا و آخرت میں ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ وہ قانون ہے جسے اللہ نے انسانوں کی فلاح کے لیے مرتب کیا اور اب اس سے غفلت برتتے پر انسان نہ تو اس دنیا میں کامیابی کی زندگی گزار سکتا ہے اور نہ ہی آخرت میں اس کا کوئی حصہ ہوگا۔

کامیاب افراد اپنے ہر عمل میں ایمان داری کے ساتھ ذمہ داری قبول کرتے ہوئے اسے احسن طریقے سے مکمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کی یہی خوبی انہیں کامیابی کی طرف لے جاتی ہے جبکہ ناکام افراد لوگوں کا حق مار کر وقتی کامیابی حاصل کرنے میں تو کامیاب ہو جاتے ہیں مگر جلد ہی ان کے دھوکے کا سرا ٹوٹ جاتا ہے اور وہ ناکامی کی گہرائیوں میں جا گرتے ہیں جہاں سے نکلنا اکثر ناممکن ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر آپ کامیاب زندگی کا خواب دیکھتے ہیں تو ایمانداری کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے دیں۔ اس عادت کو پکڑ لیں یہ آپ کو کامیابی کی بلندیوں تک لے جائے گی۔

علمی قابلیت سے ملکی ترقی تک

''تمام خوبیوں کا مجموعہ علم سیکھنا، اس پر عمل کرنا اور پھر اوروں کو سکھانا ہے''۔(امام جعفر صادق رحمہ اللہ)

تاریخِ دنیا پر نظر دوڑائی جائے تو تمام قوموں کی ترقی ہمیشہ سے ہی نوجوانوں کی سوچ، فکر اور کردار کی مرہونِ منت رہی ہے۔ اس سوچ اور فکر کو مثبت انداز میں عملی جامہ پہنانے کے لیے نظامِ تعلیم کو خاص مقام حاصل ہے۔ تعلیم انسان کو عقلی اور ذہنی شعور فراہم کرنے کے ساتھ ملکی ترقی کے لیے صبر و ہمت کے ساتھ محنت کرنے کا ہنر سکھاتی ہے۔ پھر انسان اس قابل ہو جاتا ہے کہ اپنے اہداف کو حاصل کرنے کے لیے محنت کرتے ہوئے دنیائے سائنس اور ٹیکنالوجی میں ایجادات کا موجب بنتا ہے۔ ایک عام انسان تعلیم و تربیت کے ذریعے سے ہی اچھی اور کامیاب عادات کو اپنا کر دنیا میں کامیابی حاصل کرتا ہے اور معاشرے کو نئی پہچان مہیا کرتا ہے۔ یہ کامیابی کے راستے پر چلنے والا انسان تعلیم کی بدولت ماضی کے ناکام افراد کی غلطیوں سے سیکھ کر خود کو وہ غلطیاں دہرانے سے دور رکھتا ہے اور کامیابی کے لیے بہترین منصوبہ بندی کرتا ہے۔

دنیا کی ہر وہ قوم جو کامیابی اور ترقی کا خواب دیکھتی ہے وہ اپنے نوجوانوں کے لیے بہترین تعلیم کی ضرورت اور اہمیت کو جانتے ہوئے اس کی فراہمی کو یقینی بنا کر عمل کو بروئے کار لاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی یافتہ اقوام میں کامیاب افراد کی تعداد ترقی پذیر ممالک کی نسبت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے منہ نہیں موڑا جا سکتا۔ قوموں کے عروج اور زوال کے فیصلے اسی تعلیم کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔

کامیاب مملکت اور قوم کی لیے تعلیم کی اہمیت جان لینے کے بعد یہ جاننا ضروری ہے کہ تعلیم آخر کیا ہے؟ میرے نزدیک تعلیم کا اولین مقصد انسانیت کی تعمیر ہے۔ نوجوانوں کا

زندگی کی کشمکش اور اسکے نشیب و فراز سے آگاہ ہونا اور انسان کے لیے دنیاوی اور اخروی معاملات سے آگاہی حاصل کرنا تعلیم کا اہم ترین جز ہے۔ ایک معلم انسان کے اندر علم کی قدر و منزلت پیدا کرتا ہے اور اس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے طلبا میں وہ تمام عادات و خصائص پیدا کر سکے جو اس کی کامیابی کے ساتھ ساتھ ملکی ترقی اور خوشحالی کے لیے بھی ضروری ہیں۔ بنیادی طور پر تعلیم انسان کو زندگی گزارنے کے لیے بہترین ہدایات فراہم کرتی ہے۔ اسی لیے محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ:

''بے علموں کو علم سکھانا صدقہ ہے، علم حلال و حرام کا نشان ہے، دنیا و عاقبت میں روشنی کا ستون، تنہائی میں مونس و ہم دم، پردیس میں رفیق و ساتھی، خلوت میں ندیم و ہمراز، مصیبت کو ہٹانے والا، دشمن کے مقابلے میں ہتھیار اور دوستوں کے مابین زینت ہے''۔

اس سے ثابت ہوا کہ علم انسانی زندگی کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ علم ہی انسان کو عقل و شعور دیتا ہے۔ علم سے ہی انسان حلال و حرام کی تمیز کرنے کے لائق ہوتا ہے۔ علم ہی انسان کے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی کا پروانہ ہے۔ انسان جب کبھی تنہا ہو، پریشانی میں مبتلا ہو تب یہ علم ہی اس کا بہترین دوست اور ساتھی ہوتا ہے جو اسے مایوسی کے اندھیروں سے نکال کر امید کی کرن دکھاتا ہے۔ علم ہی کے ذریعے انسان دوستوں میں عزت اور دشمنوں کے ساتھ مقابلے میں ہمت پکڑتا ہے۔ غرض یہ کہ انسان کی زندگی اس علم کے بغیر عمل سے خالی ہے اور اگر عمل ہو بھی تو کارگر نہیں ہوگا۔ اسی لیے حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ:

''علم جان ہے، عمل تن ہے، علم اصل ہے، عمل فرع ہے، علم باپ ہے اور عمل اس کا بیٹا ہے''۔

گویا کہ عمل کے لیے علم کا ہونا لازم و ملزوم ہے۔ اس علم کی بنیاد پر ہی ایک گھر کے، ایک ہی والدین کے بچوں میں سے کسی پڑھے لکھے تعلیم یافتہ بچے کو خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ دنیا میں موجود ہر امیر و غریب، مرد و عورت کے لیے تعلیم حاصل کرنا یکساں طور

پر اہم اور ضروری ہے کیونکہ یہ علم ہی انسان کو انسان بناتا ہے۔ یہاں تعلیم سے مراد محض مختلف اداروں سے اکٹھی کی گئی ڈگریاں نہیں ہیں بلکہ انسان کی تہذیب اور اخلاقیات بھی شامل ہیں۔ تعلیم سے مراد خدا خوفی، عبادت و محبت، خدمت خلق، وفاداری، خلوص اور ایثار سب ہے۔ انہیں سب کی بدولت ایک کامیاب انسان اور کامیاب معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

اگر دنیا کے کامیاب معاشروں کی طرف نظر دوڑائیں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ ان سب کی ترقی و کامیابی کا راز یہی تعلیم ہے۔ اس کے برعکس ہم جس معاشرے کا حصہ ہیں یہاں بدقسمتی سے تعلیم کو اس کا اصل مقام نہیں دیا جا سکا۔ ہم آج بھی اول تو تعلیم کو وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں اور اگر کوئی گھرانہ اپنی اولاد کو تعلیم دینا چاہے تو تعلیم کے نام پر ہم اپنی روایات، اخلاق اور نظریات سکھانے کے بجائے تعلیمی اداروں میں سو سال پرانا فرسودہ نصاب پڑھاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے ہاں یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد تو جوانوں کو کچھ تخلیقی کام کرنے کے بجائے نوکری کی فکر ستانے لگتی ہے اور وہ اس نوکری پر ہی اپنی ساری زندگی اپنی صلاحیتوں سے نا آشنا رہتے ہوئے خرچ کر دیتے ہیں۔

کامیاب زندگی کے لیے تعلیم کی اہمیت و افادیت سے منہ نہیں موڑا جا سکتا۔ کامیاب معاشرے کی بنیاد کامیاب تعلیم اور تعلیمی نظام پر ہے۔ اور اس نظام کو بدلنے کے لیے نوجوانوں کو پہلے خود کو بدلنے اور اپنی صلاحیتوں سے آشنا ہونے کی اشد ضرورت ہے۔ ایک کامیاب انسان ہی لوگوں کے لیے مثال قائم کرتا ہے جس سے معاشرہ تبدیلی اور کامیابی کی طرف بڑھتا ہے۔ لہٰذا کامیابی کا آغاز آپ کی اپنی ذات سے ہوگا۔ خود کو پہچانتے ہوئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں اور کامیابی کے سفر کا آغاز کریں۔

انسانی ساکھ

انسان خطا کا پتلا ہے اور وہ غلطیوں سے سیکھتا ہے۔ غلطیوں سے سیکھنا جہاں انسان کو زندگی میں آگے بڑھنے کی تقویت بخشتا ہے وہیں انسان کا بار بار اپنی غلطیوں کو دہراتے رہنا اسے ناکامی کے سرہانے لا کھڑا کرتا ہے۔ وارن بفیٹ کہتا ہے کہ:

"غلطی کرنا ایک عام بات ہے لیکن غلطی سے سیکھنا انتہائی ضروری ہے۔ مستقل مزاج رہیں مگر ضد نہ کریں"۔

وارن بفیٹ کی اس بات سے دو اہم باتیں سیکھنے کو ملتی ہیں۔ انسان کا مستقل مزاج ہونا اچھی بات ہے مگر ایک ہی غلطی کو مستقل مزاجی کے ساتھ دہراتے رہنے سے انسان کی ساکھ متاثر ہوتی ہے۔ اگر زندگی کے کسی مقام پر آپ کو نقصان کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے تو بار بار کوشش کے نام پر غلطیاں دہراتے رہنا ضد بن جاتا ہے جس سے انسان کو نہ تو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوتی ہے اور اس کی ساکھ اور کامیابی کی لگن بھی متاثر ہوتی ہے۔

انسانی زندگی اکثر دوراہے کا شکار ہو جاتی ہے اور پھر انسانی ذہن میں سوچوں اور سوالوں کا ایک انبار لگ جاتا ہے جو اسے ایک مقام پر روکے رکھتا ہے۔ ایسے وقت میں جو انسان ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ظاہر و باطن کو ایک کر لیتا ہے، وہ غلط پن کے بجائے سچائی اور اچھائی کو اپنا لیتا ہے، اس کے لیے زندگی کے اس کٹھن مرحلے پر فیصلہ سازی اور صحیح راستے کا انتخاب کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اسکے برعکس وہ لوگ جو دل میں کچھ اور ظاہری طور پر کچھ اور ہوتے ہیں انہیں راستے کی مشکلات توڑ کر رکھ دیتی ہیں جس سے ان میں صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت شدید متاثر ہوتی ہے اور ان کی ساکھ اور شناخت تباہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ انسانی ساکھ کی بقا اسکے ظاہر و باطن کے ایک ہونے اور اچھا اور نیک ہونے میں ہے۔

انسان کے لیے اپنی ساکھ بنانے اور پھر اسے برقرار رکھنے کے لیے دل و دماغ کی

ہم آہنگی ہونا بہت ضروری ہے۔ جیسے دماغ دلائل کو قبول کرتا ہے ایسے ہی انسان کا دل خواہشات اور جذبات کی جائے پناہ ہوتی ہے۔ کامیاب زندگی کی تگ و دو کرتے ہوئے اگر انسان کا دل و دماغ ایک ہی ڈگر پر ہوں تو کامیابی حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اگر انسان اپنے ہی دل و دماغ کے درمیان ایک پل تعمیر نہ کر سکے تو وہ اپنے اور لوگوں کے درمیان حائل خلیج کو کس طرح پار کر سکے گا؟ دل و دماغ کا ایک ہی مقصد پر واضح ہونا اور اس کے لیے سوچ بچار اور کوشش کرنا انسان کو اپنی نظر میں بھی ہمت و حوصلہ دیتا ہے اور دوسروں کی نظر میں بھی اسے باوقار بنا کر پیش کرتا ہے۔

لوگوں کے ساتھ ہمارے اختلافات بھی ہماری ساکھ کو متاثر کرتے ہیں۔ اختلافات ہونا ایک عام انسانی رویہ ہے لیکن ان اختلافات کی آڑ میں لوگوں کا مذاق بنانا اور ان کے ساتھ غیر اخلاقی برتاؤ ان کے ساتھ ساتھ ہماری ساکھ کو بھی متاثر کرتا ہے۔ جو لوگ اپنے آپ کو صحیح ثابت کرنے کے لیے سچے جھوٹے دلائل پیش کرتے ہوئے دوسرے شخص کی تذلیل اور اس کی ساکھ خراب کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ سب سے پہلے تو یہ جان لیں کہ کسی کو رسوا کر کے آپ بھی اپنے لیے سکون اور کامیابی تلاش نہیں کر سکتے۔ دوسری اہم چیز کہ کسی بھی انسان کو نقصان پہنچا کے اگر ہم یہ سمجھ بیٹھیں کہ اس سے ہماری عزت اور شان بڑھی ہے تو یہ سراسر بیوقوفانہ سوچ ہے۔ کسی کی ساکھ خراب کرنے سے سب سے زیادہ نقصان ہماری اپنی ذات کا ہوتا ہے۔

کامیاب زندگی کے انتخاب سے پہلے ہر انسان کو اپنے آپ کو یہ سمجھا لینا چاہیے کہ اس کی کامیابی دوسروں کے ساتھ منسلک ہے۔ جب تک انسان دوسروں کے سکون اور کامیابی کا خواہشمند رہتا ہے تب تک کامیابی بھی اسکے ساتھ رہتی ہے، لوگ بھی اسے عزت و تکریم سے دیکھتے ہیں اور اس کی شناخت اور ساکھ برقرار رہتی ہے۔ اسکے برعکس انسان جیسے ہی تکبر کی عار میں لوگوں کو خود سے کمتر سمجھتے ہوئے انہیں اپنے طنز و مزاح کا نشانہ بناتا ہے تو کامیابی اس سے روٹھ کر اسے رسوائیوں کے مدمقابل کر کے دور چلی جاتی ہے۔

شادی اور کامیابی

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور یہ انسان کو کامیاب زندگی گزارنے کے تمام گر سکھاتا ہے۔ نکاح یا شادی کے معاملات کو تفصیلاً بیان کرتے ہوئے اسلام اسے کامیاب زندگی کی ضمانت قرار دیتا ہے۔ شادی کا لفظی مطلب تو خوشی ہے مگر میرے نزدیک شادی خوشی سے بہت بڑھ کر ہے۔ میرا ماننا ہے کہ زندگی کو پر لطف و پر سکون بنانے اور اطمینان قلب حاصل کرنے کے لئے شادی، بلکہ جلدی شادی بہت ضروری ہے۔ شادی نہ صرف انسان کو خواہشات کی تکمیل کے لیے حلال ذریعہ فراہم کرتی ہے بلکہ یہ انسان کو بہت سے غیر اخلاقی معاملات میں پڑ کر اپنا وقت اور قوت ضائع کرنے سے بھی بچا لیتی ہے۔ نکاح ایک ایسا بابرکت رشتہ ہے جو انسان کو معاشرے میں ایک خاص مقام و عزت عطا کرتا ہے۔ ذمہ داری بڑھ جانے سے انسان قابل اور مضبوط ہوتا ہے۔ انسان کا دھیان شعوری اور لاشعوری طور پر بہت سی غلط چیزوں سے ہٹ کر اپنے مقصد حیات کی جانب مبذول ہو جاتا ہے۔

اسلام بچوں کی جلدی شادی پر زور دیتا ہے جس کی ایک بہت بڑی وجہ انہیں معاشرتی اور اخلاقی بے راہ روی سے بچا کر زندگی کے حقیقی مقصد کی طرف گامزن کرنا ہے۔ آج کے اس نفسانفسی کے دور میں بہت سی برائیاں محض شادی جلد نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہیں۔ شادی میں دیر انسان کو بہت سی غلط چیزوں کی طرف متوجہ کر کے انہیں ان کے اصل مقصد حیات سے ہٹا دیتی ہے۔ انسان اپنا زیادہ تر وقت شادی کو لے کر ایک خیالی دنیا میں مگن رہتے ہوئے گزار رہا ہوتا ہے اور حقیقی زندگی میں اس کی توجہ اور فوکس نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ آج کے نوجوان بے مقصد زندگی، ڈپریشن اور ایسے ہی جن دیگر نفسیاتی مسائل کا شکار ہیں اس کی بہت بڑی وجہ شادی کا نہ ہونا ہے۔

اکثر افراد یہ سوال کرتے ہیں کہ شادی سے کامیابی حاصل ہو ایسا ضروری تو نہیں ہے

کیونکہ معاشرے میں ایسی بیسیوں مثالیں موجود ہیں جہاں شادی شدہ افراد کی زندگی بدترین مسائل کا شکار ہے۔ میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں مگر ساتھ ہی ساتھ یہ سوال بھی کرتا ہوں کہ شادی میں مسائل کی جڑ پر غور کیا جانا ضروری ہے۔ ہمارے ہاں شادی کے لیے ہم کن بنیادوں پر رشتہ تلاش کرتے ہیں؟ پیسہ، گھر، گاڑی، حسن وغیرہ وغیرہ۔ جب رشتوں کی بنیاد ان کھوکھلے معیاروں پر رکھی جائے تو بعد میں اخلاق اور کردار کے رونے رونے سے زندگی خوشگوار نہیں بن سکتی۔ اسلام جہاں ہمیں جلد نکاح کا درس دیتا ہے وہیں ہمیں نکاح کے معاملے میں ہم سفر کے انتخاب کے لیے بنیادی معیار بھی فراہم کرتا ہے۔ پیسے اور حسن کے بجائے انسان جب اخلاق، کردار اور دین کی بنیاد پر رشتہ جوڑتا ہے تو ایسے گھر خوشی اور سکون کے گہوارے ہوتے ہیں۔

ہمارے ہاں ایک عام مزاج بن چکا ہے کہ رشتے کے معاملے میں ہم خود کو لوگوں کے سامنے وہ بنا کر پیش کرتے ہیں جو حقیقتاً ہم ہوتے نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وقتی طور پر ہم ایک دوسرے کے لیے کامل اور بہترین ہوتے ہیں مگر جوں ہی شادی کے بندھن میں بندھ کر کچھ دن میں اپنی اصلیت پر آتے ہیں تو گھروں میں لڑائی جھگڑوں کا آغاز ہو جاتا ہے۔ پھر یہ گلے شکوے بھی ہوتے ہیں کہ آپ بدل گئے ہیں، آپ پہلے تو ایسے نہیں تھے۔ رشتوں کے آغاز میں ہی اگر انسان اپنے اصل مزاج اور عادات کے ساتھ لوگوں سے ملے تو بعد میں ہونے والے بہت سے مسائل سے بچا جا سکتا ہے۔

ایک کامیاب اور پر سکون گھرانہ ہی کامیاب اور پر امن معاشرہ تشکیل دیتا ہے۔ شریک حیات سے ذہنی ہم آہنگی ہونا کامیاب زندگی کے لیے لازم ہے اور شریک حیات سے ہم آہنگی تب ہی ممکن ہے جب ہم سفر کا انتخاب مادہ پرستی سے ہٹ کر خالق حقیقی کے بتائے گئے اصولوں پر کیا جائے۔ ہم سفر سے ذہنی ہم آہنگی انسان کو قلبی و ذہنی سکون فراہم کرتی ہے جس کی بدولت انسان اپنی صلاحیتوں کو بہترین انداز میں بروئے کار لاتے ہوئے اپنی زندگی کے تمام معاملات میں کارکردگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ پر سکون شادی

انسان کی سوچ اور تخلیقی صلاحیتوں کو بہتر بنانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے جس کی بدولت انسان اپنا وقت اور قوت بہتر انداز میں اپنے مقصد حیات کو پانے کے لیے صرف کرپاتا ہے۔ ہم سفر کی موجودگی انسان کو ہمت ہارنے سے، ٹوٹنے سے، رکنے سے اور منفی خیالات سے لڑنے کا حوصلہ دیتی ہے اور یہ سب تب ہی ممکن ہے جب آپ کی سوچ آپ کے شریک حیات سے ملتی ہو۔ آپ دونوں ایک دوسرے کو سمجھنے کے قائل ہوں۔ عمر کا فرق، قد کا فرق، ذات پات کے معاملات، ڈگریاں، نوکریاں، دولت و جائیداد، ان میں سے کچھ بھی آپ کی زندگی پر اس طرح اثر انداز نہیں ہوتا جس طرح دو لوگوں کی سوچ اور ان کے سوچنے کا انداز اس رشتے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں دنیا میں بہت اچھے، بہت کامیاب، اخلاق و کردار میں لاجواب لوگ بھی ان رشتوں کے معاملے میں ذہنی ہم آہنگی نہ ہونے کی بدولت ناکام ہو جاتے ہیں۔ شادی کے معاملات میں اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں میں یہ اصول انتہائی اہمیت کے حامل ہیں کہ دو لوگوں کے مابین رشتہ کرتے ہوئے ان کی ذہنی ہم آہنگی، لوگوں سے مشاورت کو سرفہرست رکھا جائے۔ باقی تمام معاملات ثانوی ہیں۔

ہمارا المیہ ہے کہ ہمارے ہاں ہم سفر کا انتخاب انتہائی کھوکھلے معیار پر کیا جاتا ہے۔ بدقسمتی سے ہم رشتے جوڑتے ہوئے لڑکے کے بینک بیلنس اور لڑکی کے حسن و جمال کو ترجیح دیتے ہیں ہم کبھی کسی لڑکے کو پرکھنے یا اس سے یہ پوچھنے کی زحمت نہیں کرتے کہ اس نے اپنے مستقبل کے لیے کیا کچھ سوچ رکھا ہے؟ وہ خود کو آنے والے چند سالوں میں کہاں کھڑے ہوئے دیکھتا ہے؟ اس کا دل کن چیزوں میں، کن باتوں میں، کن معاملات میں لگتا ہے؟ کیا وہ محنت پسند ہے بھی یا ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے کو کافی سمجھتا ہے؟ ہمارے ہاں رشتے لڑکے کی حال میں کمائی جانے والی دولت کی بنیاد پر کیے جاتے ہیں، اسکے اخلاق، کردار، محنت، حوصلے اور عزم کی بنیاد پر نہیں۔ اسی لیے ان حالات میں اگر لوگوں سے ان کی اپنے مستقبل کے لیے حکمت عملی اور مقاصد حیات کا پہلو چھیڑا جائے تو ان کے پاس جواب نا ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ اکثر افراد تو ان سوالات کو ہی سمجھنے سے قاصر حیران و

پریشان نظر آتے ہیں۔ ہمارے ہاں کہا جاتا ہے کہ لڑکا امیر ہونا چاہیے بس، اخلاق و کردار اللہ سنوار دے گا۔ ہم کبھی یہ کیوں نہیں کہتے کہ لڑکا با اخلاق و با کردار ہونا چاہیے، محنت کرنے والا ہونا چاہیے، رزق اللہ دے گا؟

نکاح دو لوگوں کے مابین اللہ کا بنایا ہوا بہت خوبصورت اور پاکیزہ رشتہ ہے۔ نکاح میں برکت ہے۔ لہٰذا اس رشتے کی قدر کریں۔ اس کی بنیاد خود ساختہ اور کھوکھلے معیار پر مت رکھیں۔ اپنے اور اپنے بچوں کی زندگی کا فیصلہ لیتے ہوئے بنیادی اصولوں کو مدنظر رکھیں اور پھر اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ وہ تمام لوگ جو آج اس بندھن میں بندھ چکے ہیں، انہیں چاہیے کہ خود کو بہتر انسان بنانے کی کوشش کریں۔ اگر زندگی میں مسائل ہیں، پریشانیاں ہیں تو ان مسائل کے حل پر توجہ دیں، رشتے ختم کرنے پر نہیں۔ ایک دوسرے کو برداشت نہیں محبت سے قبول کرنا سیکھیں۔ خدا نے آپ سے آپ کی ذمہ داریوں کا سوال کرنا ہے لہٰذا اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں۔ حقوق کا رونا روتے اگر ذمہ داریوں سے غفلت برت بیٹھے تو یاد رکھیے گا، حقوق نہ ملنے پر سوال نہیں ہوگا، بلکہ صبر کی بدولت اجر مل جائے گا۔ لیکن اگر ذمہ داریوں میں کوتاہی ہوگی تو اللہ کو جواب دینا ہوگا۔

آپ کا معیار، آپ کی خوشی

پروفیسر ضیاء زرناب لکھتے ہیں کہ:

"دوسروں کی نظر میں آپ کی وہی قیمت ہے جو آپ اپنے لیے مقرر کرتے ہیں"۔

دنیا میں موجود ہر شخص اپنی معاشی، معاشرتی اور نفسیاتی شناخت رکھتا ہے۔ لوگ انسان کو اس کی شناخت کی بدولت ہی جانتے اور اسی کے مطابق پیش آتے ہیں۔ انسان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا ہے کہ معاشرے میں اس کی کیا قدر و قیمت ہے۔ یہی چیز کامیابی کا سرچشمہ بھی ہے۔ اسی لیے لوگ اپنی قدر و قیمت بڑھانے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ انسانی قدر بڑھ جانے سے اسکے پاس اختیارات بڑھ جاتے ہیں، عزت میں اضافہ ہوتا ہے اور انسانی ساکھ بہتر ہوتی ہے۔ انسان جب تک خود اپنے لیے کسی معیار کا تعین نہ کرلے تب تک معاشرے میں بھی اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہوتی۔ خود توقیری سے مراد انسان کا اپنی محنت و خصائص کی بنیاد پر خود کو قابل قدر اور باعث عزت سمجھنا ہے۔ اسی لیے یہ کہا جاتا ہے کہ معاشرے میں آپ کی قیمت وہی ہوگی جو آپ اپنی صلاحیتوں کے مطابق اپنے لیے مقرر کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو مختلف صلاحیتوں کے ساتھ دوسروں سے منفرد پیدا کیا ہے اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کا دوسروں کے ساتھ موازنہ کرنے کے بجائے خود کو بہتر بنانے کی کوشش کرے۔ انسان کا مقابلہ کسی اور کے ساتھ نہیں بلکہ اپنی ہی ذات کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر انسان اپنی صلاحیتوں کے مطابق اپنے لیے معیار بنائے اور اس معیار تک پہنچنے کے لیے دل و جان سے محنت کرے تو اسے کامیاب ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ [illegible] کی کوشش اور اپنی قابلیت کی نشوونما کو مدنظر رکھتے ہوئے

اپنی کارکردگی کو بہتر بنانا انسان کے لیے کامیابی کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ انسان اپنے مستقبل کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے معیار خود بناتا ہے اور اسے بہتر بھی خود ہی کرتا ہے اس لیے یہ ضروری ہے کہ انسان اپنے معیار اپنے ساتھ ساتھ معاشرے کی بھلائی کو مد نظر رکھتے ہوئے بنائے کیونکہ ایک انسان کی کامیابی پورے معاشرے پر اثر انداز ہوتی ہے۔

انسان جب خود پر یقین رکھتے ہوئے اپنے لیے معیاری اصول و قواعد تہہ کر لیتا ہے تو اس کے لیے زندگی آسان ہو جاتی ہے۔ کامیابی کے لیے معیاری منصوبہ بندی کر کے قدم اٹھانا کامیاب لوگوں کی عادات میں شامل ہوتا ہے۔ جب تک انسان اپنے آپ پر اور اپنی اچھی بری عادات پر قابو نہیں پاتا تب تک اس کے لیے کامیابی حاصل کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ اپنے آپ پر قابو پانے کے لیے انسان کو اپنا معیار اور اپنے لیے اصول و ضوابط وضع کرنے پڑتے ہیں تب ہی کامیابی کا سفر آپ کے لیے آسان ہو پاتا ہے ورنہ راستے کی مشکلات قدم قدم پر آپ کو ڈرا کر آپ کی ہمت کم کرتی رہتی ہیں۔ معیاری منصوبہ بندی کا مطلب ہرگز خود کو کاموں میں تھکا دینا یا دولت اکٹھی کرنے کے بارے میں سوچنا نہیں ہے۔ اپنا معیار پیسے کو نہیں خوشیوں اور سکون کو بنائیں۔ نئے منصوبوں پر کام کریں۔ وہ کام کریں جس سے آپ کو خوشی ملتی ہے۔ یہ نہ سوچیں کہ لوگ اسکے بارے میں کیا سوچیں گے۔ یہ دیکھیں کہ آپ کے اس کام سے آپ اپنے ساتھ ساتھ لوگوں کے لیے کیا اچھا کر سکتے ہیں۔ دولت پر توجہ دینے کی بجائے اللہ کی روزمرہ عطا کردہ نعمتوں پر شکر کریں اور ان سے لطف اندوز ہوں۔

کامیاب زندگی ہر انسان کا خواب ہوتی ہے۔ جہاں کئی لوگ اس خواب کو سچ کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں وہیں بہت سے افراد لوگوں کی باتوں کو سر پر سوار کیے کامیابی کو خواب سمجھ کر اسے بھولنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ایسا ہونے کی ایک بہت بڑی وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ ہم اپنے آپ پر بھروسہ نہیں کر پاتے جس کی وجہ سے لوگ ہمیں ڈراتے رہتے ہیں اور ہم دن بدن کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ انسان کمزور تب ہوتا ہے جب اس کا اپنی ہی ذات سے رابطہ منقطع ہو چکا ہو۔

کامیاب زندگی کے لیے ہمیں سب سے پہلے اپنے دل و دماغ سے اس خوف اور ڈر کو نکالنے کی ضرورت ہے کہ لوگ کیا کہیں گے۔ ہمیں اپنے لیے جینا سیکھنا ہو گا تب ہی ہم کامیابی کی طرف بڑھ سکیں گے۔ اس دنیا میں موجود ہر انسان منفرد ہے اس لیے اس کی سوچ اور نظریہ بھی مختلف ہے۔ زندگی میں آگے بڑھنے سے پہلے ہی اگر آپ اندیشوں کا شکار ہو گئے تو کامیابی آپ سے بہت دور چلی جائے گی۔ زندگی میں نئے نئے تجربات کرنا نئی چیزوں کو آزمانا قطعاً برا نہیں ہے۔ اس سے انسان کا خود پر اعتماد بڑھتا ہے۔ ہر قدم پر یہ سوچنے کے بجائے کہ آگے کیا ہو گا آپ کو چاہیے کہ آپ خود پر اپنے حال پر توجہ دیں۔

جس وقت میں آپ جی رہے ہیں اسے پر لطف بنائیں۔ اچھا کھائیں، اچھا پہنیں کیونکہ آپ اس کا حق رکھتے ہیں۔ مستقبل کے اندیشوں کو سر پر سوار کر کے انسان اپنے موجودہ وقت کی خوشی بھی تباہ کر لیتا ہے۔ آج جو آپ کے پاس ہے اس میں خوش ہوں اور اسے خود پر خرچ کرنا سیکھیں۔ لوگوں سے ناراض ہونے کے بجائے انہیں معاف کرنا سیکھیں۔ اسی میں آپ کو سکون اور خوشی ملے گی۔ بلاوجہ بحث میں نہ پڑیں۔ کچھ برا لگے تو اسے نظر انداز کر دیں۔ خود کے لیے اچھے بنیں۔

کام کریں مگر اسے سر پر سوار نہ کریں۔ اکثر اوقات کاموں کی کثرت انسان کو ذہنی سکون سے محروم کر دیتی ہے۔ ایسے میں اگر انسان کچھ وقت اپنے لیے اپنی خوشی کے لیے نکال لے تو اسے نہ صرف ذہنی سکون ملتا ہے بلکہ اسکے جذبات اور ذہانت پر بھی اس کا اچھا اثر پڑتا ہے۔

تنقید اور اختلافی رائے سننے کا حوصلہ پیدا کریں

جو تخت و تاج پہ تنقید کرتے پھرتے ہیں

یہ سارے لوگ ہیں دربار سے نکالے ہوئے

تنقید کے معنی ہیں پرکھنا اور اچھے برے میں تمیز کرنا۔ لفظ تنقید اپنے مفہوم کے اعتبار سے تو انتہائی مثبت لفظ ہے مگر آج کے دور میں تنقید کو تذلیل کا ذریعہ بنا کر قبیح بنا دیا گیا ہے۔ تنقید برائے اصلاح اور تنقید برائے تذلیل میں فرق کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ انسان ہمت کے ساتھ اپنی غلطیوں سے سیکھ کر آگے بڑھ سکے اور اگر تنقید کا مقصد محض تذلیل ہے تو اسے وقار کے ساتھ رد کر سکے۔ انسان کی زندگی میں جس طرح تعریف کو ایک خاص مقام حاصل ہے اور اسکے ذریعے لوگوں کی کارکردگی کو بہتر بنایا جا سکتا ہے بالکل اسی طرح مثبت تنقید بھی انسان کی خامیوں میں کمی لاتے ہوئے اسے کامیابی کی طرف لے جاتی ہے۔ تنقید کے ذریعے انسان اپنی ذات کے ان پہلوؤں کا احاطہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے جس سے پہلے وہ نا آشنا تھا اور جو اسکے لیے بار بار ناکامی کی وجہ بن رہے تھے۔ غلطیاں اور ناکامیاں انسان کے لیے استاد کی مانند ہوتی ہیں۔ جو وقت انسان کسی ناکامی اور اس پر تنقید کی وجہ سے اذیت میں گزارتا ہے وہ تمام وقت اسے زندگی کے وہ بڑے بڑے سبق سکھا دیتا ہے جو اسے ساری عمر تعلیمی میدان میں بھی سیکھنے کو نہیں ملے ہوتے۔ تنقید سے سیکھ کر انسان اپنی ذات کو بہتر بناتے ہوئے اپنی خامیوں اور کمزوریوں کو ختم کر کے نئے جذبے کے ساتھ میدان میں اتر کر کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔

اگر انسان لوگوں کی تنقید کو سر پہ سوار کر لے تو اس کے لیے کامیابی کے سفر کو برقرار رکھنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اگر آپ کامیاب زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو تنقید کو خوشی سے قبول

کریں۔ اس سے سیکھیں اور آگے بڑھ جائیں۔ ہر کامیاب شخص کے لیے خود میں اور اپنی سوچ میں لچک پیدا کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ ہر بات سر پہ سوار کرنے کی نہیں ہوتی۔ اپنے مزاج کو بدلیں۔ خود کو ایک نئے کرکٹر کی جگہ رکھ کر سوچیں۔ جب آپ میدان میں اترتے ہیں تو تماشائی آپ کی صلاحیتوں سے نا آشنا ہونے کی بنا پر شدید شور و غل کرتے ہیں۔ آپ کا حوصلہ بڑھانے والی آوازیں کم جب کہ تنقید کا ایک سمندر آپ کے سامنے ٹھاٹھیں مار رہا ہوتا ہے۔ اتنے پریشر میں اگر آپ گھبرا کر پیچھے ہٹ جائیں گے تو دوبارہ کبھی آپ میں لوگوں کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں آئے گی۔ اسکے برعکس اگر آپ خود کو یہ سمجھا لیں کہ اب جب میدان میں اتر ہی گئے ہیں تو لوگوں کی پرواہ کیے بغیر اپنی اننگ مکمل کرنی ہے تو یقین مانیں لوگوں کی تنقید کا شور کم ہوتا چلا جائے گا اور آپ کو ہر طرف اپنے ہی حامی نظر آنے لگیں گے۔ لوگ آپ کو سراہیں گے بھی اور آپ کی ہمت بھی بڑھائیں گے۔ سو قدم اور پہلی کوشش آپ نے کرنی ہے ورنہ لوگوں کا تو کام ہی ہے باتیں بنانا۔ آپ تماشائیوں کو خاموش نہیں کروا سکتے، تنقید کو ختم نہیں کر سکتے مگر آپ کی کامیابی انہیں ایک دن آپ کا ساتھ دینے پر مجبور ضرور کر دے گی۔ اس لیے تنقید کو کھلے دل کے ساتھ قبول کرنا سیکھیں۔

ہمارے معاشرے کا ایک عام مزاج یہ ہے کہ یہاں کامیابی کا خواب دیکھنے والے لوگ اپنے ارد گرد مشکلات بہت زیادہ لگتی ہیں۔ یہ خیال کسی حد تک بالکل سچ بھی ہے۔ سو لوگ اپنے کام کے بجائے نوکری کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہمارے ہاں لوگوں میں کامیابی کا مزاج نہیں نوکری کا مزاج پایا جاتا ہے۔ آپ اگر کبھی اپنے ملنے جلنے والوں میں یا اپنے کسی ادارے میں لوگوں سے یہ سوال کریں کہ وہ زندگی میں کیا کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو زیادہ تر افراد یہی کہتے ہوئے ملیں گے کہ بس ڈگری ہو اور اسکے بعد 9 سے 5 بجے تک کی کوئی سرکاری نوکری مل جائے تو زندگی کا مزہ آ جائے، شاید ہی کوئی اکا دکا افراد ایسے ملیں جو آپ سے نوکری سے ہٹ کر اپنا کاروبار شروع کرنے یا کسی برینڈ کو لانچ کرنے کی بات کریں گے۔ اسی لیے جب ایسی سوچ والے افراد کے سامنے گھر کا کوئی فرد اس نوکری سے ہٹ کر سوچ

سوچے تو اسے گھر والوں سمیت دوستوں اور رشتے داروں کی بھی تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح ایک مرتبہ قاسم علی شاہ صاحب اپنی گفتگو میں بتانے لگے کہ ان کے ساتھ بھی یہ معاملہ ہوا کہ جب انہوں نے گھر کے ڈرائنگ روم کو بطور ٹیوشن سنٹر استعمال کرنا چاہا تو گھر والوں کی طرف سے ان کار نے انہیں شدید دکھ دیا۔

ہمارے ہاں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم خواب بھی دیکھ لیتے ہیں اور اس کے لیے محنت اور یقین کے ساتھ کام کا بھی آغاز کر دیتے ہیں مگر اپنے معاشرے کے اس نوکری پسند مزاج کے باعث ہم اپنے اردگرد لوگوں کو اپنی بات نہیں سمجھا پاتے۔ ہمارے اردگرد موجود لوگ ہمیں سمجھنے کے بجائے جواب اور تنقید کی نیت سے ہمیں سنتے اور سمجھتے ہیں۔ ایسے وقت میں عموماً کوئی رشتے دار ہمارے گھر والوں کو ہماری نوکری کے حوالے سے بار بار اکسا رہا ہوتا ہے کہ یہ تو اپنا وقت ضائع کر رہا ہے آپ لوگ ہی ہوش کے ناخن لے کر اسے کسی نوکری پر لگوا دیں۔ ایسے وقت میں اگر آپ صبر اور محنت کا دامن تھام کر اپنے مقصد کی طرف بڑھتے رہیں تو ایک دن یہی تنقید کرنے والے افراد آپ کے خصائص سناتے نہیں تھکتے۔ ان افراد کو یقین ہی نہیں ہو پاتا کہ آپ کامیاب ہو کیسے سکتے ہیں۔ کامیاب افراد کا یہ شیوہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کی باتوں کو کھلے دل سے قبول کرتے ہوئے تنقید کو اصلاح کے لیے استعمال کرتے ہیں اور غیر ضروری تنقید پر کان دھرنے کے بجائے اسے وقار سے نظر انداز کرنا جانتے ہیں۔ ان کی یہی عادت انہیں مشکل وقت میں بھی ہمت دیتی رہتی ہے اور ایک دن انسان اپنی تمام تر محنت کی بدولت کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔ لہٰذا کامیابی کا راز لوگوں کی تنقید کو وقار کے ساتھ نظر انداز کرتے ہوئے اپنے حوصلے کو بلند کر کے زندگی میں آگے بڑھتے جانے میں ہے۔ جس چیز پر آپ کا اختیار ہی نہیں ہے اس پر اپنی توانائی ضائع کرنے کے بجائے اپنے مقصد پر محنت جاری رکھیں۔ ایک دن آپ کی محنت ہی لوگوں کو جواب دینے کے لیے کافی ہو جائے گی اور آپ پر تنقید کرنے والے تمام تماشائی آپ کی حوصلہ افزائی کرتے نہیں تھکیں گے۔

کون پھر ایسے میں تنقید کرے گا تجھ پر

سب ترے جبہ و دستار میں کھو جاتے ہیں

2009ء کے وسط کی بات ہے جب ایک عام سا سافٹ ویئر انجینئر بے روزگاری کی زندگی بسر کر رہا تھا اور کوئی اسے ملازمت دینے پر تیار نہیں تھا۔ اس کا یاہو اور ایپل کمپیوٹرز کے ساتھ کام کا وسیع تجربہ تھا مگر قسمت تھی کہ کھلنے پر تیار نہ تھی۔ انٹرنیٹ کی دو مشہور سماجی سائٹس ٹویٹر اور فیس بک نے یکے بعد دیگرے اسے مسترد کر دیا تھا۔ جب اس نے محسوس کیا کہ اسے کسی کمپنی میں ملازمت ملنے کا امکان نہیں ہے تو اس نے یاہو میں کام کرنے والے ایک دوست جان کوم کے ساتھ مل کر ایک ایسی ایپلیکیشن تخلیق کی جس نے میسج کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں صارفین کی بڑی تعداد اس ایپلیکیشن سے وابستہ ہو گئی اور "برئین ایکٹن" جس نے اسمارٹ فون دنیا کی مشہور ایپلیکیشن "واٹس ایپ" بنائی آج کامیابی کے ریکارڈ بناتا کامیابی کے ساتھ زندگی میں آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اس کی تخلیق شدہ ایپ آج سمارٹ فونز کا ایک لازمی جزو بن چکی ہے۔ واٹس ایپ کی مقبولیت کو دیکھ کر فیس بک نے بھی بالآخر 2014ء میں 19 بلین ڈالرز کے عوض اس کا سودا کیا۔ اس طرح ایکٹن 3.8 بلین ڈالر کا مالک بن گیا۔ 2009ء میں جب اسے فیس بک نے مسترد کیا تو اس کی 3 اگست کی ٹویٹ ان الفاظ پر مشتمل تھی، فیس بک نے مجھے مسترد کر دیا۔ یہ اچھے لوگوں سے رابطہ بڑھانے کا ایک اور موقع ہے۔ میں زندگی کے اگلے ایڈونچر کے لیے تیار ہوں۔ اور جب ٹویٹر نے بھی ملازمت دینے سے انکار کیا تو اس نے مئی 2009ء میں لکھا: میں ٹویٹر کے ہیڈکوارٹر کی طرف سے مسترد کیا گیا۔ کوئی بات نہیں ہے۔ ہمیں اب طویل سفر کرنا ہوگا۔" پھر بالآخر اس نے ایڈونچر کو اپنی اعلیٰ ہمتی اور مسلسل محنت سے کامیاب کر دکھایا۔

ناممکن تو کچھ بھی نہیں

"One important key to success is self-confidence. An important key to self-confidence is preparation." (Arthur Ashe)

کیا آپ نے کبھی اپنے اردگرد لوگوں کی ناکامی پر غور کیا؟ کیا آپ نے کبھی سوچا کہ اکثر لوگ کامیاب ہونے کے کچھ عرصے بعد ہی دوبارہ اسی خستہ حالت میں کیوں لوٹ آتے ہیں؟ اگر نہیں سوچا تو اب سوچیں۔ ہمارے اردگرد لوگوں کی ناکامی کی وجوہات بہت ملتی جلتی سی ہیں۔ ہم میں سے اکثر لوگ خود کو کمتر اور کمزور سمجھتے ہیں اور ان کا اپنی اس سوچ پر اتنا پختہ یقین ہوتا ہے کہ وہ کچھ مثبت سوچ ہی نہیں پاتے۔ بچپن سے بڑھاپے تک انہیں دوسروں پر انحصار کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ ان افراد کو اگر کبھی کوئی کام دے دیا جائے تو ان کا اپنے بارے میں پہلا تاثر یہی ہوتا ہے کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ مجھ سے نہیں ہو گا یا میں نہیں کر سکوں گا بذات خود ایک بہت بڑی ناکامی ہے اور اسی سے ہی انسان کے لیے مستقل ناکامی کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں۔

اکثر ہم خود کو کسی کام کے قابل نہیں سمجھتے اور اپنے دل و دماغ میں یہ وہم بٹھا لیتے ہیں کہ ہم تو ہیں ہی ناکام، کامیاب کیسے ہو سکتے ہیں؟ یہ وہم کہ میں کچھ نہیں کر سکوں گا ہم سے آگے بڑھنے کا حوصلہ چھین لیتا ہے۔ ہم باصلاحیت ہونے کے باوجود خود کو کمتر محسوس کرتے ہیں اور ہماری یہ عادت ہم پر کامیابی کے دروازے بند کر دیتی ہے۔ ایسا ممکن ہے کہ کوئی کام واقعی آپ کو نہیں آتا یا آپ نہیں کر سکتے مگر کم از کم کوشش انسان کے اختیار میں ضرور ہے۔ ایک بار نہیں، دو بار نہیں، تیسری بار نہیں پر دسویں بار آپ کام کرنے کے لائق ہو جائیں گے اور ایک دن آئے گا جب آپ اپنے کام کے ماہر ہو کر بہترین طریقے سے اسے سرانجام

دے سکیں گے۔ کوشش ترک کر دی جائے تو انسان کھوکھلے پن کا شکار ہو جاتا ہے۔

انسان کو اللہ نے اشرف المخلوقات ہونے کا شرف بخشا ہے اور تمام دنیا کو اس کے لیے قابل تسخیر بنا دیا۔ اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے سمندر کی گہرائیوں تک کا سفر طے کرے یا پھر اپنے آپ کو کمزور سمجھتے ہوئے دم سادھے بیٹھا رہے۔

انسان اگر دل میں کچھ کرنے کی ٹھان لے تو میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے اپنے مقصد تک پہنچنے سے نہیں روک سکتی۔ انسان میں جذبہ ہو، تڑپ ہو، محنت کی عادت ہو تو راستے کی مشکلات بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ پاتی۔ دنیا میں ایسا کوئی کام نہیں جو ناممکن ہو۔ بات ساری انسان کی سوچ کی ہے کہ آیا وہ سوچتا ہے کہ فلاں کام میرے لیے ناممکن ہے جتنا میں کبھی نہیں کر سکتا، تو یقیناً ناکامی ایسے ہی شخص کے حصے میں آئے گی۔ اسکے برعکس اگر انسان یہ ٹھان لے کہ میں اپنا مقصد حیات حاصل کر سکتا ہوں اور پھر اس کے لیے مناسب تدبیر اور محنت سے کام لے تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں۔ کامیابی کا فیصلہ انسان نے خود لینا ہوتا ہے۔ ایک بار انسان خود کو ذہنی طور پر کامیاب ہونے کے لیے تیار کر لے تو پھر اسکے لیے کوئی بھی مشکل یا رکاوٹ بڑی نہیں رہتی۔

آخر کیا وجہ ہے کہ سب انسان ایک جیسے ہونے کے باوجود بھی کامیابی اور ناکامی کی تفریق کا شکار ہیں؟

میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں بنیادی فرق جذبے اور تڑپ کی کمی ہے۔ جو لوگ کامیابی حاصل کر لیتے ہیں وہ خود میں تڑپ اور کامیابی کا جذبہ لیے جی رہے ہوتے ہیں اور جنہیں ناکامی سے دوچار ہونا پڑتا ہے اس میں سارا قصور ان کا اپنا ہوتا ہے۔ ایسے افراد اگر خود کو یہ یقین دلوانے میں کامیاب ہو جائیں کہ خدا نے انہیں بھی اشرف المخلوق بنا کر دنیا میں بھیجا ہے تو یقیناً ان کے لیے اپنے آپ میں کامیابی کا جذبہ پیدا کرنا آسان ہو جائے گا۔ اس دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔ بس انسان کو اپنا عزم اور حوصلہ بلند رکھنے کی ضرورت ہے۔ انسان کو پتہ ہونا چاہیے کہ اس کا دنیا میں آنا بے مقصد نہیں اور یہ کہ خدا نے اسکے لیے کوئی

خاص کام اور مقام متعین کر رکھا ہے۔ بس ہمیں محنت اور خود پر یقین رکھتے ہوئے آگے بڑھنا ہے اور اس مقام کو حاصل کرنا ہے۔

میں کون ہوں؟ مجھے دنیا میں کیوں بھیجا گیا؟ میرا مقصد حیات کیا ہے؟ اگر آج ہر انسان خود سے یہ سوال پوچھنے لگے تو میں سمجھتا ہوں وہ دن دور نہیں جب دنیا کے بیشتر افراد کامیاب زندگی گزارنے لگیں گے۔ اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ کن صلاحیتوں کے مالک ہیں اور آپ کس پیشے سے منسلک ہیں؟ فرق پڑتا ہے تو اس بات سے کہ آپ کامیاب ہونا چاہتے ہیں یا ناکامی پر سمجھوتہ کرنے کو تیار خود کو دلائل دے رہے ہیں

کہا جاتا ہے کہ ایک بچہ اسکول میں آتشزدگی کا شکار ہو گیا۔ حالت دیکھ کر لگتا تھا کہ اس کا بچنا ناممکن ہے۔ ڈاکٹر جواب دے چکے تھے کیونکہ بچے کے جسم کا زیریں حصہ مکمل طور پر جھلس چکا تھا۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ خوش قسمتی سے اگر یہ بچہ بچ بھی گیا تو بھی عمر بھر کے لیے معذور ہو جائے گا۔ اس تمام صورتحال میں بچے کا حوصلہ دیدنی تھا۔ وہ نہ مرنا چاہتا تھا اور نہ ہی معذوری کی زندگی جینا چاہتا تھا۔ اس کے جذبات میں توانائی اور ہمت تھی اور اس کے جسم کا نچلا حصہ ہلنے جلنے سے قاصر تھا۔ اسی حالت میں وہ ہسپتال سے فارغ کر دیا گیا اور گھر پر ایک وہیل چیئر تک محدود ہو کر رہ گیا۔ اس بچے کے دل میں اپنے پیروں پر چلنے کی شدید خواہش تھی۔ ایک دن تنگ آ کر اس نے خود کو وہیل چیئر سے نیچے گرا دیا اور ہاتھوں کی مدد سے گھاس پر گھسیٹنے لگا۔ بے جان ٹانگیں اس کے ساتھ ساتھ گھسیٹ رہی تھیں۔ کافی کوشش کے بعد وہ ایک جنگلے تک پہنچ گیا اور ہاتھوں سے جنگلا پکڑ کر آگے بڑھنے لگا۔ وہ چل نہیں رہا تھا بلکہ خود کو گھسیٹ رہا تھا۔ پھر اس نے اپنی اس عادت کو اپنا معمول بنا لیا۔ اسے کامل یقین تھا کہ ایک دن وہ بغیر کسی سہارے کے اپنے پاؤں پر چلنے کے قابل ہو جائے گا۔ اپنے عزم اور محنت کے نتیجے میں اس نے خود کو کھڑا ہونے کے قابل بنا لیا اور پھر آہستہ آہستہ لنگڑانے لگا۔ اور پھر ایک دن وہ اپنے پاؤں پر نہ صرف چلنے کے قابل ہو گیا تھا بلکہ دوڑنے بھی لگا تھا۔ اس کا عزم اور حوصلہ اس کا ساتھ دیتے رہے اور اس نے اسکول میں ایک ٹریک ٹیم بنائی۔

1934ء میں نیویارک شہر کے مشہور میڈیسن اسکوائر گارڈن میں دنیا نے اس بچے کو دنیا کی تیز ترین دوڑ جیتتے دیکھا، جس کے بچنے کی امید بھی نہیں تھی۔ یہ کہانی ہے بہادر شخص "ڈاکٹر گلین کننگھم" کی جو مثبت سوچ اور عزم کی زندہ مثال ہے یہ کہانی مایوسیوں کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والے انسانوں کو نئی توانائی فراہم کرتی ہے اور آج بھی دنیا میں بے شمار افراد ان سے متاثر ہو کر اپنی زندگیوں کو بدلنے کا عزم کرتے ہیں۔

اپنے مسائل پر نہیں ان کے حل پر توجہ دیں

انسانی زندگی خدائے واحد کی ایک بہترین نعمت ہے۔ انسان کے ہر عمل کا دارومدار اس کی نیت اور سوچ پر منحصر ہوتا ہے۔ انسان کی سوچ اس کی شخصیت کو سنوارنے یا بگاڑنے کا سبب ہوتی ہے۔ اچھی اور مثبت سوچ انسان کو اپنی ذات کے ساتھ ساتھ معاشرے کے لیے بھی ترقی کا سبب بنتی ہے۔ اسکے برعکس منفی سوچ انسان کو اپنی ہی ذات میں شکوک و شبہات کا شکار بنا دیتی ہے۔ جیسے کسی بھی انسان کی مثبت سوچ اور نیت کا اثر معاشرے پر ہوتا ہے بالکل اسی طرح انسان کی منفی سوچ کے اثرات بھی معاشرے میں بگاڑ کا باعث بنتے ہیں۔

ہم انسان زندگی میں کسی نہ کسی لحاظ سے ہر وقت اپنے ماضی اور مستقبل سے جڑے رہتے ہیں۔ ماضی کی غلطیوں کو ماضی میں ہی چھوڑ دینے کے بجائے جب ہم ان کا بوجھ لیے اپنی زندگی گزارنے لگتے ہیں اور پھر ہمارا حال اور مستقبل بھی ان غلطیوں سے متاثر ہوتا ہے۔ ہماری غلطیاں ہمارے لیے عدم اعتمادی کا باعث بنتی ہیں۔ ہم اپنے آپ میں مسلسل ایک کشمکش کا شکار رہتے ہوئے نہ تو اپنے لیے کسی قابل بن پاتے ہیں اور نہ ہی اپنے معاشرے کو کوئی فائدہ دینے لائق ہوتے ہیں۔ ہماری یہ منفی سوچ ہمیں اپنے مسائل سے لڑنے کی صلاحیت سے بھی محروم کر دیتی ہے۔

اگر ہم ماضی کو روگ بنالیں تو یہ منفی خیالات ہماری شخصیت کا حصہ بن جاتے ہیں اور ہم ایک ہی وقت میں دوہری شخصیت کے مالک بن جاتے ہیں۔ ہماری یہ سوچ ایک طرف تو مستقبل کے لیے کوئی نہ کوئی لائحہ عمل تیار کرنے میں مگن ہوتی ہے تو دوسری طرف ہم خود ہی اپنی سوچ پر تنقید کرتے اپنے آپ کو خطرہ اور عدم اعتمادی کا شکار بنا رہے ہوتے ہیں۔ مسلسل منفی سوچ رکھنے سے انسان وقت کے ساتھ ساتھ افسردگی اور اضطراب کی مثال آپ بن

جاتا ہے۔ ہمارے یہ رویے ہمارے ہی لیے باعث اذیت ہوتے ہیں۔

کچھ معاملات کے بارے میں ہم انسان یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے یا ہم سے نہیں ہو پائے گا۔ ہمارا یہ رویہ سراسر غلط ہے۔ انسان اپنی سوچ بدلنے کا اختیار رکھتا ہے۔ اس دنیا میں محنت سے کچھ بھی حاصل کرنا ناممکن نہیں ہے۔ بس آپ کا ارادہ نیک ہو اور آپ جس کے لیے کوشش کر رہے ہیں وہ کام یا معاملہ جائز ہو۔ بس پھر خدا کی مدد شامل حال ہو جاتی ہے اور انسان کو اندھیرے میں روشنی کی کرن نظر آنے لگتی ہے۔ منفی سوچ سے چھٹکارا پانا ایک مشکل کام ہے مگر ناممکن ہرگز نہیں۔ انسان وقت کے ساتھ ساتھ اس پر قابو پالیتا ہے جس سے اسے ذہنی سکون ملتا ہے

منفی سوچ اور عدم اعتمادی پر قابو پانے سے انسان کا اپنے مقصد حیات پانے کے لیے جذبہ مزید بڑھ جاتا ہے۔ انسان اپنے مسائل پر آہستہ آہستہ قابو پا کر زندگی میں کامیابیاں سمیٹنے لگتا ہے۔ اسی لیے عقل مندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ آپ اپنے مسائل کے بجائے خود پر بھروسہ کرتے ہوئے مثبت سوچ کے ساتھ ان سے نکلنے اور ان کے حل کے بارے میں سوچیں۔ کوئی بھی مشکل اتنی بڑی نہیں ہوتی کہ اس پر قابو نہ پایا جاسکے۔ بس ضرورت ہے تو اپنے آپ کو اور اپنی سوچ کے انداز کو بدلنے کی۔ یاد رکھیں یہی کامیابی کا راز اور کامیاب افراد کا شیوہ ہے۔ وہ تمام افراد جو ساری زندگی سہاروں کی تلاش میں رہتے ہیں اور اپنے ماضی یا قسمت کا رونا روتے رہتے ہیں ایسے تمام افراد کے لیے نہ تو دنیا میں کوئی باعزت مقام ہوتا ہے نہ آخرت میں ان کی کوئی اہمیت ہوگی۔ اللہ نے ہر انسان کو انفرادی طور پر بہترین صلاحیتوں سے نوازا ہے تاکہ ان کا استعمال کرتے ہوئے انسان نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی کامیاب افراد میں شامل ہو سکے۔ جو بھی شخص اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے لیے سہاروں کی تلاش چھوڑ کر خود محنت شروع کرے گا اس کے لیے راستے کی مشکلات اور مسائل بہت چھوٹے پڑ جائیں گے اور وہ دنیا میں کامیابی کی مثال قائم کر سکے گا۔ اس کے برعکس ساری زندگی اپنے مسائل کو روتے رہنے سے نہ تو مسئلے حل ہو

پاتے ہیں اور نہ ہی انسان کچھ اچھا کچھ بڑا سوچنے کے قابل ہو پاتا ہے۔ اسی لیے میں اکثر کہا کرتا ہوں، مسئلوں کو سوچنے کے بجائے ان کے حل پر توجہ دیں تاکہ مسائل جلد از جلد حل کر کے آپ اپنے ہدف کی طرف بھرپور طریقے سے متوجہ ہو سکیں

ایک شخص جو بے رحم حالات کی زد میں 1919ء میں ایک اخبار میں ملازمت کرتا تھا اسے اس کے ایڈیٹر نے اس بنیاد پر کام سے نکال دیا کہ وہ پر تخیل ہے، نہ ہی اس کے پاس کوئی اچھے آئیڈیاز ہیں۔ اس شخص نے ہمت ہاری نہ حالات کو قصوروار ٹھہرایا بلکہ 1920ء میں اپنے ایک دوست کی مدد سے ایک کارٹون بنانے والی چھوٹی سی کمپنی کی بنیاد رکھی۔ ایک بے ترتیب سی شروعات کے بعد اس نے پیسے کمانے کے لیے کینساس سٹی فلم کمپنی میں ملازمت کر لی۔ کچھ عرصے گزرا تو اس نے لورکس جوائن کر لیا جو اکیلے کام جاری نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس شخص نے اپنا اسٹوڈیو اس ادارے میں ضم کر دیا مگر منافع اتنا کم تھا کہ ملازمین کی تنخواہیں بھی پوری نہیں ہو سکتی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسٹوڈیو قرضے میں ڈوب گیا اور بالآخر اس کا دیوالیہ نکل گیا۔ ناکامیاں اس شخص کو پچھاڑ نہ سکیں۔ اس نے کیلیفورنیا میں فلم انڈسٹری ہالی ووڈ میں ایک نیا اسٹوڈیو کھول لیا اور کارٹون بنانے کی صنعت میں خوب جم کر کام کیا۔ اسی زمانے میں اس نے ''آس والڈ دی لکی ریبٹ'' کارٹون بنایا۔ یہ کردار اس وقت میں کارٹوننگ کے بزنس کی کامیاب ترین مثال سمجھا جاتا تھا۔ اس دور میں یہ اپنی فلموں سے محض 20 فیصد کما پاتا تھا۔ اسے امید تھی کہ اب حالات بہتری کی جانب جائیں گے مگر ایک بار پھر اس نے خود کو شکستہ پایا جب ایک پروڈیوسر اس کا کردار اور اینی میشن کے عملے کو بھی سمجھا بجھا کر ساتھ لے گیا۔ اس کے پروڈیوسر کا خیال تھا کہ یہاں اسے محض بیس فی صد پر ہی کام کرنا پڑے گا جبکہ نیا تجربہ اسے دولت مند بنا دے گا۔ جب اکثر لوگ کم اجرت کی شکایت کرتے ہوئے واپسی کے لیے اپنے بیگ پیک کر رہے تھے تو یہ حوصلہ مند آدمی ایک نئی اور دھماکہ خیز سیریز بنانے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔ کارٹون کی دنیا میں اسے 'مکی ماؤس' کے نام سے جانا جاتا ہے اور یہ ذکر ہے اپنے عہد کے مشہور انٹرپرینیور، کارٹونسٹ، اسٹیمیٹر، صدا کار اور

فلم ساز ''والٹ ڈزنی'' کا۔ جب اس نے اس سیریز پر کام شروع کیا تو اسے کہا گیا کہ یہ کردار اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں کر سکے گا جب تک ایک بڑا خوفناک چوہا ٹی وی دیکھنے والی خواتین کو خوفزدہ نہ کر دے۔ اس نے سنی ان سنی کر دی اور کام جاری رکھا۔ اس نے چوہے (مکی ماؤس) کو اس انداز میں پیش کیا کہ مقبولیت کے لیے اسے خواتین کو ڈرانے کی ذرا بھی ضرورت نہیں پڑی۔ آج کئی دہائیاں گزر جانے کے باوجود مکی ماؤس کی کہانی جاری ہے اور شائقین کی بڑی تعداد ٹکٹکی باندھے اسے سن اور دیکھ رہی ہے۔ اس شخص نے زندگی کی ناکامیوں کو خود پر کبھی حاوی نہیں ہونے دیا۔ آج شاید ہی کوئی باخبر شخص ایسا ہو جس نے ڈزنی کے بارے میں نہ سن رکھا ہو۔

ناکامی؟ کامیابی کا زینہ!

"ہمارا عظیم ترین افتخار کبھی نہ گرنے میں نہیں بلکہ گر کے ہر بار اٹھ کھڑا ہونے میں ہے"۔ (کنفیوشس)

کامیاب لوگ زندگی میں ایک عام انسان کی طرح ہی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ ان کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ یہ مشکلات سے گھبرا کر رک نہیں جاتے۔ ناکامیوں کا سامنا ہر انسان کو یکساں طور پر کرنا پڑتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ کامیاب انسان زندگی میں زیادہ ناکامیوں کا سامنا کرتا ہے تو ہرگز غلط نہ ہوگا۔ کامیاب افراد اس حقیقت کو سمجھتے ہیں کہ ان کے راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ، ہر ناکامی ان کے لیے سبق ہے جسے پڑھ کر، سیکھ کر وہ زندگی میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ہر انسان جو زندہ ہے، جی رہا ہے، اسے زندگی میں جا بجا مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات وہ کامیاب ہوتا ہے اور اکثر اوقات وہ سیکھتا ہے۔ یہ سیکھنے کا عمل انسان کی موت کے ساتھ ہی ختم ہوتا ہے۔ اگر آپ ناکامی کا سامنا نہیں کرنا چاہتے، یا اس کے خوف سے کوئی بھی قدم اٹھانے سے کتراتے ہیں تو حقیقتاً آپ نے ابھی تک زندگی جینا شروع ہی نہیں کی۔

جے۔ کے۔ رولنگ جو کہ مشہور ترین ناول ہیری پوٹر کی مصنفہ ہیں ان کا کہنا ہے کہ:

"اگر آپ بار بار ناکام ہونے کا حوصلہ نہیں رکھتے تو پھر آپ کو کامیابی کے خواب دیکھنے چھوڑ دینے چاہئیں"۔

ناکامی کیا ہے؟

میں سمجھتا ہوں کہ وقتی طور پر ناکام ہو جانا ناکامی نہیں ہے بلکہ ناکامی پر خود کو دلائل پیش کرتے ہوئے راضی کرنے کی کوشش کرنا حقیقی ناکامی ہے۔

ہمارے ہاں ہر دوسرا شخص کامیاب زندگی کا خواہش مند ہوتا ہے مگر عملی زندگی میں کامیابی حاصل کرنے والوں کی تعداد نہایت کم ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ لوگوں کا وقتی ناکامی کو دل سے لگا کر محنت ترک کر دینا ہے۔ اگر آپ کامیاب زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو آپ کو ناکامیوں کو گلے لگا کر مزید محنت اور عزم کرتے ہوئے مسکرانا ہوگا۔ کامیابی کا اہم ترین اصول ہے کہ:

"اگر آپ میں ناکام ہونے کا حوصلہ نہیں ہے تو آپ کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے"۔

آپ بھی غور کیجئے کہ چھوٹے بچے اتنا جلدی جلدی سب کچھ کیسے سیکھ لیتے ہیں؟ وہ کیوں ناکامی سے خوف زدہ نہیں ہوتے؟ آپ کو علم ہوگا کہ آگے بڑھنے کی تڑپ انہیں ناکامیوں کے خوف سے آزاد کر کے ہر دن کچھ نیا، کچھ بہتر سیکھنے اور کرنے کا حوصلہ اور عزم دیتی ہے۔ وہ اپنی غلطیوں کو تسلیم کرتے ہیں، خود پر محنت کرتے، مستقل مزاجی سے آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ بچوں کی یہ عادت ان کی ہر ناکامی کو کامیابی میں بدل دیتی ہے۔ یہی حال تمام انسانوں کا بھی ہے۔ ناکامیوں کو قبول کر کے خوفزدہ ہو کر بیٹھ جانا انسانی فطرت میں شامل نہیں ہے اسی لیے ناکام انسان تمام عمر خود کو دلائل دیتے بے بسی کی زندگی بسر کرتے نظر آتے ہیں جبکہ ناکامیوں کو قبول کر کے، اپنی صلاحیتوں پر محنت کرتے ہوئے آگے بڑھ جانے والے کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں۔

ناکامیوں کا ذکر کیا جائے تو دنیا کے امیر ترین شخص بل گیٹس سے کون واقف نہیں؟ کمپیوٹر کی دنیا کا بہت بڑا نام بل گیٹس ہارورڈ یونیورسٹی سے نکالا گیا تھا۔ بل گیٹس نے اپنے پہلے کاروبار کا آغاز پال ایلن کے ساتھ کیا جس میں اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا لیکن اس کی مستقل مزاجی نے اسے مائیکروسوفٹ کے ذریعے بہترین کامیابی سے نوازا۔

ہم سب بخوبی واقف ہیں کہ تھامس ایڈیسن وہ بچہ تھے جسے تعلیمی اعتبار سے نالائق تصور کیا جاتا تھا۔ ایڈیسن نے جب بلب بنانا چاہا تو اسے 999 بار ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ بلب بنانے کی اس کوشش نے 1000 بار میں اسے کامیابی سے ہمکنار کیا۔ ایڈیسن سے

جب پوچھا گیا کہ جناب آپ نے 999 بار ناکام ہو کر 1000 بار میں کامیابی کے ساتھ بلب ایجاد کیا تو تھامس ایڈیسن نے نہایت خوبصورت جواب دیا کہ:

"میں نے ناکام نہیں، بلکہ نو سو ننانوے ایسے طریقے ایجاد کیے جن سے بلب نہیں بن سکتا اور پھر ہزارویں بار وہ طریقہ ایجاد کیا جس سے بلب بنایا جا سکتا ہے اور وہ طریقہ تبھی ملا جب میں نو سو ننانوے وہ طریقے ڈھونڈ چکا تھا جن سے بلب نہیں بنایا جا سکتا"۔

آئن سٹائن فزکس کی دنیا کا بے تاج بادشاہ، چار سال کی عمر تک ایک لفظ نہیں بولا۔ اسی وجہ سے اسے سکول سے نکال دیا گیا اور کئی سکولوں میں کوشش کے باوجود داخلہ نہیں مل سکا۔ یہی وہ شخص جس نے بے شمار مشکلات دیکھیں، ناکامیاں جھیلیں مگر پھر ایک دن فزکس کی دنیا کا رخ بدل کر رکھ دیا۔ اس کی کامیابی کو اتنا سراہا گیا کہ نوبل پرائز اس کا مقدر بنا۔

موجودہ دور میں "ٹویوٹا اور ہنڈا" کے نام سے کون نا آشنا ہو گا؟ کیا آپ جانتے ہیں سوچر ہنڈا ایک نوجوان تھا جو کہ ٹویوٹا موٹرز میں نوکری کرنا چاہتا تھا۔ سوچر نے اسی غرض سے نوکری کی درخواست دی جسے کمپنی کی طرف سے مسترد کر دیا گیا۔ سوچر نے اس ناکامی سے دل چھوٹا کرنے کے بجائے اسے قبول کرتے ہوئے خود پر محنت شروع کی اور گھر بیٹھے سکوٹر بنانے شروع کر دیے۔ یہ ہنڈا موٹرز کا آغاز تھا جسے آج پوری دنیا سراہتی ہے۔

"اگر آپ رکیں نہیں تو یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتی کہ آپ کتنا آہستہ چل رہے ہیں"۔ (کنفیوشس)

ہم جب ناکامی کو سوچتے ہیں تو عموماً ناکامی کے منفی اثرات سوچ رہے ہوتے ہیں اور اسی لیے دل شکستہ ہو کر احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ناکامی وقتی طور پر بہت تکلیف دہ عمل ہوتا ہے، یہاں میری مراد چھوٹی چھوٹی ناکامیاں نہیں بلکہ وہ ناکامیاں ہیں جو آپ کو توڑ کر رکھ دیں، آپ ذہنی طور پر تکلیف کا شکار ہو جائیں حتیٰ کہ آپ کے عزیز و اقارب بھی آپ سے نظریں چرانے لگیں۔ ایسے وقت میں ناکامی کو اپنانے کا، اپنا کر گلے لگانے کا،

اس سے سیکھ کر آگے بڑھنے کا، ہمت اور حوصلہ مضبوط کرنے کا عمل ہی آپ کی کامیابی کی نوید ہے۔ ناکامیوں کے مثبت پہلوؤں پر غور کریں تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ یہ آپ کو گرا تو رہی ہیں مگر بدلے میں تجربہ، علم، لچک اور منزل کی اہمیت سے آگاہ کر رہی ہیں۔ ناکامی کا خوف انسان کی زندگی میں مختلف قسم کے نقصانات کا باعث بنتا ہے جن میں سرفہرست خود اعتمادی میں کمی ہونا ہے۔ ناکامی کو مسلسل سوچتے رہنے سے یہ انسان کو منفی خیالات کا شکار بنا کر تمام مثبت صلاحیتوں کو کمزور بنا دیتی ہے۔ مایوسی اور پچھتاوے کے ملے جلے تاثرات انسان کو بہت کچھ سیکھنے سے محروم کر کے اسے سستی کا شکار بنا دیتے ہیں۔ مایوسی اور اس پرستی، بہت سی جسمانی بیماریوں کا باعث بن کر انسان کو زندگی میں آگے بڑھنے سے روک دیتی ہیں۔

میرا ماننا ہے کہ اگر انسان ناکامیوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہو جائے، ہر ناکامی کو اپنے لیے سبق کے طور پر قبول کرتے ہوئے اپنی سوچ کو مثبت کرلے تو بڑی سے بڑی ناکامی بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ زندگی میں اپنی منزل، اپنے مقاصد تک پہنچنے کے لیے لائحہ عمل طے کرنا بہت اہم ہے۔ اگر انسان اپنے بڑے مقاصد کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر کے ان پر عمل شروع کر دے تو نہ صرف وہ نقصان سے محفوظ رہ سکے گا بلکہ اس سے حوصلہ مضبوط اور خود پر یقین پختہ ہو گا۔

ناکامی بڑی ہو سکتی ہے، بہت بری ہو سکتی ہے، تکلیف دہ بھی ہو سکتی ہے مگر یاد رکھیں یہ جیسی بھی ہو سبق ہمیشہ بہترین دیتی ہے۔ اگر آپ یہ سبق سیکھ لیں تو کامیابی آپ کے قدم چومنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

آپ بھی آج سے ہی کامیابی کی طرف اپنے سفر کا آغاز کیجئے۔ آہستہ چلیں، مگر چلتے رہیں رکیں نہیں، مستقل مزاجی کے ساتھ، محنت اور عزم کے ساتھ بڑھتے جائیں، ناکامیوں کو اپنائیں اور سیکھ کر آگے بڑھ جائیں پھر دیکھیں کہ کیسے کامیابی آپ کے سر کا تاج بنے گی۔

نہ راستہ تھکے گا، نہ میں رکوں گا
منزل کی جانب یونہی چلتا رہوں گا

میں آپ کو ایک کہانی سناتا ہوں۔ یہ کہانی ایسی خاتون کی ہے جو اب کسی تعارف کی محتاج نہیں رہیں۔ پوری دنیا میں ان کی کتابوں کی دھوم ہے۔ لوگ آج انہیں پڑھنا اور سننا چاہتے ہیں مگر ان کی شہرت سے پہلے ان کی زندگی کافی مشکلات سے دو چار تھی۔ ان کی زندگی میں ایک وقت ایسا بھی آیا جب انہیں کلینیکل ڈیپریشن کے مرض کا سامنا کرنا پڑا اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ انہوں نے خودکشی کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

یہ خاتون وہ مصنفہ ہیں جن کی شادی بھی ناکامی سے دو چار ہوئی اور جس کے بعد انہیں بے روزگاری کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ سنگل پیرنٹ تھیں، ایک بچے کی پرورش کی ذمہ داری سر پر تھی۔ انہوں نے وہ وقت بھی دیکھا کہ حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر انہیں اپنے اور اپنی بچی کی پرورش کے لیے حکومت سے مالی مدد مانگنی پڑی انہوں نے اپنے مالی حالات کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا کہ "ایک ایسی ماڈرن برطانوی خاتون جو بے گھر نہیں ہے مگر غریب ہے"۔

1990 کی بات ہے کہ جب وہ ایک دن بذریعہ ٹرین مانچسٹر سے لندن جا رہی تھیں تو ان کے ذہن میں ایک ایسے چھوٹے بچے کی کہانی کا مکمل آئیڈیا اترا جو وزرڈ سے اسکول میں پڑھتا ہے۔ 1995ء میں انہوں نے پرانے ٹائپ رائٹر کی مدد سے اپنی پہلی کتاب کا مسودہ مکمل کیا اور پھر وہ مسودہ قریب 12 پبلشنگ ہاؤسز کو بھیج دیا۔ پبلشنگ ہاؤسز نے اسے شائع کرنے سے انکار کر دیا۔ ایک ایڈیٹر نے انہیں ملازمت کا مشورہ دیا جس میں ان کے پاس بچوں کی کہانیاں لکھ کر کچھ پیسے کمانے کا موقع تھا۔ خاتون مصنفہ نے ایک بار پھر ہمت اور حوصلے سے سفر شروع کیا اور محنت و عزم کے ساتھ آگے بڑھتی رہیں حتیٰ کہ آج ان کا شمار برطانیہ کے سب سے زیادہ بکنے والے مصنفوں میں ہوتا ہے۔ ان کے مالی اثاثہ جات 560 ملین یورو ہیں اور وہ آج برطانیہ کی 12 امیر ترین خواتین میں شمولیت اختیار کر چکی ہیں۔

اس حوصلہ مند خاتون کا نام "جے۔ کے رولنگ" ہے جو کہ مشہور زمانہ ہیری پوٹر سیریز کی مصنفہ ہیں۔

مقصدِ حیات کی کمی

گزشتہ سال مجھے پاکستان کی ایک نجی یونیورسٹی میں "Break your Barriers" کے موضوع پر طلباء و طالبات سے گفتگو کے لیے مدعو کیا گیا۔ میں یونیورسٹی پہنچا تو یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ یونیورسٹی آڈیٹوریم طلباء و طالبات سے بھر چکا تھا حتیٰ کہ کچھ اسٹوڈنٹ سیڑھیوں پر بیٹھے اس موضوع پر گفتگو سننے کو بیتاب تھے۔ گفتگو کا آغاز ہوا اور بات کرتے کرتے میں نے آڈیٹوریم میں موجود تمام لوگوں سے سوال کیا کہ آپ اگلے پانچ سال میں خود کو کہاں دیکھتے ہیں؟ مجھے انتہائی افسوس ہوا جب جواب کے لیے کوئی ایک ہاتھ بھی اٹھتا دکھائی نہ دیا۔ خیر بات کو بڑھاتے ہوئے میں نے دوبارہ سوال کیا کہ آپ دس سال بعد زندگی میں خود کہاں کھڑا ہوا پاتے ہیں؟ اور اس بار بھی میں نے کوئی ہاتھ اٹھتا ہوا نہیں دیکھا۔ گفتگو پھر سے جاری کی، اور اب کی بار میں نے تمام طلبہ سے سوال کیا کہ آپ کی زندگی کا کیا مقصد/آپ کا مقصد حیات کیا ہے؟ آپ کے لائف گولز کیا ہیں؟ افسوس صد افسوس کہ اس بھرے پرے آڈیٹوریم میں موجود لوگوں کے مقصد حیات ڈگری اور نوکری سے بڑھ کر کچھ نہیں تھے۔ بہت اصرار کے باوجود ڈگری، نوکری اور شادی سے آگے کوئی جواب نہ ملا۔ جواب تو دور حیران کن طور پر مجھے معلوم ہوا کہ ہماری نوجوان نسل جو قوم کی معمار تھی اس نے کبھی اس بارے میں سوچنے کا تردد ہی نہیں کیا کہ آخر ان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ سیمینار اختتام کو پہنچا تو میں افسوس اور شرمندگی کی ملی جلی کیفیت میں گھر روانہ ہو گیا۔

ہماری نوجوان نسل کی یہ غیر سنجیدگی، اور مقصد حیات کی کمی نے مجھے کئی دن تک عجیب کشمکش میں مبتلا رکھا سوچتا کہ ہم وہ لوگ بن چکے ہیں جن کی زندگی محض مذاق ہے۔ ہمارے کوئی لائف گولز نہیں ہیں، یعنی ہم لوگ زندگی میں کامیاب ہوتا تو دور ایسا کوئی خواب [illegible] ہمارے اپنی زندگی کو لے کر کوئی پلانز [illegible] تے۔

(Plans) نہیں ہیں۔ ہماری نوجوان نسل کا زیادہ سے زیادہ خواب ڈگری اور نوکری تک محدود ہے۔ وہ اس سے آگے کچھ سوچنے کا تردد ہی نہیں کرتے۔

ہمیں ایک نئی سوچ اور فکر کی ضرورت ہے جو ہمیں اس قابل بنا دے کہ ہم اپنا مقصد حیات تہہ کر سکیں، اپنے لائف گول سیٹ کر سکیں اور انہیں پانے کے لئے دن رات محنت کرنے کے قابل بن سکیں۔ زندگی میں مقصد کی کمی نے آج ہمارے نوجوانوں کو بہت سی خرافات میں ڈال رکھا ہے جس کا نتیجہ ڈپریشن، عدم اعتماد، اور بعض اوقات زندگی سے اکتاہٹ اور پھر خودکشی جیسے سنگین عمل کی صورت میں دیکھنے کو ملتا ہے۔

آج اگر ہم اپنی سوچ بدل لیں، زندگی میں کامیاب ہونے کا فیصلہ کر لیں، ہر دن اپنے فیصلے پر عمل کرنے کی کوشش اور محنت کریں، اپنے مقاصد کو وقتاً فوقتاً اپ گریڈ کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف ہم کامیاب ہو جائیں گے بلکہ بہت سی برائیوں سے بچ کر اطمینان و سکون کی زندگی گزارنے کے قابل ہوں گے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم باقاعدہ طور پر ایک صفحے پر خود سے تحریری معاہدہ کریں کہ آج موجودہ وقت میں ہم زندگی کے کس مقام پر کھڑے ہیں ہماری صحت کیسی ہے؟ ذہنی حالت کیا ہے؟ روحانی اعتبار سے ہم کس حالت میں ہیں؟ آج ہمارا کیریئر کیا ہے؟ ہم معاشرے میں کہاں کھڑے ہیں؟ ہمارے لوگوں کے ساتھ تعلقات اور رویے کیسے ہیں؟ اور پھر یہ لکھیے کہ آنے والے 2 سال، 5 سال، 10 سال اور پھر 20 سال بعد ہم خود کو روحانی، معاشی، ذہنی اور جسمانی اعتبار سے کہاں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس تحریری معاہدے کو اپنے کمرے کے اس حصے پر لگا دیں جہاں اکثر و بیشتر آپ کی نظر پڑتی رہے۔ یہ آپ کو ہر وقت اس احساس میں مبتلا رکھنے میں مدد دے گا کہ آپ کو زندگی میں اپنے مقصد تک پہنچنا ہے، یہ آپ کو نیند سے بھی جگائے گا، محنت بھی کروائے گا۔ آپ اپنا محاسبہ کرنے کے قابل ہوں گے کہ کہاں کتنی محنت کی ضرورت تھی اور آپ نے کتنی محنت کی، آپ کی پراگرس کیا ہے؟

میں نے زندگی میں ایک تجربہ یہ بھی کیا کہ ایک کاغذ پر اپنی روزمرہ کی تمام سرگرمیوں کو لکھا اور مشاہدہ کیا کہ ان میں سے مجھ میں وہ کونسی عادات ہیں جو میرے لیے اچھی اور مفید ہیں اور ایسی کونسی عادات ہیں جو میرے لیے نقصان دہ ہیں۔ یہ تمام خوبیاں میرے کمرے میں میری نظروں کے سامنے رہتیں جن سے مجھے ان کی اہمیت کا اندازہ ہوتا اور میری ہمت بڑھتی، جبکہ وہ تمام بری عادتیں جو میری شخصیت کا حصہ تھیں اور میرے لیے نقصان دہ تھیں ان کی تصویر میں نے اپنے موبائل کے وال پیپر پر لگالی۔ جب بھی موبائل پکڑتا مجھے ان تمام بری عادتوں سے نفرت ہونے لگتی، ان کے نقصانات اور تنگی کا احساس ہوتا اور میں محسوس کرتا کہ یہ کس طرح میری کامیابی کی راہ میں رکاوٹ بنی کھڑی ہیں۔ میں نے محنت اور کوشش سے آہستہ آہستہ ان تمام برائیوں سے نجات حاصل کر لی۔ وقت لگا مگر میں ان بری عادتوں کو ترک کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

لہٰذا میرا آپ کو بھی مشورہ ہے ایک صفحہ لیں اور اس پر اپنی تمام اچھی اور بری عادات کو ان کے فوائد اور نقصانات کے ہمراہ لکھ لیں، پھر اس کاغذ کو ایسی جگہ رکھیں جہاں بار بار آپ کی نظر اس پر پڑ سکے۔ یہ آپ کو اپنی اچھی عادات مضبوط کرنے میں مدد دے گا اور آپ کی برائیوں کو آپ سے دور کرنے میں معاون ثابت ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اپنی خامیوں کا احساس ہو جانا انسان پر اللہ کا خاص کرم اور احسان ہے۔ ہمیں زندگی میں آگے بڑھنے کے لیے ان تمام معاملات اور اپنی ترجیحات پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

لوگوں کا خوف

ڈرتے رہیں گے یوں ہی لوگوں سے زندگی بھر
خوف خدا جو پالا تو لوگ کیا کہیں گے

میں سائنس نہیں آرٹس میں اپنا کیریئر بنانا چاہتا ہوں۔ لوگ کیا کہیں گے؟
میں اپنا کاروبار کرنا چاہتا ہوں۔ لوگ کیا کہیں گے؟
میں کوکنگ نہیں کمپیوٹر کورس کرنا چاہتی ہوں۔ ارے لوگ کیا کہیں گے؟
خاندان سے باہر شادی؟ لوگ کیا کہیں گے؟
میں کچھ غلط نہ کردوں۔ لوگ سوچیں گے کہ میں احمق ہوں۔ کہیں لوگ میرا مذاق نہ اڑائیں۔

لوگ کیا کہیں گے؟ لوگ کیا سوچیں گے؟ ہم ان جملوں کے بچپن سے ہی اس حد تک عادی ہو چکے ہیں کہ جانے انجانے میں لاشعوری طور پر زندگی کے ہر مرحلے میں یہ سوالات ہمارے حواس پر سوار رہتے ہیں۔ ہماری خود اعتمادی اور قوت ارادی ان جملوں کے خوف سے شدید متاثر ہوتی ہے۔

خوف ایک ذہنی کیفیت کا نام ہے جس کا شکار ہر انسان ہوتا ہے۔ دنیا میں موجود ہر شخص مختلف طرح کے خوف میں مبتلا ہوتا ہے۔ خوف کا ہونا برا نہیں ہے لیکن جو لوگ حقیقی خوف کے بجائے فرضی خوف کو دل میں بسا لیتے ہیں ان کے لیے زندگی میں اپنے سوچ اور مقصد کو متحد کرنا کافی مشکل ہو جاتا ہے۔ ماہرین نفسیات کا اس حوالے سے ماننا ہے کہ انسان اپنے خوف کو اپنا نظریہ اور عقیدہ بنا لیتا ہے جسکی بدولت اپنے خوف پر قابو پانا اس کے لیے نہایت مشکل ہو جاتا ہے۔ حال ہی میں ہونے والی ایک ریسرچ کے مطابق انسان کے 98

فیصد خوف اور خدشات فرضی اور بے معنی ہوتے ہیں جبکہ محض 2 فیصد خدشات درست ثابت ہوتے ہیں اور یہ خدشات لوگوں کے بارے میں، کاروبار، تعلیم، شادی اور ایسے دیگر معاملات کے بارے میں ہو سکتے ہیں۔

اگر ہم اپنی زندگیوں کا احاطہ کریں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ بچپن سے لے کر حال تک ہمیں کوئی بھی فیصلہ یا ارادہ کرتے ہوئے سب سے پہلا خیال ہی یہ آتا ہے کہ:

"اگر میں یہ نہ کر سکا تو؟ کیا یہ ٹھیک ہے؟"

اس سوچ کے ساتھ ہی ہم میں سے اکثر افراد اپنی زندگی کے بڑے بڑے فیصلے کرنے سے رک جاتے ہیں اور خود کو زمانے کی لہروں کے ساتھ بہنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ ناکامی اور لوگوں کی باتوں کا ڈر ہی ہم سے ہماری تمام تر توانائی چھین کر ناکامی کو ہمارا مقدر بنا دیتا ہے اور ہم اپنی منفی سوچ کے ساتھ تنہا رہ جاتے ہیں۔

بدقسمتی سے ہم جس معاشرے کا حصہ ہیں وہاں یہ کلچر بن چکا ہے اور یہ رویہ عام ہو گیا ہے کہ ہر بندہ دوسرے کی زندگی میں دخل اندازی کرنا اپنا حق سمجھتا ہے۔ یوں ہر انسان کی زندگی میں اس کی اپنی رائے سے زیادہ ارد گرد کے لوگوں کی رائے سبقت لے جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج ہم اپنی زندگی کا کوئی بھی فیصلہ لینے سے پہلے لوگوں کی سوچ اور مرضی کو مد نظر رکھتے ہیں۔ لوگوں کا ڈر اور خوف ہم میں اتنا رچ بس گیا ہے کہ ہم اپنے دل و دماغ کی آواز سن ہی نہیں پاتے اور زندگی میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ یہ تنقید کا خوف ہم پر اتنا حاوی ہو جاتا ہے کہ ہم لوگوں کی رائے کو اپنی رائے مان کر فوراً ان سے متفق ہو جاتے ہیں۔ ہمارا یہ ڈر ہمیں ذہنی اور جسمانی طور پر کاہل بنا دیتا ہے اور ہم شکست تسلیم کرنے والوں میں سے ہو جاتے ہیں۔ اس خوف کی بدولت اکثر لوگوں کی ساری زندگی ہی دوسروں کے زیر اثر رہتی ہے۔

کامیاب افراد کا معاملہ اس سب سے انتہائی مختلف ہے۔ کامیاب افراد بچپن ہی سے یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ وہ لوگوں کو نہیں بدل سکتے مگر کم از کم وہ اپنے آپ کو لوگوں کے مطابق زندگی گزارنے والا بھی نہیں بننے دیں گے۔ کامیاب افراد کو اگر کوئی خوف ہوتا ہے تو

وہ خدا کی ناراضگی اور اپنی ناکامی کا خوف ہوتا ہے اور اس خوف پر قابو پانے کے لیے وہ دن رات محنت کر کے کامیابی حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ خوف مثبت انداز میں کامیاب افراد کے لیے مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ان کا اس بات پر یقین ہوتا ہے کہ وہ خود اپنے لیے بہترین فیصلہ لے سکتے ہیں اور اگر کہیں کسی مقام پر انہیں مشکلات کا سامنا کرنا بھی پڑے تو بھی وہ اپنے آپ میں نہایت مطمئن ہوتے ہیں اور بہادری سے مشکلات کا سامنا کر کے زندگی میں آگے بڑھ جاتے ہیں۔ بدمزاجی اور احساس کمتری ہرگز کامیاب لوگوں کا شیوہ نہیں ہوتی۔ یہ لوگ مشاورت تو کرتے ہیں مگر حتمی فیصلہ ہمیشہ خود ہی لیتے ہیں۔

خود اعتمادی اور کامیاب ہونے کا تعلق انسان کی مثبت سوچ سے ہے۔ تنقید اور لوگوں کی باتوں کا سامنا تقریباً ہر فرد کو ہی کرنا پڑتا ہے مگر مثبت سوچ رکھنے والے افراد اس تنقید کو اپنے آپ میں بہتری لانے کے لیے استعمال کرتے ہیں اور غیر ضروری باتوں پر کان دھرنے کی بجائے اپنی توجہ اور اپنا فوکس اپنے کام کی طرف رکھتے ہوئے کامیابی کے سفر پر گامزن رہتے ہیں۔ مثبت سوچ اور لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھرنے کی عادت انہیں اس جملے سے بیگانہ کر کے خود اعتمادی دیتی ہے کہ "لوگ کیا کہیں گے؟" ایک عام انسان نہایت آسانی کے ساتھ اپنے اس خوف پر قابو پا سکتا ہے۔ ضرورت بس اس امر کی ہے کہ منفی سوچ اور لوگوں کی باتوں کے حصار سے نکلنے کے لیے خود سے چند سوالات کیے جائیں۔

1- کیا میری سوچ اور فیصلہ صحیح ہے؟

2- کیا میرے ارادے مجھے اپنا مقصد حیات پانے میں مددگار ثابت ہو سکیں گے؟

3- اگر میں لوگوں کی سوچ نہیں بدل سکتا تو میرا رویہ لوگوں کی باتوں پر کیسا ہونا چاہیے؟

ان تمام سوالات کے جواب مل جانے پر آپ خود کو مضبوط محسوس کریں گے اور آپ کی سوچ، اپنے خوف اور ڈر کو لے کر آپ کا نقطہ نظر تبدیل ہو کر رہ جائے گا۔ آپ اپنا قیمتی وقت لوگوں کی تنقید پر ضائع کرنے کے بجائے اسے قیمتی بنانے کی فکر کرنے لگیں گے۔ آپ کو یہ احساس ہوگا کہ اس چھوٹی سی زندگی کو لوگوں [illegible] کرنے کے بجائے آپ کو

اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کا حق ہے۔

اپنے تمام خوف اور ڈر پر قابو پانے کے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان اپنی سوچ کو بہتر بنائے۔ اچھی اور مثبت سوچ انسان کی ہمت بڑھاتی ہے، اس کے حوصلوں کو بلند کرتی ہے۔ خوف سے بچاؤ تب ہی ممکن ہے جب آپ کا ذہن وسیع ہوگا اور آپ کا نقطہ نظر تبدیل ہوگا۔ اس مرحلے میں امید اور خود پر یقین آپ کا حوصلہ بلند رکھنے میں مددگار ثابت ہوں گے۔ میرا ماننا ہے کہ خوف پر قابو پانے کے لیے اگر انسان کو کسی مدد کی ضرورت پیش آئے تو ایسی مدد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر انسان دل میں خدا کی محبت کے ساتھ ساتھ اس کا ڈر بھی پیدا کرلے تو باقی کے تمام فرضی خدشات اس کی زندگی سے نکل جاتے ہیں اور انسان بہادری کے ساتھ اپنی زندگی کے تمام تر فیصلے خود لینے کے قابل ہو جاتا ہے جسکی بدولت انسان کی کامیابی یقینی ہو جاتی ہے۔

مسائل بھی نعمت ہیں

اقبال لکھتے ہیں کہ:

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے

کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

زندگی کے پچھلے دس سال میرے لیے انتہائی اہم ثابت ہوئے ہیں۔ میں نے اس دوران کئی بڑے فیصلے لیے۔ ان فیصلوں پر ڈٹ کر ان کے لیے محنت کی اور پھر اپنے لیے کامیابی کے راستے استوار کرتا میں آج بھی بڑھتا چلا جا رہا ہوں۔ ان چند سالوں میں میں نے غربت سے اٹھ کر اپنی محنت کے بل بوتے پر گھر، گاڑی، کاروبار جیسی تمام ضروریات سمیت زندگی کی دیگر آسائشات کو بھی پا لیا تو لوگوں نے مجھے کامیاب انسان ماننا شروع کر دیا۔ میری کامیابی کا راز جاننے اور مجھ جیسی زندگی کی خواہش لیے کئی لوگوں نے مجھ سے کاؤنسلنگ سیشنز لینا شروع کر دیے۔ لوگ آتے، سوالات کرتے، مسائل بتاتے، میں انہیں جواب دیتا، کامیاب زندگی کے لیے محنت اور عزم سے آگے بڑھنے میں ان کی حوصلہ افزائی کرتا، بزنس اور ڈیجیٹل مارکیٹنگ سے متعلق ان کی راہنمائی کرتا اور یونہی تمام سیشنز اپنے اختتام کو پہنچ جاتے۔

لوگ آتے رہے سیشنز چلتے رہے مگر مجھے آہستہ آہستہ لوگوں کا ایک مشترکہ مسئلہ سمجھ آنے لگا تھا۔ ملاقات کی غرض سے آنے والا ہر شخص اپنی زندگی کے مسائل سناتا اور انہیں کو اپنی ناکامی کی وجہ بتاتا تھا۔ لوگ کہتے کہ علی بھائی ہم جب بھی کچھ کرنا چاہتے ہیں ہمارے فلاں فلاں مسائل ہمیں آگے بڑھنے سے روک دیتے ہیں لہٰذا آپ ہمیں کوئی ایسا طریقہ بتائیں جس سے ہمارے مسائل سرے سے ہی ختم ہو جائیں۔ آج اکثر لوگ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ وہ ایسا کیا کریں جس سے وہ تھکیں نہیں، کامیاب ہوں اور خوب پیسہ کمائیں۔ ہمارے ہاں لوگوں کا ماننا ہے کہ مسائل کا سرے سے ہی ختم ہو جانا ہی حقیقی کامیابی ہے۔

مجھے اس رویے پر ایک ماہر نفسیات کی وہ بات یاد آتی ہے کہ جب ان کے پاس ایک شخص اپنے مسائل کا حل لینے آیا اور کہنے لگا کہ اس کی زندگی میں ہر طرف مسائل ہی مسائل ہیں، کوئی کام ڈھنگ سے نہیں ہو پا رہا تو وہ اسے کلینک کے قریب ایک قبرستان لے گئے اور کہنے لگے کہ دیکھو میاں یہ ہے وہ جگہ جہاں کسی کو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جب تک یہ سانس ہے تب تک مسائل کا سامنا ہر صورت کرنا پڑے گا لہٰذا مسائل کو ختم کرنے کی نہیں بلکہ ان پر قابو پاتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

مسائل ہمیں بڑا انسان بنانے کے لیے آتے ہیں۔ یہ ہماری ہمت اور حوصلے کو بڑھاتے ہیں اور ہمیں اس لائق بناتے ہیں کہ ہم اچھے برے وقتوں سے گزر کے کامیابی کے قابل ہو سکیں۔ مسائل ہیں تو مطلب آپ زندہ ہیں، یہ نہ ہوں تو آپ میں اور مردے میں کیا فرق رہ جائے گا۔ اپنے مسائل پر شکر ادا کیا کریں۔

میرا ماننا ہے کہ ہر انسان کی زندگی میں مسائل بھی اس کی حیثیت کے مطابق آتے ہیں۔ ایک دیہاڑی دار مزدور کی زندگی میں مسائل بھی اس کی دیہاڑی سے منسلک ہوتے ہیں جبکہ ملک و ملت کے معماروں کو ہر لمحے میں کئی اہم اور سنگین مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، دنیا پر حکومت کرنے والے عظیم سپہ سالار اور حکمران، قائداعظم، علامہ اقبال اور ایسے ہی بے شمار نام جنہیں آج لوگ سنہری حروف میں یاد کرتے ہیں یہ سب بھی مسائل سے چھٹکارا پا کر نہیں ان پر قابو پا کر کامیاب ہوئے۔ کیا حضرت محمد ﷺ کی زندگی میں مسائل نہیں تھے؟ بالکل تھے! آپ ﷺ کی زندگی بے شمار مسائل سے دوچار رہی اور مسائل بھی ایسے کہ ایک عام انسان سن کر تڑپ جائے مگر آپ ﷺ نے کبھی ان مسائل کو اپنی کامیابی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننے دیا۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور ایک ہاتھ پر سورج بھی رکھ دیا جائے میں تب بھی توحید کا پہلو نہیں چھوڑوں گا، تب بھی نہیں رکوں گا۔ آپ کے اسی بے مثال حوصلے اور عزم کی بدولت آج 1400 سال گزر جانے کے باوجود غیر مسلم انگریزوں نے اپنی یونیورسٹی اور بہترین لیڈر کی کتابوں میں آپ ﷺ کے نام کو سر فہرست رکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ ایسی بے مثال شخصیت کے حامل تھے کہ 1400 سال گزر جانے کے

باوجود آپ آج بھی لوگوں کی زندگیوں پر اثر انداز ہو رہے ہیں اور لوگ آپ کو اپنا آئیڈیل مان کر اپنا سب ان پر قربان کر دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات عدل و انصاف کا پیکر ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کی زندگی میں مسائل پیدا کرتے ہیں اور پھر جو بھی ان مسائل میں ثابت قدمی سے منزل کی جانب بڑھتا رہتا ہے، گرے نہیں، تھکے نہیں، اسے کامیابی کا پروانہ تھما کر اسے پار لگا دیا جاتا ہے۔ اسکے برعکس وہ لوگ جو بیچ راہ میں بیٹھ کر مسائل کو رونے لگتے ہیں، ناکامی ہمیشہ کے لیے ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

انسان کی زندگی سے اگر مسائل کا خاتمہ کر دیا جائے تو وہ سیکھنے، سمجھنے اور آگے بڑھنے سے قاصر ہو جائے گا۔ مسائل سے ہی ہماری شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔ مسائل ہی ہمیں کامیابی کے لیے تیار کرتے ہیں۔ سونا پکتا ہے تو کندن بنتا ہے۔ انسان کو بھی عظمت ملنے سے پہلے مشکلات اور مصائب کی بھٹی میں جھونکا جاتا ہے تاکہ پتا چلے سکہ کھرا ہے یا کھوٹا۔ ان مشکلات کو برداشت کریں گے تو کامیابی کے قابل بن پائیں گے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اگر کامیابی چاہتے ہو تو۔ مسائل کو ختم کرنے کی نہیں ان پر قابو پا کر آگے بڑھنے کی کوشش میں جت جاؤ۔ آج اگر چھوٹے مسائل میں ثابت قدم رہو گے تو بڑے بن کر بڑے مسائل کا سامنا کر پاؤ گے۔ کامیاب انسان مشکلات اور رسک لینے سے نہیں کتراتا۔ لہٰذا بہتر مستقبل کے لیے آج سے محنت کا آغاز کرو۔

چند روز قبل فیس بک پر ایک تحریر پڑھنے کو ملی۔ موصوف لکھتے ہیں کہ ایک واحد پرندہ جو شاہین کے راستے کی رکاوٹ بننے کی کوشش کرتا ہے وہ کوا ہے۔ کوا اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر اس کی گردن پر چونچ مارتا ہے مگر شاہین جواب نہیں دیتا اور نہ ہی کوے سے لڑتا ہے۔ شاہین کبھی کوے پر اپنا وقت اور توانائی ضائع نہیں کرتا بلکہ آسانی سے اپنے پروں کو کھولتا ہے اور آسمان میں اونچا اڑنے لگتا ہے۔ اونچی اڑان سے کوے کو سانس لینے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور پھر آکسیجن کی کمی کی وجہ سے کوا گر جاتا ہے۔

لہٰذا زندگی میں کووں جیسے لوگوں کے ساتھ اپنا وقت ضائع کرنے کے بجائے شاہین بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ خود کو بلند کر

جذباتی اور حساس لوگ

جذبات کی رو میں بہہ گیا ہوں
کہنا جو نہ تھا وہ کہہ گیا ہوں

''جذبات میں بہہ جانا'' یا ''جذبات کی رو میں بہہ جانا''۔ ایسے ہی کچھ جملے آپ نے سن رکھے ہوں گے۔ ہمارے ہاں ایک عام رویہ پایا جاتا ہے کہ لوگ اپنے معاملات میں ضرورت سے زیادہ جذباتی اور حساس ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ لوگوں کی ناکامی کی ایک بہت بڑی وجہ ان کا یہی حساس اور جذباتی رویہ ہے۔ ہمارے معاشرے میں عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی انسان کامیاب زندگی کا فیصلہ کر کے اپنے خوابوں کو پانے کے لیے نکلتا ہے تو راستے کی مشکلات سے بے خبر، آسان اور شارٹ کٹ راستہ اختیار کرتے ہوئے کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ایسے میں پھر جب مسائل اور مشکلات سامنے آتی ہیں تو وہ ان مسائل پر قابو پانے کے بجائے ہمت ہار بیٹھتا ہے اور ناکامی کو ہمیشہ کے لیے اپنے گلے کا ہار بنا لیتا ہے۔ یہ جذباتی اور حساس لوگ پھر تا عمر لوگوں کو اپنی وہ ایک داستان سنا کر اپنی ناکامی کو جسٹیفائی کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

ہر وہ انسان جو زندگی کی دوڑ میں کامیاب ہونا چاہتا ہے اسے اپنی غلطیوں اور مسائل کو سر پر باندھ کر ان کی داستان سنانے کے بجائے ان رکاوٹوں کو پتھروں کی مانند پیروں کے نیچے جمع کر کے محل تعمیر کرنا سیکھنا ہوگا۔ لوگ آج بزنس کا آغاز کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ بنا کسی رکاوٹ اور پریشانی کے ایک ماہ میں ہی وہ اپنے بزنس میں کامیاب ہو جائیں۔ ایسا ہرگز ممکن نہیں ہے۔ جب تک رکاوٹیں اور مسائل نہیں ہوں گے تب تک آپ کامیاب [illegible] ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تب ہی آپ

کامیابی کے قابل بن سکیں گے۔

فرض کریں کہ آپ چولہا جلاتے ہیں اور نا سمجھی میں اس چولہے کی بھڑکتی ہوئی آگ میں اپنا ہاتھ جلا بیٹھتے ہیں تو کیا آئندہ کے لیے آپ چولہا جلانا چھوڑ دیں گے؟ نہیں! بلکہ آپ ایک تجربہ حاصل کریں گے کہ آئندہ چولہا کس احتیاط سے جلانا ہے۔ جب ہاتھ جلنے پر آپ چولہا جلانا نہیں چھوڑتے تو کامیابی کے راستے میں مسائل سے پریشان ہو کر کامیابی کا راستہ کیوں چھوڑ دیتے ہیں؟ انسان کے لیے یہ زندگی آزمائشوں کا گھر ہے۔ یہاں ہر موڑ پر، ہر جگہ، ہر مقام پر آپ کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لہٰذا اس سفر میں کامیاب وہی ہے جو آزمائشوں کے ڈر سے رکتا نہیں ہے بلکہ ایک نئے جوش اور ولولے سے آگے بڑھتا رہتا ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ ہر جذباتی انسان کے پاس سنانے کے لیے ایک درد بھری کہانی موجود ہوتی ہے اور وہی کہانی اس کی ناکامی کی وجہ بھی بنتی ہے۔ یاد رکھیں درد، مسائل، تکالیف، تنہائی اور رکاوٹیں، ان سے بڑا اور بہتر دنیا میں کوئی استاد نہیں ہے۔ جتنا کچھ انسان تنہائی اور تکلیف میں سیکھتا ہے اتنا شاید ہی اسے کوئی اور چیز سکھا پاتی ہے۔ رکاوٹوں میں ہمت بندھ جائے رکنا اور آگے بڑھنا مشکل ضرور ہے مگر ناممکن ہرگز نہیں۔ کامیابی چاہتے ہیں تو اپنی تکالیف، اپنے درد اور تنہائی کو اپنا استاد بنالیں۔ جذبات میں بہہ کر ناکامی پر اکتفا کرلینا کامیاب لوگوں کی روش نہیں ہے۔ کامیاب لوگ اپنے جذبات کو ایک حد تک اہمیت دیتے ہیں مگر انہیں خود پر حاوی نہیں ہونے دیتے۔

میں اکثر لوگوں سے سنتا ہوں کہ ناکام نہ ہونا در حقیقت کامیابی ہے۔ میرے نزدیک یہ سراسر غلط فہمی ہے۔ کامیابی اور ناکامی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ لوگ مجھے کامیاب سمجھتے ہیں، اپنا آئیڈیل اور رول ماڈل مانتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مجھے زندگی میں کبھی ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑا جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ میں آج بھی آئے روز ناکامیوں کا سامنا کرتا ہوں۔ اپنی ناکامیوں سے سیکھتا ہوں اور آگے بڑھ جاتا ہوں۔ ہاں میری کامیابی یہ ضرور ہے کہ میں ناکامی کو کبھی اپنے سر پر نہیں باندھتا۔

ایک سال قبل ایک صاحب مجھ سے ملنے کے لیے آئے۔ کہنے لگے شیرازی صاحب میں بھی کامیاب ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ محترم آپ کتنے مسائل اور ناکامیوں کا سامنا کر سکتے ہیں؟ کتنی مشکلات اور پریشانیاں جھیل سکتے ہیں؟ وہ حیرانی سے مجھے دیکھنے لگے۔ میں نے انہیں بتایا کہ جناب کامیابی در حقیقت ناکامیوں کا سامنا کر کے آگے بڑھنے کا نام ہے۔ اگر آپ مجھ سے کامیابی کی تعریف پوچھیں گے تو میں آپ کو اچھا گھر، گاڑی، پیسہ نہیں بتاؤں گا بلکہ کامیاب زندگی کیلئے لے جانے والے ہر قدم پر مشکلات اور ناکامیوں کے باوجود اگر آپ کا دل مطمئن اور خوشحال ہے تو میرے نزدیک یہی کامیابی ہے۔ میرے نزدیک کامیابی کی مثال پہاڑ پر چڑھنے کی سی ہے۔ بلندی کی طرف اٹھتا ہر قدم آپ سے آپ کی محنت اور ہمت کا سوال کرتا ہے۔ آپ کو زور لگانا پڑتا ہے۔ اس زور لگانے میں اگر آپ خوشی محسوس کرتے ہیں تو آپ کامیاب ہیں لیکن اگر ہر اٹھتا قدم آپ کو تھکا رہا ہے تو آپ کامیاب نہیں ناکامیوں کا بوجھ اٹھائے ناکامی کی ہی طرف بڑھ رہے ہیں۔ کامیابی کے لیے ناکامیوں سے سیکھ کر ان کا بوجھ خود پر سے اتار کر آگے بڑھنا سیکھیں۔ تب ہی دل مطمئن اور پرسکون ہوگا۔ سفر آسان اور پر مسرت ہوگا۔

کامیابی کو اپنا مشغلہ بنا لینے والے ناکامیوں سے کبھی گھبرایا نہیں کرتے۔ یاد رکھیں کامیابی کبھی آخری نہیں ہوتی، کسی کامیابی کا سفر کبھی آخری سفر نہیں ہوتا۔ ہر کامیابی کے بعد نئی کامیابی، نیا سفر آپ کا منتظر ہوتا ہے۔ لہٰذا رکنا نہیں ہے، ناکامیوں سے سیکھنا ہے اور سیکھ کر بڑھتے چلے جانا ہے۔

غرور اور تکبر سے ناکامی تک

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"آگاہ ہو جاؤ کہ سینے میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، جب یہ تندرست ہو تو تمام بدن تندرست رہتا ہے اور اگر اس میں خرابی اور فساد پیدا ہو جائے تو سارے جسم میں خرابی و فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ جان لو کہ وہ تمہارا دل ہے"۔

جب ذکر ہو دل کا تو دل کی بیماریوں میں تکبر، غرور، حسد، بغض اور منافقت ہی دل کی بڑی بیماریاں ہیں جو انسان کا سکھ چین چھین کر اسے ہر وقت کسی آگ میں جلاتی رہتی ہیں۔ غرور کا مطلب ہی دھوکہ ہے جبکہ تکبر اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ہے۔ یہ غرور و تکبر انسان کو اپنے آپ اپنی ذات میں گم کر کے دھوکہ دہی کا شکار کرتا ہے اور باقی سب کو حقیر بنا کر پیش کرتا ہے۔ انسان اپنے آپ پر اس قدر فخر میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اسے دنیا کا ہر شخص کم تر دکھائی دینے لگتا ہے۔ اکثر لوگ اپنے حسب نسب، اپنے مال اور اولاد، اپنے حسن و جوانی اور اپنی تعلیم کے حوالے سے غرور و تکبر کا شکار ہوتے ہیں جبکہ دیکھا جائے تو حقیقتاً اس سب میں انسان کا کوئی زور نہیں، یہ سب چیزیں تو عطائے خداوندی ہیں۔ اس دنیا اور آخرت میں عزت انہیں کو ملتی ہے جو انکساری کے ساتھ رہنے والے ہوتے ہیں۔ آپ آج اپنے حسب و نسب اور اولاد پر فخر کر رہے ہیں مگر سوچیں جس نے آپ کو یہ سب عطا کیا وہ آپ سے یہ سب لے لے تو آپ کیا کریں گے؟ آج آپ کے پاس بہت پیسہ، بہت دولت ہے مگر کل آپ کسی بیماری کا شکار ہو جائیں اور یہ سارا پیسہ خرچ کر کے بھی شفایابی حاصل نہ ہو تو کیا فائدہ اس پیسے کا؟ آپ کو آج اپنے حسن اور جوانی پر غرور ہے، اگر آپ کسی حادثے میں اپنا یہ حسن کھو بیٹھیں تو آپ کا غرور کہاں جائے

عطا کیا ہے اگر وہ یہ سب لے لے تو انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ اسکے باوجود اکثر لوگ خود کو برتر اور دوسروں کو کم تر سمجھنے میں مشغول رہتے ہیں۔ غرور و تکبر ایک ایسی بیماری ہے جس نے ابلیس کو جنت سے نکلوا دیا اور اسے ہمیشہ کی ناکامی سے دوچار کیا۔ سب سے برتر ہونا یہ وہ صفت ہے جو صرف خدا کو ہی جچتی ہے اور اس کا اقرار ہم دن رات "اللہ اکبر" اللہ سب سے بڑا ہے کہہ کر کرتے ہیں۔

میرا مشاہدہ ہے کہ ہر وہ انسان جسے کامیابی سے نوازا گیا، اس نے زندگی میں جس بھی مقام پر خود کو برتر سمجھا وہیں اس کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑ گیا۔ میں نے بے شمار کامیاب اور ناکام افراد کو پڑھا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ اکثر لوگوں کی ناکامی کی بہت بڑی وجہ اپنے آپ کو بڑائی والا سمجھنا ہے اور ان کی یہ عادت انہیں زندگی میں سیکھنے سے روکے رکھتی ہے حتیٰ کہ ناکامی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ اسکے برعکس وہ تمام کامیاب افراد جنہیں دنیا نے ہمیشہ عزت کے ساتھ اچھے لفظوں میں جانا وہ اپنے آپ میں عاجزی کی مثال ہوتے ہیں۔ یہ لوگ خود سے زیادہ دوسروں کا بھلا سوچنے والے اور انہیں خود سے بہتر سمجھتے ہیں۔ کامیاب افراد کی یہی عادت انہیں بے وقوفوں کی محفل میں بھی سیکھنے کو بہت کچھ عطا کر دیتی ہے جسے سمجھ کر، سیکھ کر یہ لوگ اپنا سفر کامیابی سے طے کرتے چلے جاتے ہیں۔ کامیاب افراد اس بات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں کہ خدا جو چیز عطا کر رہا ہے اس پر سب سے زیادہ حق بھی اسی کا ہے لہٰذا میری بھلائی سر جھکانے میں ہے اکڑنے میں نہیں۔

"تکبر کے موسم میں سازگار ہوائیں نہیں چلا کرتیں"۔ (شعور)

انسان کا جس طرح خود کو کسی سے کم تر سمجھنا غلط اور کامیابی کی راہ میں رکاوٹ ہے بالکل اسی طرح اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھنا اور اپنی بڑائی جتاتے رہنا بھی کامیابی کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ خود کو ہر کام کا ماہر سمجھنا آپ کی زندگی کو روکے رکھتا ہے اور آپ بہت کچھ نیا سیکھنے کے بجائے محض اپنی خیالی دنیا میں مگن رہتے ہیں۔ آپ کو کسی بھی کام میں مہارت حاصل ہے تو بلاشبہ یہ آپ کی خاصیت ہے مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں

کہ کوئی دوسرا شخص اس کام کو کرنے کا اہل نہیں ہے۔ اکثر اوقات بڑے بڑے دعوے کرنا انسان کو بہت مہنگا پڑ جاتا ہے۔ جو کام آپ مہارت سے کر سکتے ہیں ممکن ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس کام کو آپ سے بہتر انداز اور کم وقت میں مکمل کر سکتا ہو۔ اس لیے اپنی صلاحیتوں پر تکبر کرنے کے بجائے انسان عاجزی کو اپنا لے اور دوسروں کو سراہنا شروع کر دے تو یہ اس کے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی کا زینہ بن جاتا ہے۔ یہی وہ راز ہے جسے پا کر کچھ لوگ کامیابی کو برقرار رکھتے ہوئے آگے سے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں جبکہ اکثر لوگ تکبر میں آ کر ناکامی سے دوچار ہو جاتے ہیں۔

زندگی میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو جھکنا سیکھ لیں۔ خود کو برتر سمجھنے کے بجائے ایک عام انسان ہی سمجھیں۔ اس بات کا یقین کر لیں کہ آپ سب کچھ نہیں جانتے، یہ عادت آپ کے لیے بہت کچھ نیا سیکھنے کی راہیں ہموار کر دے گی۔ کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو دوسروں کو سراہنا شروع کر دیں۔ ان کے کام کی تعریف کریں اور مثبت سوچ اور عادات کو اپنا کر اپنی کامیابی کے سفر پر محنت کے ساتھ گامزن رہیں۔ ایک دن کامیابی آپ کا مقدر بن جائے گی۔

ناکامی کی وجوہات

”زندگی مسلسل امتحان ہے۔ یہاں بار بار گرنے کے بعد اٹھنے کا نام کامیابی ہے۔“ (شعور)

ہمارے ہاں کامیابی اور ناکامی پر بے شمار کتابیں لکھی اور پڑھی جاتی ہیں۔ لوگ ان کتابوں سے بہت کچھ پڑھ کر انہیں اپنی گفتگو اور حوالوں میں تو استعمال کرتے ہیں مگر درحقیقت ان کتابوں سے سیکھ کر جو عمل کرنا چاہیے اس سے کنارہ کش ہی رہ جاتے ہیں۔ اس کی ایک بہت بڑی وجہ میرے نزدیک ہمارا اپنا مائنڈ سیٹ ہے کہ ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو بہتر بنانے کے بجائے دوسروں کو کمتر ظاہر کروانے کے لیے کرتے ہیں۔ روزمرہ کے معمولات میں ہم اپنے آپ سمیت اپنے بچوں میں بھی ایک ایسے مزاج کو پروان چڑھا رہے ہیں جہاں وہ اپنی غلطی تسلیم کرنا سیکھ ہی نہیں پاتے۔ مثال کے طور پر ہمارے گھر میں کسی سے کانچ کا گلاس یا کوئی برتن ٹوٹ جائے تو ہم چیخ کر بولتے ہیں کہ ”یہ گلاس فلاں نے توڑا ہے“ اسکے برعکس اگر وہ گلاس ہم سے ٹوٹ جائے تو ہم انتہائی دھیمے انداز میں کہتے ہیں کہ ”یہ گلاس مجھ سے ٹوٹ گیا ہے“۔ اگر آپ اس جملے کی نوعیت پر غور کریں تو آپ سمجھ پائیں گے کہ ہم دوسروں کی خامیوں اور غلطیوں کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں اور اپنے معاملات اور غلطیوں کے لیے دفاعی حکمت عملی اپناتے ہیں کہ میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا بلکہ مجھ سے یہ ہو گیا۔ اپنی ذات کا یوں دفاع کرنا صرف ہمیں کامیابی سے روکے رکھتا ہے بلکہ یہ وہ مزاج ہے جسے ہمارے بچے اور ارد گرد کے لوگ بھی ہم سے سیکھ کر اپنی زندگی کو ناکام بنا بیٹھتے ہیں۔

ناکامی کی ایک اور اہم وجہ ہمارا ڈر اور خوف زدہ رہنا ہے۔ یہ ڈر کہ کیا ہوگا؟ کیسے ... کتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں رسک نہ لینا بھی ایک

بہت بڑا رسک ہے۔ رسک لینے سے ہی آپ سیکھیں گے، سنوریں گے اور آگے بڑھنے کے قابل ہو سکیں گے۔ یہ جو لوگ اپنی غلطیوں اور خامیوں کو قبول نہیں کر پاتے ناکامی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ دور میں اپنی acceptability نہ ہونے کے برابر ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم رسک لینے سے بھی ڈرتے ہیں۔ میرے نزدیک کامیابی حاصل کرنے کے لیے ہمیں خود پر مستقل محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنے آپ کو کامیابی کے قابل بنانا ہے۔ یاد رکھیں جب تک کامیابی ہمارا اوڑھنا بچھونا نہیں بن جاتی تب تک ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کامیابی چاہتے ہیں تو کامیابی کا مزاج اپنانا ہوگا۔ اپنی غلطیاں ماننی ہوں گی۔ اگر لوگوں کے سامنے اپنی خامیاں قبول نہیں کر سکتے تو کم از کم تنہائی میں اپنے آپ سے سچ بول لیں، اپنے سامنے اپنی غلطیاں قبول کر لیں۔ کامیابی کے لیے آپ کو خود سے کہنا ہوگا کہ یہ مجھ سے ہوا نہیں بلکہ میں نے یہ کر دیا ہے۔ تب ہی آپ میں احساس ندامت پیدا ہوگا اور ندامت ہوگی تو غلطی کا مداوا کرنے کی کوشش کر سکیں گے۔

یہ زندگی آزمائشوں کا گھر ہے۔ یہاں امتحانات دینے پڑتے ہیں اور امتحانات بھی وہ جو ترتیب یا مضمون وار نہیں ہوتے۔ لہٰذا اس آزمائش سے بھرپور زندگی میں اگر کامیابی چاہتے ہیں تو اپنی خامیوں کو قبول کریں، اپنے آپ میں حصول کامیابی کی تڑپ پیدا کریں، رسک لیں اور کامیابی کا مزاج اپنا کر محنت کا آغاز کر دیں۔ آپ دیکھیں گے کہ کس طرح کامیاب زندگی آپ کا مقدر بن جائے گی۔

باب دوم

سنو! تم ستارے ہو!

سنو! تم ستارے ہو کا آغاز آج سے چند سال قبل اس وقت ہوا جب میری ملاقات ایک ٹریفک سگنل پر ہاتھ پھیلائے بھوک مٹانے کی خاطر 5 روپے مانگتے ہوئے ننھے بچے سے ہوئی۔ اس بچے کی عمر لگ بھگ 7,6 سال تھی۔ میں اپنے دو دوستوں کے ہمراہ کسی کام سے جا رہا تھا کہ ایک ٹریفک سگنل پر یہ بچہ میرے پاس آیا۔ میری گاڑی کا شیشہ کھٹکھٹایا اور کہنے لگا کہ "صاحب جی بھوک لگی ہے، کھانا کھانا ہے، 5 روپے دے دو۔" نجانے کیوں اس بچے کا مجھے صاحب جی کہنا مجھ پر قیامت بن کر گزر رہا تھا۔ میں نے گاڑی کا شیشہ نیچے کیا اور اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے بولا "بیٹا آپ کہاں رہتے ہو؟ کیا کرتے ہو؟ سکول جاتے ہو؟" میرے ان چند سوالات پر جہاں وہ بچہ حیران تھا وہیں میرے دوست بھی عالم پریشانی میں مجھے دیکھتے میری نیت بھانپ گئے تھے۔ کہنے لگے کہ "علی یہ سب بچے اور دیگر بھیک مانگنے والے پیشہ ور افراد ہوتے ہیں۔ یہ سب مافیا ہے۔ تم جو سوچ رہے ہو وہ سراسر بے وقوفی ہے۔ تم اس بچے کو جو چاہے لا دو یہ پھر بھی بھیک ہی مانگے گا کیونکہ اسے یہی سکھایا گیا ہے"۔ میں نے مڑ کر اپنے دوست کو محض ایک جواب دیا کہ "یار جو بھی ہے، جیسا بھی ہے، یہ ایک بچہ ہے۔ جسکی آنکھوں میں خواب اور دل میں بچپنا ہے"۔

میں نے اس وقت بچے کو پیسے تو نہیں دیے مگر اسے پیار دیتے ہوئے کہنے لگا کہ "بیٹا مجھے اپنے گھر کا پتا بتاؤ میں آپ کے لیے تحفہ لاؤں گا"۔ بچے نے جھجکتے ہوئے مجھے سمجھانے کی کوشش کی کہ قبرستان سے آگے وہ جھگیوں میں کہیں رہتا ہے۔ میں نے تحفہ کا وعدہ کیا اور دور جاتے اس بچے سے پوچھا کہ "بیٹا آپ کا نام کیا ہے؟" وہ بھی مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے زور سے بولا "صاحب جی! علی حیدر"۔ ایک بار پھر یہ "صاحب جی" کا لفظ مجھے شدید چبھا تھا۔

میں سارا راستہ چپ سادھے یہ سوچتا رہا کہ خدانخواستہ اگر ہم صاحب جی جیسوں کا بچہ کھو جائے اور سالوں بعد کوئی ہمیں آ کر اس کی خیر خبر دے اور بتائے کہ وہ فلاں خانہ بدوشوں کے ہاں ہے تو ہم اپنے بچے کو لینے بھاگے بھاگے جائیں گے۔ تب ہمیں اپنے ہی بچے کا ہمیں صاحب جی کہنا بھی چبھے گا اور تب ہم یہ بھی نہیں سوچیں گے کہ یہ ایک مافیا ایک پیشہ ور بھکاری بن چکا ہے بلکہ ہم اپنی ہر ممکن کوشش اس بچے کو بہتر بنانے پر لگا دیں گے۔ آخر کیوں ہمارے دل اپنے بچوں کے لیے تو ایسا سوچ کر بھی پھٹنے لگتے ہیں مگر روزانہ سڑکوں پر اپنے ہی بچوں کی عمر کے بچوں کو دیکھ کر جب بے حسی سے ان پر مافیا اور پیشہ ور کا فتویٰ لگا دیتے ہیں اس پر ایک لمحے کو بھی ہمارا دل نہیں کانپتا۔ میں سوچتا رہا کہ خالق کائنات نے تو سب ہی کو ستارہ بنا کر اس دنیا میں بھیجا ہے مگر ہم انسانوں کی بے حسی کی بھینٹ چڑھنے والے یہ ننھے ستارے چمکنے سے پہلے ہی ماند پڑ جاتے ہیں۔ ہماری طبقات کی اس تفریق نے نجانے کتنے ستاروں کو چمکنے سے پہلے ہی ختم کر ڈالا ہے۔ اپنی ہی ذات میں سوچوں کی یہ جنگ لڑتا میں گھر پہنچا اور اگلے ہی روز علی حیدر سے ملنے کا پروگرام بنایا۔

علی حیدر سے ملنے اور اس تک اس کا تحفہ پہنچانے جب میں اسکے گھر ان جھگیوں میں گیا تو وہاں کے لوگ مجھے دیکھ کر کافی حیران و پریشان تھے۔ میں وہاں ان سب لوگوں سے ملا جنہیں مافیا اور پیشہ ور کہا جاتا ہے۔ میں نے ان کے ساتھ کھانا کھایا اور علی حیدر سے دوستی کر کے دوبارہ آنے کا وعدہ کرتے ہوئے گھر لوٹ آیا۔ میرے معمولات زندگی میں ہر ہفتے ان لوگوں سے ملاقات شامل ہو چکی تھی۔ میں وہاں جاتا، معمول کی باتیں کرتا سنتا اور پھر کھانا کھا کر لوٹ آتا۔ ان لوگوں نے مجھے نہ صرف عزت دی بلکہ وقت کے ساتھ وہ سب مجھ پر اعتبار کرنے لگے تھے۔ میں نے بھی ان کے اعتبار کا مان رکھتے ہوئے انہیں بہتر انسان بنانے کی ٹھان لی تھی۔ ایک دن یونہی معمول کی ملاقات کے بعد میں نے علی حیدر کے والد سے سب لوگوں کے سامنے ہی اسے پڑھانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ "علی حیدر اور باقی سب جھگیوں والے بچے دن میں بھیک مانگتے ہیں، ضرور مانگیں،

مجھے اس سے کوئی اعتراض نہیں، میں بس اتنا چاہتا ہوں کہ آپ مجھے انہیں جھگیوں میں بیٹھ کر آپ ہی کی نظروں کے سامنے روزانہ شام کو کچھ دیر ان کو پڑھانے کی اجازت دے دیں۔" میری یہ گزارش اتنی سیدھی اور صاف تھی کہ کسی نے بھی ان کار نہ کیا۔ انہیں اس سب سے کمائی میں کمی کا کوئی خدشہ محسوس ہوا نہ بچوں کے باغی ہونے کی کوئی فکر لاحق ہوئی۔ لہٰذا تمام والدین با آسانی اپنے بچوں کو مجھ سے ٹیوشن دلوانے کے لیے رضامند ہو گئے۔ میں بلاناغہ شام کو بچوں کو پڑھانے کے لیے ان جھگیوں میں جاتا اور سب بچوں کو اکٹھا کر کے پڑھاتا۔ بظاہر تو میں انہیں پڑھا رہا تھا مگر درحقیقت میں انہیں خواب دیکھنا سکھا رہا تھا۔ میں ان سے پوچھتا کہ بیٹا کیا آپ کا دل نہیں کرتا کہ "اس گاڑی والے صاحب جی کی جگہ گاڑی میں آپ بیٹھو؟" تو سب بچے ہاں میں جواب دیتے۔ میں کہتا "کیا کبھی آپ نے خود کو اس گاڑی میں بیٹھا ہوا محسوس کیا ہے؟" جس پر ایک بچی نے جواب دیا کہ "ہاں ایک بار بھیک مانگتے ہوئے میں نے ایک گاڑی میں اپنی ہی عمر کی ایک بچی کو ایک گڑیا کے ساتھ کھیلتے دیکھ کر سوچا تھا کہ کاش میں بھی گڑیا ہوتی تو آج اس بچی کے ساتھ اس گاڑی میں ہوتی"۔ اس جواب نے میرے ارادے کو مزید تقویت بخشی اور میں اب روزانہ کی بنیاد پر کوشش کرتا کہ بچوں کو ایک بہتر طرزِ زندگی Visualize کروا سکوں۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا میری بچوں سے دوستی گہری ہوتی چلی گئی۔ بچے مجھے اپنا بہترین دوست سمجھ کر مجھ سے وہ تمام باتیں اور احساسات بھی شیئر کرتے جو وہ اپنے والدین سے بھی نہیں کہہ پاتے تھے۔ جب بات یہاں تک پہنچی تو میں نے ان بچوں سے کہنا شروع کیا:

سنو تم ستارے ہو
تمہیں چمکنا ہے جہاں میں

میں یہ جملہ بار بار دہراتا حتیٰ کہ اللہ نے مجھ پر اپنا خاص کرم فرمایا اور میری محنت اور مستقل مزاجی کا صلہ عطا کر دیا۔ بچوں کے والدین کی اجازت سے میں نے بچوں کا داخلہ ایک پرائیویٹ سکول میں کروایا۔ بچوں کے سکول کا پہلا دن تھا اور میرے

دوست حیران کھڑے مجھے دیکھ رہے تھے۔ آج ان بچوں کو ایک اچھے پرائیویٹ سکول میں پڑھتے تقریباً 5,4 سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔

بچے سکول جانے لگے تو انہیں بھیک مانگنے سے بھی شرم محسوس ہونے لگی تھی۔ وہاں جب بچوں سے ان کے والدین کا پیشہ پوچھا جاتا تو یہ خاموش رہتے مگر گھر آ کر اپنے والدین سے کہتے کہ یہ بھیک مانگنا ٹھیک نہیں ہے۔ ہمیں شرم آتی ہے یہ بتاتے ہوئے کہ ہمارا تعلق بھیک مانگنے والے خاندان سے ہے۔ ایک روز ایک بچی نے گھر آ کر بھوک ہڑتال کا اعلان کر دیا کہ تب تک کھانا نہیں کھاؤں گی جب تک بابا عزت کی روٹی کمانے کا فیصلہ نہیں کر لیتے۔ میں کیا بتاؤں اپنے استادوں کو کہ میرا باپ کیا کام کرتا ہے؟ اللہ کا فضل تھا یا بچوں کی دعائیں کہ بچوں کی ان باتوں کا والدین پر مثبت اثر پڑا اور آہستہ آہستہ وہ بھیک مانگنے سے شرمانے لگے۔ بس وہ دن، جس دن انہوں نے ہاتھ پھیلانے میں شرم محسوس کی مجھے لگا میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ مجھے وہ لوگ چونکہ کامیاب اور قابلِ عزت سمجھتے تھے لہٰذا اپنے بچوں کی ان باتوں اور مطالبات کا حل لینے بھی میرے ہی پاس آئے۔ میں نے بھی جب بھیک مانگنے کے بجائے اپنا چھوٹا موٹا کام کرنے کی صلاح دی تو انہوں نے حقیقتاً بھیک مانگنا چھوڑ کر پھلوں کی ریڑھی، سبزی کی دکان اور جوس کارنر بنا لیا اور تھوڑی ہی سہی مگر عزت کی روزی کو ترجیح دی۔

میری ایک چھوٹی سی کاوش اور اللہ کے بے پناہ فضل نے بہت سے دھتکارے ہوئے، بھیک پیشہ گھرانوں کو عزت سے کمانا سکھا دیا۔ آج ان کے بچے پڑھ رہے ہیں اور ایک اچھے مستقبل کے لیے خود کو تیار کر رہے ہیں۔ ان چند ستاروں سے شروع ہوا یہ پراجیکٹ آج سینکڑوں بچوں کی زندگیاں بدلتا پورے جوش و خروش کے ساتھ ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔

آپ سب نے بچپن میں وہ دو بھائیوں کی کہانی سن رکھی ہوگی۔ ایک بار جب دو بھائی کنویں سے پانی لینے کے لیے گھر سے نکلے تو شرارت کرتے کھیلتے کودتے بڑا بھائی

کنویں میں جا گرا۔ چھوٹے بھائی نے مدد کے لیے لوگوں کو پکارا مگر چونکہ جگہ سنسان تھی لہٰذا کوئی بھی مدد کے لیے نہ آیا۔ بالآخر چھوٹے بھائی نے بھرپور محنت اور زور لگاتے ہوئے رسی کی مدد سے خود ہی اپنے بڑے بھائی کو کنویں سے نکال لیا۔ دونوں بھائی جب گھر لوٹے اور سب کو یہ قصہ سنایا تو لوگ ان پر ہنسنے لگے۔ طرح طرح کی باتیں بنیں حتیٰ کہ معاملہ سرپنچ کے پاس جا پہنچا۔ گاؤں کے سرپنچ نے سب کو اکٹھا کیا اور دونوں بھائیوں سے پورا واقعہ بیان کرنے کو کہا۔ جب دونوں بھائی اپنی بات کہہ چکے تو سرپنچ کہنے لگا کہ یہ دونوں بھائی سچے ہیں۔ چھوٹے بھائی نے ہی اپنے سے وزن اور عمر میں بڑے بھائی کو کنویں سے نکالا ہے کیونکہ وہاں کوئی بھی دور دور تک اس چھوٹے بچے کو یہ کہنے اور بتانے والا موجود نہیں تھا کہ تم یہ نہیں کر سکتے۔

ستواتم ستارے ہو پراجیکٹ ہے ایسے بچوں کے لیے جنہیں دنیا دھتکار دیتی ہے۔ ان بچوں کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ دنیا میں ایسا کوئی کام نہیں جو تم نا کر سکو۔ انہیں بتایا جاتا ہے کہ تم ستارے ہو اور تمہیں چمکنا ہے جہاں میں۔

یہ کتاب "ستواتم ستارے ہو" جہاں ایک عام انسان کو کامیاب بننے میں مدد فراہم کرے گی وہیں اس کتاب کا ایک بہت بڑا حصہ اس پراجیکٹ کے لیے مختص ہے جو ان ننھے ستاروں کو چمکنے اور کھلنے پھولنے میں مدد فراہم کرے گا۔ ان شاء اللہ!

علی شیرازی

میری کہانی، میری زبانی

ہار ہو جاتی ہے جب مان لیا جاتا ہے

جیت تب ہوتی ہے جب ٹھان لیا جاتا ہے

میں ہوں علی شیرازی، ایک عام پاکستانی۔ میرا تعلق پنجاب کے ایک چھوٹے سے گاؤں سے ہے۔ مجھ سمیت میرے گاؤں کے اکثر گھرانوں کا شمار غریب طبقے کے طور پر کیا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں کامیابی کا خود ساختہ معیار کسی بھی سرکاری محکمے میں چھوٹی سی نوکری کا مل جانا ہے۔ اسی سوچ کے پیش نظر کئی لوگوں نے میرے میٹرک پاس کرتے ہی مجھے بھی سرکاری دفاتر میں چھوٹی موٹی نوکری دلوانے کی پیشکش کی۔ ہمارے ہاں اکثر جب بچے میٹرک سے فارغ ہوتے ہیں تو گھریلو حالات کے پیش نظر انہیں گھر والوں کا سہارا بننے کے لیے سرکاری نوکری کے فوائد بتائے جاتے ہیں اور ساتھ ہی کسی سرکاری دفتر میں نوکری کے لیے سفارش کی آفر بھی کروائی جاتی ہے۔

ایسے وقت میں کہ جب ہر طرف سے مجھ پر نوکری کو لے کر شدید ذہنی دباؤ تھا میں نے اپنے لیے، اپنے مستقبل کے لیے فیصلہ لیا اور پھر اس پر ڈٹ گیا۔ والدین کو اعتماد میں لیتے ہوئے انہیں سمجھایا کہ میں سرکاری نوکری کے بجائے آگے پڑھنا چاہتا ہوں۔ کسی کی بھی سفارش کے بغیر اپنی محنت کے بل بوتے پر کچھ بن کر دکھانا چاہتا ہوں۔ مجھے خود پر اور اپنے خوابوں پر یقین تھا اور میرے اس یقین و عزم کو دیکھتے ہوئے میرے والدین نے بھی میرا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ جہاں میرے والدین مجھ پر مہربان تھے وہیں میں اکثر افراد کی تنقید کا نشانہ بھی بنا جس نے زندگی کے اس بہترین موقع کو ٹھکرایا تھا۔ میرا کالج جانے کا فیصلہ کئی لوگوں کی نظر میں ایک بیوقوفانہ عمل تھا جسکی بدولت مجھے ان کی کئی باتیں بھی سنی

پڑیں۔ میں معاشرے کی خود ساختہ سوچ کی چھتری تلے نہیں رہنا چاہتا تھا، میں بھیگنا چاہتا تھا، خود کو آزمانا چاہتا تھا۔ خوابوں کو پورا کر لینے کا ایک جنون تھا، مجھے خود پر، اپنی محنت پر یقین تھا کہ میں کروں گا، کچھ نا کچھ تو یقیناً کروں گا۔ یہی وجہ تھی کہ اس شدید ذہنی دباؤ کی کیفیت میں جب ہر طرف مایوسی تھی، سپورٹ نہ ہونے کے برابر تھی، ایسے وقت میں، میں اکثر خود سے مخاطب ہو کر کہا کرتا تھا کہ "All is well"؛ "سب ٹھیک ہے اور ایک دن سب بہترین ہو جائے گا"۔

وقت گزرتا گیا، لوگوں کی باتیں سنیں، ان سے سیکھا اور پھر خود کو پڑھنا شروع کیا۔ خود سے سوال کیا کہ آخر میں زندگی سے کیا چاہتا ہوں؟ میری کامیابی کی کیا تعریف ہے؟ مجھے کیا حاصل کرنا ہے؟ آنے والے چند سالوں میں خود کو کہاں دیکھنا چاہتا ہوں؟

ایک تحریری منصوبہ تیار کیا اور بس پھر اسے ہر ایسی جگہ لگا لیا جہاں اٹھتے بیٹھتے میری نظر پڑتی رہے۔ میرے فون کے وال پیپر سے لے کر بیڈروم کی دیوار تک ہر جگہ میرے اہداف کی فہرست مجھے محنت پر ابھارتی، مجھے یقین دلاتی کہ میں یہ سب جیت لوں گا۔ میں جو کبھی تھک جاتا، گر جاتا تو میرے خواب مجھے میرے پورے قد کے ساتھ کھڑا ہونے میں مدد دیتے تھے۔

میں کئی کئی راتیں جاگ کر محنت کرتے گزارتا کہ ایک دن آئے گا جب میں اپنے بڑے سے گھر کے آرام دہ بستر پر اے۔ سی کی ٹھنڈی ہوا میں سوؤں گا۔ میرے گھر میں وہ تمام سہولیات ہوں گی جنکا میں خواب دیکھا کرتا ہوں۔ میرے گھر کے گیراج میں کھڑی گاڑیاں میری کامیابی کی گواہ ہوں گی۔ میرے گھر والوں کو وہ تمام سہولیات میسر ہوں گی جنکا وہ خواب دیکھتے ہیں۔ میرا بینک بیلنس لاکھوں نہیں کروڑوں میں ہوگا اور میں یہ سب حاصل کر کے ایک کامیاب زندگی گزاروں گا۔ میرے لیے کامیابی سے مراد آسائشات سے بھرپور ایک لگژری لائف سٹائل تھا جسے حاصل کرنے کے لیے میں نے اپنے دن رات ایک کر دیے تھے۔

مجھے آج بھی وہ دن یاد ہے کہ جب میں اپنے گھر والوں کے ہمراہ اپنے نئے گھر میں شفٹ ہوا تھا۔ گھر کی ہر چیز میری اور میرے والدین کی محنت کا منہ بولتا ثبوت تھی۔ گھر میں موجود تمام تر آسائشات، گیراج میں کھڑی گاڑیاں میری کامیابی کی گواہ تھیں۔ ایسی شاید ہی کوئی چیز ہو گی جو اس وقت میرے پاس موجود نہ تھی۔ وہ دن میری منصوبہ بندی کے اعتبار سے میری کامیابی کا دن تھا۔ مجھے اس دن خوش ہونا تھا، پرسکون ہونا تھا، جشن منانا تھا مگر:

تن کا جوگی من کا سائل مانگے میٹھی نیند
روٹی کپڑا پیسہ رکھ کے روئے رات فقیر

نیا گھر، نرم بستر، اے۔ سی کی ٹھنڈی ہوا مجھے نیند اور سکون دلانے میں بری طرح ناکام رہے۔ پوری رات بے چینی سے تڑپتا میں خود سے سوال کرتا رہا کہ کیا یہی چاہتا تھا میں؟ بس یہی سب تھا میری زندگی کا مقصد؟ تکمیلِ خواب کی وہ رات میری زندگی کی دردناک رات بن چکی تھی۔ مجھے اپنا آپ خالی نظر آ رہا تھا۔ پیسہ اور آسائشات ہونے کے باوجود میں بے چین اور بے سکون تھا۔ اس رات میں نے خود سے سوال کیا کہ دنیا میں روزانہ 375000 بچے پیدا ہوتے ہیں اور 150000 لوگ مر جاتے ہیں تو ان سب لوگوں کے درمیان علی شیرازی کی پیدائش کا کیا مقصد ہے؟ علی شیرازی کے ہونے نہ ہونے سے دنیا کو کیا فرق پڑے گا؟ کیا میرا ہونا نہ ہونا برابر ہے؟ کیا مجھے بلاوجہ تخلیق کیا گیا ہے؟ یہ سب سوال نہیں، روح پر لگنے والے وہ زخم، وہ تیر تھے جنھوں نے میری آنکھیں کھول دیں۔ میں آج بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے اس رات نیند آئی نہ سکون ملا۔ اگر وہ نرم بستر مجھے اس رات سلا دیتا تو آج میں انسان نہیں محض پیسہ بنانے کی مشین بن کر رہ جاتا۔

اس ایک رات کی بے چینی نے مجھے زندگی کے حقیقی مقصد سے آگاہ کیا۔ مجھے قرآن مجید کی وہ دو آیات یاد آنے لگیں جن میں اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

جو چیز زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کے لئے آرائش بنایا ہے تاکہ
ان کی آزمائش کریں کہ ان میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے۔

[سورۃ الکہف:7]

جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمھیں آزمائے کہ کس کے

کام اچھے ہیں اور وہ زبردست بخشنے والا ہے۔[سورۃ الملک:2]

ان آیات نے مجھ پر میری تخلیق، میرے مقصد حیات کو واضح کیا۔ مجھے سمجھایا کہ میں اس دنیا میں آسائشات اکٹھی کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا۔ کامیابی تو وہ ہے ہی نہیں جسکے پیچھے میں بھاگتا رہا ہوں۔ یہ زندگی تو آزمائش کی جگہ ہے اور میں اگر یہاں پیسہ بنانے والی مشین بن جانے کو کافی سمجھ بیٹھا تو میرا ہونا نا ہونا ایک برابر ہے۔ اس رات ایک خوف مسلسل مجھے گھیرے ہوئے تھا کہ اگر میں زندگی کے اصل مقصد کو پہچانے بنا ہی مر جاتا تو اپنے رب کو کیا منہ دکھاتا؟

ایک تکلیف دہ رات کے بعد ملی وہ پر امید صبح میرے لیے ایک نئے سفر کا آغاز تھی جہاں مجھے اپنے ذات سے ماوراء ہو کر دوسروں کے لیے کچھ کرنا تھا۔ میں اپنا مقصد تخلیق سمجھ گیا تھا اور اب مجھے اس پر عمل کرنا تھا۔ مجھے وہ اعمال کرنے تھے جن سے لوگوں کی زندگیوں پر کوئی اچھا اثر پڑ سکے۔ مجھے لوگوں کے دکھ بانٹنے تھے۔ میں نے اس نئے سفر میں لوگوں کی زندگیوں کو بہتر بنانے، ان کی فلاح، ان کی کامیابی کیلئے کام کا آغاز کیا۔ میں لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنا چاہتا تھا ان میں خوابوں کو پا لینے کی تڑپ پیدا کرنا چاہتا تھا۔ مجھے یاد ہے وہ دن کہ جب میری سال بھر کی محنت رنگ لائی اور ایک بھیک پیشہ شخص نے باعزت روزگار کو اپناتے ہوئے اپنی پھلوں کی ریڑھی لگالی۔ وہ ایک دن میری زندگی کا بہترین دن تھا۔ سکون، اطمینان، خوشی کیا کچھ نہیں تھا اس ایک دن میں؟ میرا یوں خدا کے بندوں کے پاس بیٹھنا، ان کے کام آجانا، ان کی ہمت بڑھا دینا ہی میرے لیے نعمت بنتا جا رہا تھا۔ سکون و اطمینان کے ساتھ ساتھ مجھے زندگی کے وہ سبق سیکھنے کو مل رہے تھے جو کسی درسگاہ میں نہیں سکھائے جاتے تھے۔ میں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ زندگی صرف اپنے لیے جیتے جانے کا نام نہیں ہے یہ اللہ کی رحمت ہے جسے اسی کے بندوں کے کام آ کر گزارنا ہی کامیابی ہے۔

میری زندگی کا ایک بہترین دور تب شروع ہوا جب لوگوں سے ملتے ملاتے ایک روز مجھے بابا جی ملے، ان کی سنگت ملی۔ بابا جی کی باتیں آج بھی مجھ پر زندگی کی حقیقتوں کو کھولتی ہیں، مجھے جینا سکھاتی ہیں۔ وہ مجھے آج بھی کہتے ہیں کہ:

"پتر انسان کو خدا کے بعد اپنی سمت پر یقین ہونا چاہیے۔ اگر انسان کو زندگی میں اپنی سمت پر شک ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اپنا راستہ بدل لے۔ جہاں یقین نہیں وہاں رب کی رضا نہیں"۔

بابا جی نے مجھے زندگی کو ایک نئی نظر سے دیکھنا سکھایا۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے بابا جی کی صورت میں ایک بہترین درسگاہ سے نوازا۔ بابا جی مجھے زندگی پڑھاتے، جینا سکھاتے ہیں۔ ان کا ساتھ یہ احساس دلاتا ہے کہ زندگی میں ایک ایسے استاد کا ہونا کتنا ضروری ہے جو ہمیں کتابوں سے آگے کی زندگی بتائے، ہم انسانوں کو انسان بننا سکھائے، ہم میں انسانیت کو جگائے۔ میری شدید خواہش ہوتی ہے کہ میں بابا جی کے لیے کچھ کروں، ان کی زندگی کو آسان بنا سکوں پر وہ۔۔۔۔۔ وہ ہمیشہ کہتے ہیں کہ:

"پتر اللہ بڑا بادشاہ ہے۔ تم ابھی آغاز سفر میں ہو۔ بس چلتے جاؤ زندگی تمھیں بہت کچھ سکھائے گی"۔

اکثر سوچتا ہوں کہ صحبت کس طرح انسان کی سوچ اور نظریات کو بدل کر رکھ دیتی ہے۔ وہ جو کہتے ہیں نا کہ انسان اپنی سنگت سے پہچانا جاتا ہے، سچ کہتے ہیں۔ میں نے خواہشات اور آسائشات کو کامیابی سمجھ کر جوڑا تھا پر بے سکونی کی کیفیت میں بابا جی سے سیکھا کہ زندگی کو بس ضروریات کی حد تک رکھنا چاہیے ورنہ خواہشات کو تو صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ پیسے کمانا غلط ہے نہ اچھی طرز زندگی کے خواب دیکھنا غلط ہے۔ پیسے کو ہی مقصد حیات بنا کر اسے کے لیے جیتے رہنا غلط ہے۔ پیسے کمانا ضرورت ہے مگر اس سے زیادہ ضروری پیسے کو صحیح جگہ خرچ کرنا ہے۔ وقت نے مجھے ضرورت اور خواہش میں فرق کرنا سکھایا۔ ہمارے ہاں آج بھی لوگوں کو انسان کی حیثیت اور کامیابی کا اندازہ اسکے بنک

بیلنس سے لگاتے دیکھتا ہوں تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ میرے نزدیک ہر وہ انسان جس کا بینک بیلنس کروڑوں اور سوشل اور اخلاقی بیلنس صفر ہے وہ ناکام انسان ہے۔ اگر آپ کے لوگوں کے ساتھ معاملات اور تعلقات ہی اچھے نہیں تو آپ کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں؟ میرا ماننا ہے کہ بہترین انوسٹمنٹ اپنی ذات پر انویسٹ کرنا ہے۔ لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنا، مسکراہٹیں بکھیرنا، صلہ رحمی کرنا، لوگوں کے ساتھ محبت اور ہمدردی کے تعلقات بنانا وہ انویسٹ منٹ ہے جو آپ خود پر کرتے ہیں۔ اس سب کے ساتھ آپ آج مر بھی جائیں تو لوگ آپ کو فراموش نہیں کر سکیں گے، آپ کو دعائیں ملتی رہیں گی۔ آپ کا نام زندہ رہے گا۔ آج جہاں ہر انسان اپنے گوشت اور ہڈیوں کا وزن بڑھانے میں مگن ہے وہاں میں اپنی شخصیت کا وزن بڑھانے کو کامیابی تصور کرتا ہوں اور اسی کے لیے محنت کر رہا ہوں۔ میں لوگوں کے کام آ کر، ان کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور مجھے اس سے سکون ملتا ہے۔

میری زندگی ابھی آغاز سفر میں ہے۔ ہر گزرتا دن میرے مقصد حیات کو، میرے اہداف کو مجھ پر واضح کر رہا ہے۔ مجھے اطمینان ہے کہ میں صحیح سمت میں صحیح مقصد کی جانب گامزن ہوں۔ یہ سفر ہی میری کامیابی ہے:

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

ڈر سے ڈرنا بے وقوفی ہے

"میں نے اپنی زندگی میں سیکھا ہے کہ بہادری اور ہمت و جرأت، خوف کی غیر موجودگی کا نام نہیں ہے بلکہ خوف پر قابو پانے کا نام ہے"۔ (نیلسن منڈیلا)

ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ انسان اپنے ساتھ دو طرح کے خوف لے کر پیدا ہوتا ہے۔ ایک خوف تو اس اونچی آواز کا ڈر ہوتا ہے جس کی بدولت نومولود بچے اکثر سہم جاتے ہیں یا رونے لگتے ہیں۔ دوسرا خوف، نیچے گر جانے کا خوف ہے جو ہر بچہ اپنے ساتھ لے کر پیدا ہوتا ہے۔ یہ دونوں خوف وقت کے ساتھ مدھم ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ایک دن ختم ہو جاتے ہیں۔ ان دونوں کے علاوہ ہر وہ خوف اور وسوسہ جو ہم انسان محسوس کرتے ہیں وہ ہمارا ذاتی تخلیق کردہ ہوتا ہے۔

میرا ماننا ہے کہ انسانی زندگی کے دیگر معاملات کی طرح خوف بھی اچھے اور برے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ہمارے کچھ ڈر، کچھ خوف ہماری بقا کے لیے لازم ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ڈرائیونگ کے دوران کسی بھی حادثے سے محفوظ رہنے کے لیے سیٹ بیلٹ باندھ لینا یا بیماری کے ڈر سے کھانے سے قبل ہاتھ دھو لینا۔ یہ وہ ڈر ہیں جو ہماری اپنی ذات کے لیے مفید ہیں (اگر یہ مفید ڈر بھی سر پر سوار کر لیے جائیں تو یہ بھی ذہنی اذیت اور بیماری بن کر ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں)۔

اس کے برعکس ایک قسم ان خوف اور وسوسوں کی بھی ہے جو ہم انسانوں کی راہ میں حائل وہ کانٹے ہیں جو ہمیں کامیابی تک پہنچنے سے روکے رکھتے ہیں۔ یہ خوف ہمارے خوابوں کی راہ میں وہ رکاوٹ ہوتے ہیں جو ہمیں اپنے مقصد حیات کو پا لینے سے روکے ہوئے ہوتے ہیں۔ ... کئی اہم فیصلے لینے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً

آپ نے سنا ہوگا کہ ہمارے اردگرد موجود اکثر لوگ کہتے ہیں کہ کبھی میں تو کاروبار کر ہی نہیں سکتا، مجھے پتا ہے کہ میں نقصان اٹھاؤں گا۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا شخص اگر واقعی کاروبار کرلے تو اس کے اندر کا یہ خوف ہی اس کے لیے کاروبار میں ناکامی کا باعث بن جاتا ہے۔

اپنی ذاتی زندگی کا ذکر کروں تو میں بذاتِ خود ایک اوسط درجے کا طالب علم ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ میرے انٹرمیڈیٹ کے امتحانات سے قبل مجھ تک اپنے ایک قریبی عزیز کے امتحان میں ناکامی کی خبر پہنچی۔ ناکامی تو ناکامی، اس پر لوگوں کی باتیں اور طعنوں کو سن کر میرا دل بیٹھنے لگتا تھا۔ میں اپنے امتحانات سے پہلے ہی ناکامی کے خوف میں مبتلا ہر وقت ڈرا سہما رہنے لگا تھا۔ نہ تو صحیح سے پڑھ پایا اور نہ ہی امتحانات اچھے دے سکا۔ نتیجہ وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ میری اکاؤنٹس کے مضمون میں کمپارٹمنٹ اسپلی آ گئی۔ جیسے جیسے لوگوں کو خبر ہوتی گئی، ویسے ہی طرح طرح کی باتیں سننے کو ملیں۔ کوئی کہتا کہ پڑھائی لکھائی اس کے بس کی بات نہیں بس چھوٹی موٹی نوکری کر لے بہت ہے تو کوئی میرے والدین کو میرے لیے چھوٹی سی دکان کھولنے کا مشورہ دیتا۔ یہ وقت میرے لیے کسی بھی عام بچے کی طرح شدید دکھ اور پریشانی کا وقت تھا۔

اس مشکل وقت نے مجھے سمجھایا کہ میرے خوف میرے خواب کھا رہے ہیں، مجھے ناکارہ بنا رہے ہیں۔ انسان کے خود ساختہ تخلیق کردہ یہ خوف اسے بھری جوانی میں ناکارہ بنا دیتے ہیں۔ میں نے خود کو اپنے سامنے بٹھایا اور خود سے سوال کیے کہ:

کیا لوگ صحیح میں غلط ہوں؟

کیا مجھے ایک عام سی بے معنی زندگی جینی ہے؟

کیا میں ان خوف اور وسوسوں سے ہار مان جاؤں؟

کیا میں ان وسوسوں کو اپنے خوابوں کے عوض پالنے کا حوصلہ رکھتا ہوں؟

میرے ان تمام سوالات کا جواب "نہیں" تھا۔ میری انٹرمیڈیٹ کی یہ ایک کمپارٹمنٹ میرے لیے ایسا ٹرننگ پوائنٹ (turning point) ثابت ہوئی کہ اس کے بعد میں ہار کے ڈر سے آگے بڑھتا گیا حتیٰ کہ آج پی۔ ایچ۔ ڈی تک آ پہنچا ہوں۔

اس تمام سفر میں میں نے اپنے خوف اور ڈر پر قابو پانا سیکھا ہے اور یہ یقین کر کے ہی میں آج اس مقام تک پہنچ پایا ہوں۔

میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے معاشرے میں ایسے کئی ذہین افراد موجود ہیں جو بے شمار صلاحیتوں کے باوجود خود کے تخلیق کردہ ڈر کو مجھے یا اس سے لڑنے کے بجائے اسے پالتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایک کامیاب زندگی سے محروم رہتے ہیں۔ ناکامی کا خوف، امتحانات میں فیل ہونے کا ڈر، کاروبار میں نقصان کا خوف یا پابند ہو جانے کا ڈر انسان کو کامیابی کی راہ سے بھٹکا کر ناکارہ بنا دیتے ہیں اور انسان سمجھتا ہے کہ وہ کامیاب ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ کامیاب لوگوں کو زندگی میں کسی مشکل یا کسی خوف کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تو یہ سراسر غلط فہمی ہے۔ ایک کامیاب انسان اپنے خوف اور وسوسوں کو پچھاڑ کر ہی کامیابی کے زینے چڑھتا ہے۔ میں اپنے ماضی پر نظر دوڑاؤں تو سوچتا ہوں کہ اگر میں ناکامی کے خوف کو پال لیتا تو شاید آج کہیں کوئی چھوٹا سا کریانہ سٹور چلا رہا ہوتا لیکن خوش قسمتی سے مجھے یہ سمجھ آ گیا تھا کہ یہ تمام ڈر، خوف اور وسوسے محض منفی احساسات ہوتے ہیں۔ اگر ہم وقت رہتے ان پر قابو نہ پائیں تو یہ ہم پر قابو پا لیتے ہیں اور پھر ہم زندگی میں آگے بڑھنے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ہمیں کبھی بھی کسی بھی ڈر یا خوف کو اتنی اجازت نہیں دینی چاہیے کہ وہ ہمیں کنٹرول کر سکے۔

اپنے کیریئر کے آغاز میں میں نے ایک ادارہ رجسٹرڈ کروایا جس کا مقصد بین الاقوامی سطح پر بچوں کو میتھس، کمپیوٹر اور دیگر مضامین کے لیے کوچنگ کی سہولیات مہیا کرنا تھا۔ یہ میری زندگی کا ایک کٹھن دور تھا۔ ادارے کا واحد منیجر، ٹیکنیکل پرسن، مارکیٹنگ پی۔ ایس۔ آر، آفس بوائے سے لے کر چائے بنانے تک سب کچھ میں خود تھا۔ مجھے ہر وقت یہ ڈر لگا رہتا کہ میں اکیلا یہ سب ذمہ داریاں کیسے سنبھالوں گا؟ اور اگر سٹاف رکھوں تو ان کی تنخواہیں کہاں سے پوری کروں گا؟ ناکام ہو گیا تو کیا کروں گا؟ وہی چھوٹی سی نوکری؟ لوگ ہنسیں گے، باتیں بنائیں گے، قہقہے لگائیں گے۔ یہ وہ تمام خوف تھے جو مجھے ہر وقت [illegible] تھے۔ اس کٹھن وقت میں جورڈن کا ایک قول میری نظر سے گزرا۔ جورڈن

کا کہنا تھا کہ:

''خوف حقیقی نہیں ہوتے لہٰذا انہیں اپنے ماضی میں ہی دفن کر دیا کرو یا پھر کامیابی حاصل کرنے کے لیے اپنے خوف کو دوا کے طور پر استعمال کرو''۔

جورڈن کے اس قول سے میں نے سیکھا کہ مجھے اپنے خوف کو اپنے ہی اندر جلانا ہے اور پھر اس خوف کے دہکتے ہوئے انگاروں سے اپنے خوابوں کو منزل تک پہنچانا ہے۔ بس یہ ایک قول میرے لیے امید کی وہ کرن بنا جس نے مجھے ہر خوف کو پس پشت ڈال کر آگے بڑھنا اور خود پر یقین کرنا سکھایا۔ میں نے دن رات مستقل مزاجی سے محنت کی اور نتیجتاً آج دنیا بھر کے ممالک سے طلباء میتھ میٹکس، کمپیوٹر، اور دیگر مضامین اور زبانوں کو سیکھنے کے لیے ہماری خدمات لینا پسند کرتے ہیں جو کہ اپنے آپ میں ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔

ہر وہ خوف جو انسان کو زندگی میں آگے بڑھنے یا اپنے خوابوں کو پورا کرنے سے روک رکھے میرے نزدیک وہ خوف محض ایک منفی احساس ہوتا ہے جس پر قابو پانا ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے۔ یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اس احساس کو پال پوس کر بڑا کر لیں یا اس میں کود کر اسے جڑ سے ختم کریں، اس پر فتح پا لیں۔ مجھے اندھیرے سے ڈر لگا کرتا تھا، میں نے اندھیرے میں بیٹھنا شروع کر دیا۔ مجھے گھڑسواری سے خوف آتا تھا میں نے اسے مشغلہ بنا لیا۔ مجھے گاڑی چلانے سے خوف آتا تھا، ہمت کر کے ڈرائیونگ سیکھ لی اور آج شمالی علاقہ جات میں بھی خود ڈرائیو کرتا ہوں۔ مجھے اونچائی/بلندی ڈراتی تھی، اب میں اکثر پہاڑوں علاقوں میں جانے کے علاوہ کئی بار ہوائی سفر کر چکا ہوں۔ بس میں نے سیکھ لیا کہ ہر وہ خوف جو آپ کو آگے بڑھنے سے روکے اس خوف میں کود پڑو، خوف جڑ سے ختم ہو جائے گا اور آپ پہلے سے بہتر، اپنی ذات میں بااعتماد شخص بن جائیں گے اور پھر یہیں سے کامیابی کے سفر کا آغاز ہوگا۔

ناکامی کی راہ میں کامیابی

ابراہم لنکن کہتا ہے کہ:

''کامیابی کیا ہے؟ بار بار ہار کے باوجود حوصلہ نہ ہارنے کا نام کامیابی ہے''۔

کہتے ہیں کہ بار بار گرنے والا انسان اگر اٹھ کر پھر سے چلنے لگے تو اسے زندگی کے کسی بھی میدان میں ہرایا نہیں جا سکتا۔ تاریخ گواہ ہے کہ دنیا کے نامور ترین کامیاب افراد زندگی کی باگ دوڑ میں بارہا ناکام ہوئے، بار بار گرے، سنبھلے اور پھر سے منزل کی جانب گامزن ہو گئے۔ راستے کی رکاوٹیں منزل کے لیے ان کی محبت کو کم نہ کر سکیں۔ اسی لیے میرا ماننا ہے کہ وقتی طور پر ناکام ہو جانا ناکامی نہیں ہے بلکہ اس ناکامی پر سمجھوتہ کر بیٹھنا، مطمئن ہو جانا، اور اکتفاء کر لینا اور حقیقت ناکامی ہے۔ ہمارے ہاں اکثر لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ دنیا کے تمام کامیاب لوگ زندگی میں کبھی ناکام نہیں ہوئے اور کامیابی کے لیے انہیں کوئی خاص جدو جہد بھی نہیں کرنی پڑی بلکہ ان کی قسمت میں ہی کامیاب ہونا لکھا تھا اسی لیے وہ کامیاب ہو گئے۔ میں اس بات سے قطعاً متفق نہیں۔ ہر وہ انسان جو تاریخ انسانی اٹھا کر کامیاب لوگوں کے حالات زندگی کا مطالعہ کرتا ہے وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہو جاتا ہے کہ ہر کامیاب انسان کسی بھی عام انسان کی طرح ہی حالات کا مقابلہ کرتے، گرتے سنبھلتے، دن رات کی سخت محنت کے بعد کامیابی حاصل کر پایا ہے۔ کامیابی کبھی کسی کو پلیٹ میں سجا کر نہیں پیش کی گئی۔ یہ ہمیشہ جستجو کرنے والے کو مسلسل محنت کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے ہاں اکثر لوگ کامیاب ہونا چاہتے ہیں، بہت محنت بھی کرتے ہیں مگر جیسے ہی راستہ کٹھن ہوتا ہے، کوئی رکاوٹ آتی ہے، وہ گرتے ہیں تو پھر اسی پر اکتفا کر بیٹھتے ہیں [illegible] ڈھونڈنے کی بجائے محنت کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ ناکامی کو

اپنی ذات سے جوڑ کر اسے گلے لگا بیٹھتے ہیں اور پھر ناکامی ہی ان کا مقدر بن کر رہ جاتی ہے۔ اسکے برعکس ہر کامیاب شخص ناکامی کو، گر جانے کو، اور غلطیوں کو اپنے لیے سیکھنے کا ذریعہ بناتا ہے۔ وہ اپنی غلطیوں کا جائزہ لے کر، ان سے سیکھ کر پھر سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پھر ایسے لوگوں کے حوصلے پست کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ ناکامی سے سیکھ کر آگے بڑھنے والے کبھی ناکام نہیں ہوتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مشکلات چاہے جتنی بھی ہوں، ناکامی کو کبھی اپنی ذات یا اپنی قسمت سے وابستہ نہیں کرنا چاہیے۔ بعض اوقات لوگ کہنے لگتے ہیں کہ میری تو قسمت میں کامیابی ہے ہی نہیں، کامیاب ہونا میرے مقدر میں ہی نہیں، میں تو بس رسوائیاں سمیٹنے کے لیے بنا ہوں۔ یہ ناشکری کے وہ جملے ہیں جو ہماری مثبت سوچ کو دبا کر ہمیں ناکامی پر مجبور کرنے کے لیے تیار کرتے ہیں۔ یہ تاویلیں اور بہانے ہی درحقیقت ناکامی ہیں۔

اگر دیکھا جائے تو کامیابی یا ناکامی ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔ ہم خود اپنا مسئلہ ہوتے ہیں۔ ہماری اپنی ذات ہی ہمارے لیے مسئلہ ہوتی ہے۔ کامیابی حاصل کرنے کے لیے ہمیں اپنے Comfort Zone سے نکلنا ہوتا ہے اور جب ہم اس سے باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں تو مشکلات اور مسائل بڑھ جاتے ہیں ان مشکلات کا ہمت سے مقابلہ کرنا ہمیں کامیاب بناتا ہے لیکن بدقسمتی سے ہمارے ہاں اکثر لوگ خود کو اس Comfort Zone سے نکال کر محنت اور ہمت سے مسائل کا سامنا کرنے کے بجائے اپنی ذات کو تسلیاں دینے کو ترجیح دیتے ہیں کہ کامیابی ہمارے لیے ہے ہی نہیں۔ کامیابی اور ناکامی کی اس جنگ میں اپنے سب سے بڑے دشمن اور ناکامی کو قبول کرنے میں اپنے سب سے بڑے حمایتی ہم خود ہی ہوتے ہیں۔

زندگی کے اس سفر میں مجھے پہلی بار ناکامی کا سامنا اس وقت کرنا پڑا جب میں میٹرک کے امتحانات میں ایک مضمون "بیالوجی" میں فیل ہو گیا۔ میں چونکہ رٹا لگانے میں خاص اچھا نہیں تھا اس لیے سلیبس کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کیا کرتا تھا مگر اپنی لاپرواہی کی بدولت وقت پر سلیبس مکمل نہ کر سکا امتحان میں جب رٹا رٹایا لکھ سکا نا سمجھ کر پڑھا ہوا کچھ لکھ پایا تو فیل ہو گیا۔ خوش قسمتی سے میں اس وقت ناکامی کو تسلیم کرنے کے بجائے یہ سمجھنے میں کامیاب

ہو گیا کہ یہ محض وقتی ناکامی ہے جسے میں دوبارہ محنت کر کے کامیابی میں بدل سکتا ہوں۔ بس ہمت کی، پھر سے کھڑا ہوا، محنت کی اور کامیابی سے مضمون پاس کر لیا لیکن وقتی ناکامی کا یہ سلسلہ یہاں رکنا تھا اور نہ رکا۔ دو سال بعد انٹرمیڈیٹ کے امتحانات میں مجھے ایک بار پھر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اب کی بار مجھے خاندان سمیت سب جاننے والوں کی طرف سے شدید تنقید و مزاح کا نشانہ بنایا گیا۔ طرح طرح کی باتیں تھیں طرح طرح کے ناموں سے پکارا گیا۔ اس مشکل وقت میں پھر سے خود کو سمجھایا اور محنت کا آغاز کیا۔ نہ مقدر کو قصوروار ٹھہرایا اور نہ ہی ناکامی کو اپنی ذات سے جوڑا۔ بس محنت کی، امتحانات دیے اور ایک بار پھر پاس ہو گیا۔ وقت گزرتا رہا حتیٰ کہ میں نے گریجویشن، ماسٹرز، اور پھر ایم۔ فل بھی کامیابی کے ساتھ مکمل کیا۔ گرنے اور سنبھلنے کا یہ سفر آج بھی جاری ہے۔ آج بھی میں اپنی تعلیم کو جاری رکھتے ہوئے پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے کوشاں ہوں۔

ناکامیوں کا یہ سلسلہ میری تعلیم تک ہی محدود نہیں رہا۔ چند سال قبل ایک عجیب واقعہ ہوا۔ مجھے ایک انگریز امریکی بچے کو آن لائن میتھس پڑھانے کا موقع ملا جسے میں نے بخوشی قبول کر لیا مگر یہ خوشی کچھ زیادہ دیر میرے پاس نہ ٹھہر سکی۔ کمزور انگریزی میری راہ میں ایسی رکاوٹ بنی کہ میں پہلے ہی دن اس بچے کو پڑھانے میں ناکام ہو گیا۔ ناکامی تو ایک طرف، اپنی ناکامیوں کو لوگوں کی گفتگو کا موضوع بنتے دیکھنا اور اس پر ان کے تبصرے سننا میرے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔ ناکامی کی ایک آگ تھی جو مجھ میں بھڑک رہی تھی۔ میں نے اس آگ کو بجھانے کے بجائے اسی میں سلگ کر کندن بننے کا فیصلہ کیا، ناکامی کو ہی اپنی طاقت بنایا اور فیصلہ کیا کہ اب میں نہ صرف انگریزی سیکھوں گا بلکہ اسی آن لائن میتھس ٹیوشن کو بطور پیشہ اختیار کروں گا۔ بھرپور عزم اور یقین کے ساتھ محنت کا آغاز کیا اور گرتے، سنبھلتے، سیکھتے سکھاتے چند سال کی مسلسل کوشش کے بعد اس لائق بن گیا کہ ایک انسان سے شروع کیے گئے میتھس ٹیوشن کو بطور ادارہ ایسے مقام تک لے آیا جہاں وہ آج الحمدللہ دنیا کی 9 بڑی ریاستوں میں اپنی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ میری اس کامیابی کا راز اسی ناکامی میں

پنہاں ہے۔ ایسی ناکامی کہ جس نے مجھے تڑپا دیا تھا۔ مجھے میرے Comfort Zone سے نکال باہر کھڑا کیا تھا۔ اس وقت ناکامی پر سمجھوتہ کرنے، اسے اپنی ذات سے جوڑ دینے کے بجائے میں نے اپنی ذات میں ایک تحریک پیدا کی اور پھر اس تحریک کو مسلسل آگے بڑھتے رہنے کے لیے استعمال کیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہر وہ انسان جو کامیاب ہونا چاہتا ہے اسے اپنی ناکامیوں کو قبول کرنا ہوگا۔ یہ لازم ہے۔ کامیابی کا ہر راستہ ناکامی سے ہو کر گزرتا ہے۔ کامیابی کا کوئی شارٹ کٹ نہیں ہے۔ اگر ہم ان ناکامیوں سے مایوس ہو کر رک جائیں، کوشش اور محنت چھوڑ دیں تو میرے نزدیک ہم بے وقوف ترین لوگ ہیں کیونکہ ہم مسائل کو حل کرنے کے بجائے ان مسائل کو اجازت دے دیتے ہیں کہ وہ ہماری زندگی کا فیصلہ کریں۔ اس سے بڑی ناکامی کیا ہو سکتی ہے کہ جس مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے بہترین پیدا کیا وہ جدوجہد کرنے کے بجائے ہار مان کر خود کو ناکام ہونے کے لیے حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دے۔ جو لوگ ناکامیوں سے سیکھ کر انہیں بطور موٹیویشن استعمال کرتے ہیں ایسے لوگوں کو کامیاب ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ وہ کہتے ہیں نا کہ سونا پکتا ہے تو کندن بنتا ہے، بالکل یہی حال انسان کا ہے۔ جب گریں گے نہیں تو اٹھنا کیسے سیکھیں گے؟ ناکامیاں درحقیقت انسان کو کامیابی کے لیے تیار کرنے آتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ناکامیاں ہی یہ فیصلہ کرتی ہیں کہ ہمارا عزم اور ہمارا حوصلہ کامیابی کے قابل ہے بھی یا نہیں۔ اسی طرح کامیابی کے لیے محنت کے ساتھ ساتھ صبر بھی بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ بڑی کامیابیاں بڑی دیر بعد حاصل ہوتی ہیں۔ اگر انسان یہ سمجھے کہ وہ آج جستجو کرے گا اور اگلے ہی مہینے کامیاب ہو جائے گا تو ایسا ہرگز ممکن نہیں ہے۔ کامیابی حاصل کرنے کے لیے پوری زندگی محنت کرنی پڑتی ہے یا یوں کہہ لیجیے کہ کامیابی مسلسل بڑھتے رہنے، گر کر سنبھلنے اور سنبھل کر آگے بڑھتے رہنے کا ہی نام ہے۔

ہر انسان کی زندگی میں کوئی نہ کوئی رول ماڈل ضرور ہوتا ہے۔ آپ بھی اپنے رول ماڈل کی زندگی کا جائزہ لیں خواہ وہ کوئی بزنس مین ہے، کھلاڑی ہے یا کوئی بھی کامیاب

انسان۔ جب آپ ان کی زندگی کا بغور جائزہ لیں گے تو آپ پر یہ حقیقت عیاں ہوگی کہ ہر کامیاب انسان اپنے آغاز سفر میں انتہائی مشکلات کا شکار رہا ہے، قدم قدم پر ناکامیوں کو شکست دے کر وہ اس مقام پر پہنچا ہے جہاں آپ نے اسے اپنا رول ماڈل مانا ہے اور اسے بطور کامیاب انسان تسلیم کیا ہے۔

راستے جتنے دشوار ہوں گے کامیابی اتنی ہی پر مسرت ہوگی۔ کامیابی کی قدر و قیمت وہی انسان جانتا ہے جس نے مشکلات دیکھی ہوں، دشواریوں کا سامنا کیا ہو، گر گر کر اٹھا ہو، سنبھلا ہو۔ وگرنہ یوں ہی اگر کسی کو پلیٹ میں سجا کر کامیابی تھما دی جائے تو اسے نہ تو اس کامیابی کی قدر ہوگی اور نہ ہی وہ خوشی محسوس کر سکے گا۔ عین ممکن ہے کہ ایسا شخص عنقریب ناکامی سے دوچار ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ کامیابی کی مثال پہاڑ پر چڑھنے کی سی ہے، ہر قدم پہلے سے مشکل۔ اس لیے اس سفر میں جو جتنی محنت و مشقت اٹھا کر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے گا اس کی خوشی اور اطمینان بھی اتنا ہی بے مثال ہوگا جبکہ اس کے برعکس اگر کسی کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے پہاڑ کی چوٹی پر لا کھڑا کیا جائے تو نہ تو اسے کوہ پیما مانا جا سکے گا اور نہ ہی وہ اس چوٹی پر پہنچ جانے کی خوشی محسوس کر سکے گا۔ عین ممکن ہے کہ وہ حالات کی سختی کو برداشت کرنے سے قاصر اپنا توازن ہی کھو بیٹھے اور چوٹی سے پھسل جائے۔ کامیابی کا یہی فلسفہ مجھے اقبال رحمۃ اللہ کے اس شعر میں نظر آتا ہے جہاں آپ کہتے ہیں کہ:

جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

لہٰذا اگر آپ کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو یقین کر لیں کہ ناکامی لازم ہے۔ آپ ناکام ہوں گے کیونکہ آپ انسان ہیں اور راستے بہت دشوار ہیں۔ آپ ناکام ہوں گے کیوں کہ یہ ناکامیاں کامیابی کے لیے لازم ہیں۔ آپ ناکام ہوں گے تاکہ کامیابی کے لیے تیار ہو سکیں۔ بس ہمت نہیں ہارنی، حوصلہ پست نہیں ہونے دینا، ناکامی پر سمجھوتہ نہیں کرنا، بس بڑھتے چلے جانا ہے کیونکہ کامیابی اس مسلسل سفر ہی کا نام ہے۔

سفر، وسیلہ ظفر

کہتے ہیں کہ سفر انسان کو بہت کچھ سکھاتا ہے۔ میں نے یہ بات سن تو رکھی تھی مگر اس پر یقین چند سال پہلے آیا۔ تقریباً ڈھائی سال قبل مجھے دبئی جانے کا اتفاق ہوا۔ جہاز میں بیٹھتے ہی سب سے پہلی خبر یہ سننے کو ملی کہ کسی تکنیکی خرابی کی وجہ سے فلائٹ کے دوران انٹرٹینمنٹ کی سہولت میسر نہیں ہوگی۔ یہ سننا تھا کہ موڈ کچھ خراب ہو گیا۔ کچھ دیر تو خاموشی سے سفر گزارنے کی کوشش کی مگر جب بوریت انتہا کو پہنچی تو سیٹ کے ارد گرد میگزین کی تلاش شروع کی۔ اسی دوران ایک ناول ہاتھ لگا جو کہ "Suspense Series" پر مشتمل تھا اور غالباً اس کا نام "One Mistake" تھا۔ وقت گزارنے کی نیت سے ناول پڑھنا شروع کیا۔ ناول کی کہانی ایک ایسے کردار کے گرد گھوم رہی تھی جو کہ اچھا خاصا پڑھا لکھا بزنس مین تھا۔ یہ مرکزی کردار کہانی کے آغاز میں ہی پولیس سٹیشن میں یہ شکایت درج کرواتے جاتا ہے کہ اس کی فیکٹری میں کسی انجان دشمن نے آگ لگادی ہے جسکی بدولت اسے کافی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ مرکزی کردار پولیس سے یہ گزارش کرتا ہے کہ وہ جلد از جلد مجرم کا پتا لگائے تاکہ مزید نقصان سے بچا جا سکے۔ پولیس ابھی نامعلوم ملزم کو ڈھونڈنے میں مصروف ہے کہ اسی دوران وہ ملزم بزنس مین کی بیوی کو قتل کر دیتا ہے۔ وہ شخص بیوی کے قتل کا مقدمہ درج کروانے ایک بار پھر سے پولیس سٹیشن جاتا ہے اور افسران سے درخواست کرتا ہے کہ جتنا جلدی ممکن ہو اس ملزم کو حراست میں لیا جائے جس نے اس کی فیکٹری میں آگ لگانے کے بعد اب اس کی بیوی کو بھی قتل کر دیا ہے۔ پولیس اپنی تحقیق میں مگن ہے کہ ایک بار پھر وہی نامعلوم ملزم مرکزی کردار کو سفر کے دوران گاڑی سمیت پہاڑ سے کھائی میں گرا دیتا ہے جسکے بعد اس شخص کو تشویشناک حالت میں ہسپتال منتقل کیا جاتا ہے۔ اب کی بار ہوش آتے ہی بزنس مین ایک بار پھر ملزم کو تلاش کرنے کی منت کرتا ہے۔ پولیس جو کہ کچھ ثبوت اکٹھے کر

نے میں کامیاب ہو چکی ہوتی ہے وہ ان ثبوتوں کے ہمراہ مرکزی کردار کے گھر پہنچتی ہے جہاں اس ناول کو پڑھنے والے تمام قارئین پر یہ راز افشا ہوتا ہے کہ اس شخص کا دشمن اور وہ نامعلوم ملزم در حقیقت وہ مرکزی کردار خود ہی ہے۔ اپنی فیکٹری میں آگ، بیوی کا قتل حتیٰ کہ اپنا ایکسیڈنٹ بھی اس شخص نے خود ہی کیا ہوتا ہے۔

جوں ہی کہانی اپنے اختتام کو پہنچی جہاز بھی دبئی ایئرپورٹ پر لینڈ کرنے کو تیار تھا۔ مجھے ناول اور سفر دونوں سے شدید بیزاری محسوس ہوئی کہ ناول نے محض وقت ہی ضائع کیا ہے، اس سے بہتر وقت میں سو کر گزار سکتا تھا۔ خیر ایک انتہائی بورنگ کہانی پڑھنے پر میں خود کو ملامت کرتا تمام معاملات سے نمٹتا ایئرپورٹ سے باہر آیا اور آتے ہی میزبان کے سوال "سفر کیسا رہا؟" پر جھنجھلا کر بتانے لگا کہ "انتہائی بور کر دینے والا سفر تھا"۔

دو ہفتے دبئی میں چھٹیاں گزارنے کے بعد جب میں واپس پاکستان پہنچا تو یہاں مجھے اپنے لیے زندگی کافی مشکل نظر آ رہی تھی۔ یہ میری زندگی کا ایک مشکل ترین دور تھا۔ مجھے تعلیم، کاروبار اور ذاتی زندگی غرض یہ کہ ہر طرف مشکلات اور رکاوٹوں کا سامنا تھا۔ ایک بوجھ تھا جو مجھے گھیرے رکھتا تھا اور منزل تھی کہ بہت دور محسوس ہوتی تھی۔ جنوری کی ایک سرد رات میں پریشانی کے عالم میں بیٹھا خود سے محو گفتگو تھا کہ:

مجھے زندگی میں کیا کچھ کرنا ہے؟ مستقبل کے لیے کچھ منصوبہ بندی کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ خود سے کہنے لگا کہ کاروبار کی ترقی کے لیے یہ لازم ہے کہ دن رات محنت کروں، زیادہ سے زیادہ وقت کاروبار کو دوں تاکہ ملازمین کی تنخواہیں پوری ہو سکیں، آخر بہت سے لوگوں کا رزق اس سے منسلک ہے۔ لیکن پھر اگلی ہی سوچ اس منصوبہ بندی کو ٹوکتی ہوئی سامنے آئی کہ ایسا ممکن ہی نہیں کہ سارا دن کاروبار کو وقت دیا جائے اور پھر رات کو جاگ کر پڑھائی کی جائے۔ ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا۔

میں مزید پڑھنا چاہتا تھا۔ ایک بار پھر سے تعلیم کا آغاز کرنا چاہتا تھا۔ خود سے سوال کیا کہ گھر، کاروبار اور تعلیم سب ساتھ لے کر کیسے چلوں گا؟ نہ تو گھر پر، نہ کاروبار پر اور نہ

تعلیم پر سمجھوتہ کر سکتا ہوں، ایسے میں کیا کروں؟ کوئی حکمت عملی اپنانی ہوگی۔

جواب ملا کہ پاگل مت بنو علی اتنا کچھ ایک ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔

خود پر نظر پڑی تو خیال آیا وزن بڑھ رہا ہے، جم کا بھی آغاز کرنا پڑے گا۔

جم؟ ہرگز نہیں! بھلا اس سب میں جم کے لیے وقت کہاں سے آئے گا؟

اس ہم کلامی کے بعد سوچنے لگا کہ میں دنیا سے اکیلا کیسے لڑوں گا؟ میں نے اپنی ہمت سے زیادہ بوجھ اپنے کاندھوں پر لاد لیا ہے۔ اب سنبھال نہ پایا تو گر جاؤں گا اور گر گیا تو لوگ ہنسیں گے، خواب ٹوٹ جائیں گے۔ اسی کشمکش میں اٹھا اور کمرے میں آکر آئینے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ خود کو دیکھا اور بس پھر دیکھتا چلا گیا۔ اس رات مجھے جہاز میں پڑھے ہوئے ناول کا مرکزی کردار اپنے آپ میں، اپنی ذات میں نظر آ رہا تھا۔ وہ کرب سے بھرا ایک لمحہ مجھے میرا دشمن آئینے میں دکھا رہا تھا۔ وہ بالکل اس ناول کے کردار کی طرح میرے نقصان کا ذمہ دار کسی انجان، کسی نامعلوم فرد کو ٹھہرا رہا تھا مگر اس رات کی خود کلامی نے مجھ پر واضح کیا تھا کہ میرا وہ دشمن اس کہانی کے کردار کی طرح میں خود ہی ہوں۔ آئینے میں موجود میرے سامنے وہ شخص تھا جو مجھے آگے بڑھنے سے روکے ہوئے تھا، جو طرح طرح کے بہانے بناتا، ناکامیوں سے ڈراتا اور ڈرا کر کہتا تھا کہ نہیں یہ سب ہو ہی نہیں سکتا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ مجھے دنیا سے نہیں آئینے میں موجود اس شخص سے، اپنے ہی نفس سے لڑنا ہے۔ میرا یہ نفس جو مجھے بہانے سناتا، ناکامی سے ڈراتا ہے درحقیقت یہ اپنے Comfort Zone سے باہر نکلنا ہی نہیں چاہتا اور میری کامیابی حقیقتاً اس نفس کی، اپنے ہی نفس کی ناکامی میں ہے۔ بس اسی رات، ڈریسر کے سامنے کھڑے آئینے میں دیکھتے میں نے خود ہی سے اعلان جنگ کیا، سوچ کی جنگ، لفظوں کی جنگ، محنت اور عزم کی جنگ، کہ بس آئندہ اب اپنے اندر چھپے اس شخص کی ایک نہیں سنوں گا۔ اسے شکست دوں گا۔ کامیابی کے لیے شارٹ کٹ نہیں اپناتا، دنیا سے نہیں لڑتا، بس اپنے اندر کے اس شخص کو ہرانا ہے جو کامیابی کے راستے میں آ بیٹھا ہے۔ اس رات خود سے وعدہ کیا کہ اب سے وہ سب کروں گا جو کامیاب لوگ کرتے

ہیں۔ انہیں کی عادات اپناؤں گا اور پھر اس پر ثابت قدم رہوں گا۔

اس رات جہاں مجھ پر اپنا آپ عیاں ہوا وہیں میں نے یہ سیکھا کہ دنیا میں آج تک جتنے بھی لوگ کامیاب ہوئے ان کے پاس زندگی میں کامیابی کے علاوہ کوئی دوسرا آپشن موجود نہیں تھا۔ یہ کامیابی کا وہ راز ہے کہ جسکے بغیر انسان بھٹکتا رہتا ہے۔ جب تک ہمارے پاس کامیابی کے علاوہ کوئی دوسرا چور دروازہ موجود ہو ہم تب تک کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کامیابی جب ہماری زندگی میں واحد آپشن کے طور پر موجود ہوتی ہے تب ہی ہم کامیاب ہو پاتے ہیں۔

ہم انسانوں کی زندگی ایک گاڑی کی مانند ہے جسکی ڈرائیونگ سیٹ ہمیں خود سنبھالنی ہے۔ زندگی کی اس گاڑی میں اگر ہم تھک کر مسافر سیٹ پر آ بیٹھیں تو یہ گاڑی مسائل اور حالات ڈرائیو کرنے لگتے ہیں جسکی بدولت ہمیں حادثات کا شکار ہونا پڑتا ہے اور اس سب میں قصوروار وہ مسائل یا رکاوٹیں نہیں بلکہ ہماری اپنی ہی ذات ہوتی ہے کہ جس نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر ہمت سے آگے بڑھنے کے بجائے سفر کو مشکل پاتے ہوئے اپنی سیٹ حالات کے ہاتھوں میں تھما دی۔ حالات کو آپ نے قابو کرنا ہے، اگر حالات آپ پر قابض ہو گئے تو آپ کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ اس لیے مشکلات کا سامنا کریں، چیلنج قبول کریں اور آگے بڑھتے رہیں۔ جو بس میں ہے اس کے لیے ڈٹ کر محنت کریں اور جو بس میں نہیں اس کے لیے رونا چھوڑ خدا کے آگے شکر گزار بن جائیں۔ زندگی کا یہ سفر کامیابی کے ساتھ چلتا رہے گا۔

نئے راستوں کی تلاش

چند سال قبل یونہی ایک روز میں اپنے کمرے میں بیٹھا اپنے معمول کے کام نمٹا رہا تھا کہ زمین پر موجود دو تین چیونٹیوں نے میری توجہ اپنی طرف مبذول کر لی۔ میں کچھ دیر زمین پر بیٹھا بغور چیونٹیوں کو دیکھتا رہا اور پھر نجانے کیا سوچ کر سنٹری ٹیبل سے پیپر ویٹ اٹھا کر ان چیونٹیوں کے راستے میں لا کھڑا کیا۔ میرے پیپر ویٹ رکھنے کی دیر تھی کہ چیونٹی نے ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر اپنا راستہ تبدیل کیا اور پھر سے آگے بڑھنے لگی۔ مجھے یہ منظر کافی دلچسپ لگا اور میں نے ایک بار پھر سے پیپر ویٹ چیونٹی کے راستے میں رکاوٹ کے طور پر لا کھڑا کیا۔ اب کہ بار بھی چیونٹی نے بنا رکے راستہ بدلتے ہوئے اپنا سفر جاری رکھا۔ دو چار بار یہی کرتے رہنے پر مجھے احساس ہوا کہ میری کھڑی کی ہوئی کوئی بھی رکاوٹ چیونٹی کو اس کی منزل سے دور کرنے میں کامیاب نہیں ہو گی۔ چیونٹی نے کسی بھی رکاوٹ کو رکاوٹ سمجھ کر وہاں رکنے کے بجائے اپنا وقت ضائع کیے بنا اپنے لیے نئے راستے کا چناؤ کیا اور منزل کی جانب بڑھتی چلی گئی۔ میں بھی پیپر ویٹ اٹھائے سوچ میں گم سنٹری چیئر پر آ بیٹھا۔

چیونٹی کی اپنی منزل کے لیے لگن اور جستجو نے مجھے مشکلات کو ایک الگ ڈھنگ سے دیکھنا سکھایا۔ میں سوچتا ہوں کہ ہم انسانوں کے لیے ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک کا سفر، ایک شہر سے دوسرے شہر تک کا سفر کتنا آسان اور پر سہولت ہوتا ہے جبکہ چیونٹیوں کے لیے ایک بل سے دوسرے بل تک جانا بھی ایک مشقت بھرا کام ہے مگر اسکے باوجود وہ بنا رکے اپنے معمولات زندگی سر انجام دیتی رہتی ہیں۔ رکاوٹوں کا سامنا کرتی ہیں اور جو رکاوٹ اسکے بس کی نہ ہو اسے وہیں چھوڑ کر اپنے لیے نئے راستے بناتی ہیں۔

ہم انسان باشعور، طاقتور، اور مضبوط ہونے کے باوجود حالات کا مقابلہ کرنے میں چیونٹی سے بھی گئے گزرے ہیں۔ ہماری زندگی

رکاوٹ آ کھڑی ہو تو ہم چیونٹی کی طرح راستہ تبدیل کرنے کے بجائے وہیں بیٹھے اس رکاوٹ کو کوستے رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی دوسرا اس رکاوٹ کو ہٹا کر ہمارے لیے راستہ ہموار کر دے تاکہ ہم کامیابی کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھ سکیں۔ یہاں دو نکات کامیاب زندگی کے لیے قابل غور ہیں جنہیں سمجھنا ہم سب کے لیے یکساں طور پر لازم اور مفید ہے۔

ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہم انسانوں کو جہاں اشرف المخلوق پیدا کیا وہیں ہماری عقل، ہمت اور بہادری کی ایک حد مقرر کر دی جو کہ یقینی طور پر ہمارے اپنے ہی لیے مفید ہے۔ ہماری زندگی میں آنے والی اکثر مشکلات اور رکاوٹوں کو ہم چاہ کر بھی ختم نہیں کر سکتے اس لیے اگر ایسی رکاوٹوں کو بہانہ بنا کر ہم رک گئے تو ناکامی کے ذمے دار بھی ہم خود ہوں گے۔ رکاوٹیں اور مشکلات ہمیں ہرگز ناکام کرنے نہیں بلکہ یہ سمجھانے آتی ہیں کہ ایک ہی کام کی طریقوں سے کیا جا سکتا ہے۔ بالفرض اگر راستے مشکل ہو جائیں اور رکاوٹوں کو دور کرنے کی ہمت نہ ہو تو رکنے کے بجائے چیونٹی کی طرح ہمیں بھی مختلف راستوں کا انتخاب کر کے منزل تک پہنچنے کے لیے اپنا سفر جاری رکھنا چاہیے۔ بحیثیت انسان ہم ہر چیز پر قابض نہیں ہو سکتے اور جن پر قابض نہیں ہو سکتے ان کی بدولت رک جانے یا مایوس ہونے کے بجائے اپنے حوصلے کو بلند رکھتے ہوئے راستہ تبدیل کر لینے سے ہم اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ آپ کسی پہاڑی سفر پر گاڑی چلا رہے ہیں اور بیچ راستے آنے والا پہاڑ جو کہ آپ کی منزل کی راہ میں رکاوٹ ہے، آپ چاہ کر بھی اسے ہٹا نہیں سکتے۔ ایسے میں اگر کوئی شخص راستے میں بیٹھ کر پہاڑ کے ہٹنے کا انتظار کرنے یا اسے کوسنے لگے تو یقیناً ایسے شخص کو ہرگز عقل مند تصور نہیں کیا جا سکے گا۔ آگے بڑھنے کے لیے پہاڑ کے ہٹنے کا انتظار یا پہاڑ کو گرا دینے کا خیال دونوں ہی بیوقوفانہ سوچ ہیں۔ اس صورت حال میں ایک عقل مند انسان بنا وقت ضائع کیے راستہ بدلتے ہوئے جلد ہی اپنی منزل تک جا پہنچتا ہے۔ یہی حال زندگی کے دیگر معاملات میں در پیش آنے والی مشکلات کا ہے۔ وہ مشکلات جنہیں ہم چاہ کر بھی ختم نہیں کر سکتے، وہاں رک جانے یا انہیں کوستے رہنے کے بجائے راستہ تبدیل

کر لینے سے منزلیں آسان ہو جاتی ہیں۔

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ ہر رکاوٹ چیونٹی کو راستہ تبدیل کر لینے پر مجبور نہیں کرتی۔ اگر آپ بھی غور کریں تو کچھ رکاوٹیں ایسی ہوتی ہیں کہ جنہیں سامنے پا کر چیونٹیاں رکنے یا راستہ بدلنے کی بجائے ان پر سے ہوتے ہوئے آگے بڑھتی ہیں۔ کبھی جو آپ اس کی راہ میں کوئی کاغذ لا رکھیں تو وہ اس کاغذ کو رکاوٹ ماننے کے بجائے اس کے اوپر سے چل کر اپنی منزل تک کا سفر طے کرتی ہیں۔ اسی طرح انسان کی زندگی میں آنے والی ہر رکاوٹ بھی ضروری نہیں کہ آپ سے متبادل راستہ ہی چاہے۔ بعض رکاوٹوں کو دور کرنا ہمارے اپنے اختیار میں ہوتا ہے۔ ایسی رکاوٹوں اور مشکلات کا سامنا کرنا انسان کو اپنی ہی ذات میں مضبوط اور باہمت بناتا ہے۔ اگر آپ بے سکونی کا شکار ہیں تو سکون حاصل کرنے کے لیے کوشش آپ ہی کو کرنی ہے کیونکہ یہ آپ ہی کے اختیار میں ہے۔ کسی سے بات کر کے تہجد میں آنسو بہا کر، اللہ سے دعا مانگ کر سکون حاصل کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا کامیابی کے سفر میں آنے والی ہر رکاوٹ کو جانچتے ہوئے اس کا سامنا کرنے یا راستہ تبدیل کر لینے کا بر وقت فیصلہ کر لینے والے ہی اپنی منزل کو حاصل کر پاتے ہیں۔

میں اکثر سنتا ہوں کہ ہمارے ہاں لوگ یہ دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ چونکہ میں گاؤں میں پیدا ہوا یا وسائل کی کمی نے مجھے آگے بڑھنے سے روکے رکھا تو اس میں میرا کیا قصور؟

میں کہتا ہوں کہ آپ کو جہاں جس گھر اور جس ماحول میں پیدا ہونا تھا آپ ہو لیے، اس بات کو اپنے لیے رکاوٹ سمجھنا چھوڑ کر آگے بڑھیں۔ اپنے لیے نئے راستے تلاش کریں گے تو ہی کامیابی ملے گی۔ یہ وہ رکاوٹ ہے جسے بدلا نہیں جا سکتا لہٰذا چیونٹی کی طرح اس رکاوٹ کو خاطر میں لانے کے بجائے نیا راستہ، محنت اور لگن کا راستہ اپنا کر آپ اپنا آنے والا کل بہتر بنا سکتے ہیں۔

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ میرا پیدائش کا دن یا ستارہ ہی ایسا ہے کہ میں چاہوں بھی تو کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اگر میرا فلاں ستارہ ہوتا تو علی بھائی آپ دیکھتے میں کس قدر کامیاب

زندگی گزار رہا ہوتا۔

میرے نزدیک یہ بھی ایک فضول ترین بہانہ ہے جو ہم خود سے ہی گھڑ لاتے ہیں۔ آپ کو جس دن پیدا ہونا تھا آپ ہو گئے۔ آپ اپنی تاریخ پیدائش کو تبدیل نہیں کر سکتے مگر ہمت اور استقامت سے اپنا مستقبل ضرور روشن کر سکتے ہے۔ بس سوچ بدلنے کی ضرورت ہے۔ زندگی میں محنت کرنے والوں کے لیے ناممکن کچھ نہیں۔

بل گیٹس کہتا ہے کہ:

"غریب پیدا ہونا تمہاری غلطی نہیں ہے لیکن غریب مر جانا سراسر تمہاری غلطی ہے"۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ میں غریب پیدا ہوا، میرا خاندان پڑھا لکھا نہیں تھا، میری تاریخ پیدائش ہی اچھی نہیں، میرا ستارہ ہی کامیابی والا نہیں، میں تو معذور پیدا ہوا ہوں اس لیے کامیاب نہیں ہو سکتا وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ سب وہ رکاوٹیں ہیں جنہیں کسی طور نہیں بدلا جا سکتا۔ کامیابی کا راز انہیں قبول کر کے، انہیں کو اپنی ہمت بنا کر آگے بڑھنے میں ہے۔ اپنے لیے راستے آپ نے خود بنانے ہیں۔

"راستے تبدیل ہو سکتے ہیں، منزل تبدیل نہیں ہونی چاہیے"۔

یہ زندگی آزمائشوں کا گھر ہے۔ آپ یہ سوچنا چھوڑ دیں کہ اس دنیا میں کوئی ایک جاندار بھی ایسا ہے کہ جسے مسائل کا سامنا نہیں ہے۔ چیونٹی سے لے کر کامیاب انسانوں تک ہر ایک کو مشکلات اور رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور لازماً کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے جو آپ کے اختیار میں ہے اس کے لیے محنت کریں اور جو اختیار میں نہیں اس کے لیے اپنا وقت، قوت اور پیسہ ضائع کرنے کے بجائے متبادل راستوں کا انتخاب کریں۔ کچھ لوگ اپنا بہت سا وقت، energy اور پیسہ اسی انتظار میں ضائع کر دیتے ہیں کہ رکاوٹیں ختم ہوں تو آگے بڑھیں۔ جبکہ رکاوٹوں کا ختم ہونا ناممکن سی بات ہے۔ اگر آپ یہ سوچنے لگے کہ میرے گھر کا ماحول یا لوگوں کی باتیں مجھے آگے بڑھنے سے روکے ہوئے ہیں تو یاد رکھیں جب تک آپ

لوگوں کی باتوں پر کان دھرے بیٹھے رہیں گے تب تک آگے بڑھنا آپ کے لیے ناممکن بنا رہے گا۔ کوئی آپ کے بارے میں کیا کہتا اور کیا سوچتا ہے اس کی فکر کرنا آپ کا کام نہیں ہے۔ آپ سب کو جواب نہیں دے سکتے، سب کو مطمئن نہیں کر سکتے۔ آپ حضرت محمد ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کر لیں۔ لوگوں نے آپؐ کے بارے میں کیا کچھ نہیں کہا۔ آپ کو دیوانہ اور جادوگر پکارا گیا مگر آپ نے لوگوں کو مڑ کر جواب دینے اور اپنا وقت ضائع کرنے کے بجائے خدا کی ذات پر بھروسہ رکھتے ہوئے محنت جاری رکھی حتیٰ کہ آپ کی کامیابی نے فتح مکہ کے موقع پر سب کے منہ بند کر دیے۔ لہٰذا ہم بھی اپنا وقت اور قوت لوگوں کی بیکار باتوں پر لگانے کے بجائے کسی تخلیقی کام پر لگائیں تو لوگوں کو جواب ہمارے بجائے ہماری محنت اور ہماری کامیابی دے گی۔

میری طرح کبھی آپ بھی کسی چیونٹی کا بغور جائزہ لیجیے۔ آپ پر اس کی کامیابی کا یہ راز فاش ہوگا کہ وہ ہماری کھڑی کی ہوئی رکاوٹوں کو سرے سے خاطر میں ہی نہیں لاتی۔ ہزار رکاوٹوں کے باوجود نہ تو اس کی رفتار میں کسی قسم کی کوئی کمی آتی ہے اور نہ منزل کی جستجو کم ہوتی ہے۔ ہم انسانوں کو بھی اپنے اختیارات کا اندازہ لگاتے ہوئے اپنے وقت، قوت اور پیسے کو صحیح جگہ پر استعمال کرنا چاہیے۔ حالات کو ہرگز یہ اجازت مت دیں کہ وہ آپ کو کنٹرول کر سکیں۔ آپ میں اتنی قوت ہونی چاہیے کہ آپ حالات پر قابو پا سکیں اور ایسا تب ہی ممکن ہو سکے گا کہ جب آپ کا یقین اور تعلق اللہ کی ذات کے ساتھ مضبوط ہوگا۔

یاد رکھیں کہ مشکلات اور رکاوٹیں ہماری رفتار میں کمی نہ لا سکیں۔ جہاں اختیار ہے وہاں رکاوٹوں کو قابو میں لائیں اور جہاں اختیار نہیں وہاں متبادل راستوں کی تلاش آپ کی کامیابی کی ضامن ہے۔

کبھی لوگوں کو ان کے رویوں کو جانچنے کی کوشش کریں۔ مثال کے طور پر ایک ہی ٹریفک جام میں کھڑے کئی لوگ مختلف انداز میں حالات کا سامنا کرتے ہیں۔ کوئی غصے میں گالیاں بکتا ہے تو کہیں کوئی اس ٹریفک جام سے بے پرواہ کتاب پڑھنے میں مشغول ہو

جاتا ہے۔ یہی صورت حال زندگی کے دیگر معاملات میں مختلف لوگوں کے مختلف رویوں کی بدولت دیکھنے کو ملتی ہے۔ کامیاب لوگ رکاوٹوں میں متبادل تلاش کرنے کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ ناکام لوگ محض شور اور واویلا کر لینے کو کافی سمجھ کرنا کامی کے ذمے دار بن بیٹھتے ہیں۔

"زندگی آپ کے ساتھ کیسے پیش آتی ہے یہ آپ کے بس میں نہیں ہے۔ آپ زندگی کے ساتھ کیسے پیش آئیں گے یہ آپ کے بس میں ہے۔ حالات آپ کے ساتھ کیسے پیش آئیں یہ آپ کے بس میں نہیں لیکن آپ حالات کے ساتھ کیسے پیش آتے ہیں یہ سراسر آپ ہی کے بس میں ہے"۔

ایک یونیورسٹی میں ایک سیمینار کے دوران طالب علم کی جانب سے ایک اہم سوال پوچھا گیا کہ سر کیا ایسا کوئی طریقہ نہیں ہے کہ جسے اپنا کر ہم اپنی مشکلات کا جڑ سے ہی خاتمہ کر سکیں؟

میں نے جواب دیا کہ انسانی زندگی میں مشکلات کا نہ ہونا ممکن نہیں۔ مشکلات سے آزاد لوگ صرف قبرستان میں ملا کرتے ہیں (حالانکہ دیکھا جائے تو وہاں بھی جزا و سزا کا معاملہ جاری ہے۔) مسائل انسان کی سانسوں کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ میں نے چیونٹی سے سیکھا کہ یہ زندگی ہے، یہاں مشکلات آئیں گی، رکاوٹیں آئیں گی، الا یہ کہ ہمیں قبر میں اتار دیا جائے۔ چیونٹی بھی ہمارے ایک قدم سے بچتی، دوسرے سے بچتی محنت کرتی رہتی ہے۔ اسے بھی ہر لمحے مشکلات کا سامنا رہتا ہے مگر وہ رکتی نہیں ہے، پیچھے نہیں ہٹتی، راستے بناتی ہوئی آگے ہی آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ہمیں بھی رکنا نہیں ہے، پیچھے نہیں ہٹنا ہے، راستے بنانے ہیں اور بس بڑھتے جانا ہے کیونکہ راستے تبدیل ہو سکتے ہیں منزلیں تبدیل نہیں ہونی چاہئیں۔ ناکامی پر سمجھوتہ نہیں کیا جا سکتا۔

شکر گزاری، کامیابی کا

Ultimate Formula

اللہ ﷻ کی ذات مبارکہ پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے چند سال قبل میں نے اپنی تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ کاروبار کرنے کا ارادہ کیا۔ میں اکثر سفر کے دوران یا فارغ وقت میں کئی بزنس ٹرینرز business trainers/counselors کو سنا کرتا تھا تاکہ اپنے بزنس کو کامیاب بنا سکوں۔ میں نے کئی نامور ٹرینرز کو یوٹیوب اور فیس بک پر فالو بھی کر رکھا تھا۔ وقت گزرتا گیا اور میں ان کے لکھے آرٹیکلز اور ویڈیوز دیکھ کر خوش ہوتا رہا۔ ایک دن آرٹیکل پڑھتے مجھے علم ہوا کہ کیلیفورنیا میں دنیا کے ایک مشہور بزنس ٹرینر ورکشاپ کے لیے آ رہے ہیں اور وہ اپنی اس ورکشاپ میں کامیابی حاصل کرنے کا ایسا گارنٹی فارمولا بتائیں گے کہ جس پر عمل کرنے سے ورکشاپ میں موجود ہر شخص اپنے بزنس کو کامیاب بزنس بنا سکے گا۔ یہ پڑھنے کی دیر تھی کہ میں بھی اس ورکشاپ کے لیے شدید بے چین ہو گیا مگر حالات کچھ ایسے تھے کہ چاہ کر بھی جانا ممکن نہیں تھا۔ کچھ دن گزرے تو اسی فیس بک پیج سے خبر ملی کہ وہ بزنس ورکشاپ بے حد کامیاب رہی لوگوں کا ایک ہجوم اس روز ورکشاپ کرنے کے لیے وہاں جمع ہوا تھا حتیٰ کہ ہال میں ایک بھی سیٹ خالی نہ تھی۔ میں نے خبر پڑھی اور بے دلی سے اپنی سوچ میں گم ہو گیا۔

کاروبار کے آغاز میں میں نے ایک عادت اپنائی تھی کہ میں روزانہ کی بنیاد پر قرآن مجید کا کچھ حصہ ترجمے کے ساتھ پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن یونہی قرآن پڑھتے میں سورۃ ابراہیم کی آیت 7 پر پہنچا تو ایک منٹ کے لیے تو وہیں جم کر رہ گیا۔ میں جس کامیاب بزنس فارمولا کے لیے کیلیفورنیا جانا چاہتا تھا، در در بھٹک رہا تھا، وہ کامیاب زندگی کا فارمولا مجھے

خالق کائنات نے گھر بیٹھے قرآن کی اس آیت میں بتا رکھا تھا اور میں اس سے بے خبر کیلیفورنیا نہ جانے پر افسردہ ہوتا رہا تھا۔ قرآن مجید میں اللہ ﷻ کا سمجھایا ہوا وہ ایک بہترین فارمولا مجھے آج تک زندگی کے ہر معاملے میں کامیاب کرتا آ رہا ہے۔ لوگ مجھ سے ملتے ہیں، میری کامیابی کا راز پوچھتے ہیں تو میں انہیں قرآن کی یہ ایک آیت پڑھ کر سنا دیتا ہوں کیونکہ میرا ایمان ہے کہ میری اور مجھ سمیت تمام انسانیت کی کامیاب زندگی کا راز اسی میں ہے۔ اللہ ﷻ فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر تم کفر کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔ [الابراہیم:7]

بس یہی آیت میری زندگی کا حاصل اور میری کامیابی کا راز ہے۔ شکر گزاری ہی وہ فارمولا ہے جس نے مجھے پار لگا دیا۔ اسی پر عمل کر کے میں نے کامیابی حاصل کی۔ یہی وہ عادت ہے جسے اپنا کر، دل و جان سے اس پر عمل کر کے ہر شخص اپنی کامیابی کو یقینی بنا سکتا ہے۔ یہ کسی بزنس ٹرینر یا موٹیویشنل سپیکر کا کوئی جملہ یا موٹیویشن نہیں ہے بلکہ یہ وہ راز ہے جو خالق کائنات خود اپنے بندوں کو بتا رہا ہے۔ وہ رب جس نے آپ کو اور مجھے بنایا ہے۔ میں نے زندگی میں شکر گزاری کی اس عادت کو اپنا لیا اور میں آج بھی حیران ہوں کہ میرے لیے سب کچھ کیسے آسان ہوتا چلا گیا۔ ہر نعمت دگنی چگنی اور ہر مشکل ہر رکاوٹ چھوٹی ہوتی چلی گئی۔ آج بھی میں جس چیز پر دل سے الحمدللہ کہہ دوں وہ دگنی ہو جاتی ہے پھر چاہے وہ دولت ہو، عزت ہو، صحت ہو، رشتوں میں محبت اور سکون ہو۔ سب کچھ بہترین ہوتا چلا جاتا ہے۔

آپ نے سن رکھا ہوگا کہ ہمارے نبیؐ نے بھی تمام انسانیت کو کامیابی کے لیے یہی فارمولا بتایا تھا اور سمجھایا تھا کہ اللہ ﷻ فرماتے ہیں کہ:

''جو میرا شکر ادا کرتا ہے میں اسے مزید عطا کرتا ہوں''۔

ہم سب جانتے ہیں کہ قدرت کے کچھ قوانین ہیں، جیسے کشش ثقل کا قانون law of gravity ہے کہ جو بھی چیز ہوا میں اچھالی جائے وہ بالآخر زمین پر ہی آ گرے گی بالکل

اسی طرح یہ بھی قدرت کا قانون ہے کہ جتنا شکر ادا کرو گے نعمتوں میں بھی اسی قدر اضافہ کر دیا جائے گا۔ (کتاب: شکریہ)

ہمارا مسئلہ پتا ہے کیا ہے؟ ہم مسجد جاتے ہیں تو وہاں جب امام صاحب ہمیں بار ہا شکر کی تلقین کرتے ہیں اور ہم لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے بہت عام سی بات سمجھ کر ایک کان سے سنتے اور دوسرے کان سے نکال باہر کرتے ہیں۔ ہم یہ سمجھ ہی نہیں پاتے کہ امام صاحب درحقیقت ہمیں کامیابی کا وہ راز بتا رہے ہیں جس پر عمل ہماری دنیا و آخرت سنوار سکتا ہے۔

غور کریں تو آپ کو اپنے ارد گرد دو طرح کے لوگ ملیں گے۔ ایک وہ جو چھوٹی سے چھوٹی بات پر بھی دل سے الحمد للہ کہتے ہیں اور دوسرے وہ جو ہر وقت اپنے مسائل کے رونے روتے رہتے ہیں، انہیں لوگوں کی ہمدردیاں سمیٹنے کی عادت ہوتی ہے۔ ان افراد کی افسردہ شخصیت کی وجہ سے لوگ نہ تو ان کو پسند کرتے ہیں اور نہ ان سے تعلقات قائم کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہی معاملہ خدا اور بندے کا ہے۔ اگر ہم کسی ایک نعمت کے نہ ہونے یا چھن جانے پر رونے کے بجائے لاتعداد نعمتوں کا شکر ادا کرنے لگ جائیں تو یقیناً ہماری زندگیاں تبدیل ہو کر رہ جائیں۔ نہ صرف نعمتوں میں اضافہ ہو بلکہ ہمارا ہر کام بنتا چلا جائے۔ مشکلات کم ہو جائیں اور ہر طرف سکون ہی سکون ہو۔

شکر گزاری کی یہ عادت ہم انسانوں کے لئے بے حد مفید ہے۔ اس سے جہاں نعمتیں بڑھ جاتی ہیں وہیں یہ عادت ہمیں غرور اور تکبر سے بھی بچا لیتی ہے۔ ہمیں علم ہوتا کہ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ کی عطا ہے۔ اس میں ہمارا ذاتی کوئی کمال نہیں ہے۔

میں ایک عرب مصنف کی تحریر پڑھ رہا تھا۔ لکھا تھا کہ ایک بار شدید بارش کے موسم میں کچھ لوگ بس میں سفر کر رہے تھے۔ بارش بڑھتی گئی اور آسمانی بجلی شدت سے چمکنے لگی۔ روشنی کی ایک تیز کرن آتی اور بس کی چھت پر سے ہو کر واپس چلی جاتی۔ تمام مسافر اس طوفانی بارش میں ڈرے سہمے آسمانی بجلی کا یوں آنا جانا دیکھ رہے تھے کہ آہستہ آہستہ انہیں یہ

بات سمجھ آنا شروع ہوئی کہ بس میں کوئی ایک ایسا شخص موجود ہے جس کے لیے یہ بجلی آتی ہے۔ اگر اس شخص کو بس سے نکال دیا جائے تو طوفان تھم جائے گا۔ بالآخر یہ طے پایا کہ باری باری ہر شخص بس سے باہر نکل کر کھڑا ہو گا تاکہ یہ آسمانی بجلی جس پر گرنا چاہتی ہے گر جائے اور باقی سب لوگ اپنے گھروں کو لوٹ سکیں۔ سب لوگ باری باری بس سے باہر جا کر کھڑے ہوتے رہے بجلی آتی اور لوٹ جاتی حتی کہ بس میں صرف ایک شخص باقی رہ گیا۔ سب کو یقین تھا کہ یہ آخری شخص ہی وہ گنہگار ہے جس کی بدولت یہ طوفان برپا ہے۔ وہ شخص بھی شرمندہ اور شدید پریشان ہوا۔ لوگوں سے رحم کی درخواست کی مگر انہوں نے اس کی ایک نہ سنی۔ جوں ہی اس شخص کو بس سے نکالا گیا، آسمان سے بجلی گری اور پوری بس کو راکھ کر گئی۔ وہ شخص یہ منظر دیکھتا ہکا بکا کھڑا یہ سوچنے لگا کہ اصل میں بجلی ان سب پر گرنی تھی مگر میری موجودگی کی وجہ سے اللہ نے انہیں محفوظ رکھا ہوا تھا۔ جوں ہی میں وہاں سے نکالا گیا سب کے سب جل کر راکھ ہو گئے۔ یہ احساس اس شخص کو شکر گزار بنا گیا اور وہ وہیں سجدہ ریز ہو کر اللہ کی اس رحمت کا شکر ادا کرنے لگا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ ہم عام لوگ بھی زندگی میں اسی ڈگر پر چلتے رہتے ہیں۔ ہم اللہ سے شکوے شکایتیں کرتے ساری زندگی گزار دیتے ہیں اور یہ سوچنے کا توقف ہی نہیں کرتے کہ اللہ نے ہم پر کس قدر احسانات کر رکھے ہیں۔ وہ ہمیں جو کچھ بھی عطا کرے وہ اس کی رحمت ہے اور جو ہم سے لے لے اس میں بھی ہماری ہی بھلائی چھپی ہوتی ہے۔ بھلا ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والا خدا ہمارے لیے کچھ بھی برا کیسے کر سکتا ہے؟ اگر ہم یہ سیدھی سی بات سمجھ لیں تو یقین کریں ہماری ساری شکایتیں ختم ہو جائیں اور زندگی آسان اور پرسکون ہو جائے۔

ٹائی ٹینک کی کہانی کس نے نہیں سن رکھی؟ سکاٹ لینڈ کے حالات خراب ہوئے تو وہاں کے رہائشی کئی خاندانوں نے سکاٹ لینڈ سے امریکہ ہجرت کا فیصلہ کیا تاکہ وہ ایک بہتر زندگی گزار سکیں۔ مسٹر کلارک بھی اپنے ملکی حالات سے کافی پریشان تھے لہٰذا انہوں نے بھی

گھر بار بیچ کر اپنے خاندان کے ساتھ امریکہ ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا۔ مسٹر کلارک نے ٹائی ٹینک شپ کے ٹکٹ خریدے اور امریکہ میں ایک روشن مستقبل کا خواب سجائے گھر لوٹے۔ خاندان کے تمام افراد کافی خوش تھے کہ امریکہ جا کر ان کے حالات بہت بہتر ہو جائیں گے۔ مسٹر کلارک کے خاندان میں ان کی روانگی سے چند روز قبل دعوتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ایک روز کسی دعوت سے واپسی پر مسٹر کلارک کے بیٹے کو کتے نے کاٹ لیا جسکی بدولت ڈاکٹر نے بچے کو 15 دن کے لیے سفر کرنے سے منع کر دیا تائی ٹینک کی روانگی اگلے دو، چار دن میں متوقع تھی مگر اب نا تو سفر ممکن تھا اور نہ ہی ٹکٹ واپسی کا کوئی امکان نظر آ رہا تھا۔ مسٹر کلارک کی عمر بھر کی جمع پونجی سب لٹ چکی تھی جسکی بدولت انہیں اپنے بیٹے پر شدید غصہ آ رہا تھا۔ سب گھر والوں کے لیے وہ بچہ منحوس ثابت ہوا تھا اس لیے ہر کوئی اسے کوسنے اور طعنے دے کر اپنا غم ہلکا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کوشش کے باوجود ٹکٹوں کے پیسے واپس ہونے تھے اور نہ ہوئے۔ مسٹر کلارک اپنے خاندان سمیت سڑک پر آ چکے تھے۔ غم و غصے کے عالم میں کچھ دن گزرے تو مسٹر کلارک کا پڑوسی خوشی میں بھاگتا ہوا ان کے پاس آیا اور انہیں مبارکباد دینے لگا، شکر ادا کرنے لگا جس پر کلارک کو بہت غصہ آیا کہنے لگے کہ ایک میں ہوں جو اپنے ہاتھوں سے اپنا سب کچھ برباد کر بیٹھا اور ایک تم ہو کہ مجھے یوں برباد دیکھ کر مبارکباد دیتے پھر رہے ہو۔ پڑوسی کہنے لگا کہ تمہیں چاہیے تم شکر ادا کرو کیونکہ جس شپ میں تم امریکہ جانے والے تھے وہ شپ ڈوب کر تباہ ہو گیا ہے اور اس میں موجود کوئی ایک مسافر بھی زندہ نہیں بچا۔ یہ سننا تھا کہ مسٹر کلارک کا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا اور وہ خوشی سے جھومنے لگے۔ جان بچی سو لاکھوں پائے۔ وہ شکر کرتے اپنے گھر بھاگے اور وہی بیٹا جسے منحوس سمجھ رہے تھے اسے اپنے لیے خوش قسمت ماننے لگے۔ کلارک کی شکر گزاری میں شدت کچھ ایسی تھی کہ خدا انہیں ان کی اس عادت کی وجہ سے نوازتا چلا گیا۔ آج کئی برس گزر جانے کے باوجود بھی مسٹر کلارک کی شکر گزاری کی عادت نے انہیں اپنے ملک میں رہتے ہوئے ایک کامیاب زندگی عطا کر رکھی ہے۔ مسٹر کلارک کا جوتوں کا کاروبار ایسا چلا کہ پوری

دنیا میں پھیل گیا اور آج سب مسٹر کلارک کو ان کے جوتوں کے برانڈ "Clark" کے نام سے جانتے ہیں۔ دنیا کے 70 ممالک میں پھیلا ہوا یہ کاروبار اپنی مثال آپ ہے۔

میں نے بذات خود اس کہانی سے دو اہم سبق سیکھے۔ ایک یہ کہ اکثر اوقات جس چیز یا شخص کو ہم منحوس سمجھ رہے ہوتے دراصل وہ ہمارے لیے نعمت ثابت ہوتا ہے۔ وقتی طور پر اٹھایا گیا نقصان ہمارے بہتر مستقبل کی نوید ہوتی ہے جسے ہم اکثر سمجھ ہی نہیں پاتے۔ میرا ماننا ہے کہ اگر کوئی کام ہماری مرضی کے خلاف ہو رہا ہو تو اس پر ہمیں زیادہ شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ وہ اب ہماری محدود سی سوچ کے بجائے خدا کے بہترین پلان کے مطابق سرانجام پائے گا۔

دوسری اہم بات یہ کہ جتنی ہم میں شکر گزاری کی عادت پیدا ہوتی جاتی ہے اللہ اتنا ہی ہمیں نوازتا جاتا ہے۔ شکووں کے بجائے شکر کی عادت نعمتوں کو کئی گنا تک بڑھا دیتی ہے۔ شکر گزار بنیں۔ ناشکری جائے گی تو کامیابی آئے گی۔ لوگوں کو منحوس کہنا چھوڑ دیں۔ اللہ ﷻ کا دل سے شکریہ ادا کریں کیونکہ وہی ذات سب سے زیادہ تعریف اور شکر کی حقدار ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ ہم سب سے راضی ہو جائے اور ہم سب کو خود سے راضی کر لے۔ ہمارے دلوں کو شکر گزاری سکھا دے اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں عطا فرما دے۔ آمین

کامیابی کے لیے خوشی کیوں ضروری ہے؟

دو تین سال قبل مجھے لوگوں کو سمجھنے کا ایک سنہری موقع ملا۔ میرے اکثر دوست، رشتے دار اور ان کے حوالے سے مزید کئی افراد مجھ سے مل کر اپنے کاروبار، آن لائن بزنس آئیڈیاز اور کامیاب زندگی کے آغاز کے لیے مشاورت کرنا چاہتے تھے جس پر عمل ان کی زندگی کو آسان اور کامیاب بنا دے۔ میں نے بھی ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ان افراد سے یک بہ یک ملاقات کا ارادہ کیا۔ ملاقات اور کاؤنسلنگ کے لیے آنے والے افراد کی تعداد کافی زیادہ تھی۔ لوگ آتے اور چند ایک مشورے لے کر رخصت ہو جاتے۔ ہر ملاقات اپنی نوعیت کی منفرد ہوا کرتی تھی۔ وقت گزرتا گیا، لوگ آتے رہے، ملتے رہے، جاتے رہے اور میں ہر ملاقات کے بعد ایک گہری سوچ میں گم ہوتا چلا گیا جسکی ایک بہت بڑی وجہ میری جانب سے پوچھے گئے سوالات کے وہ جوابات تھے جو تمام مہمان تقریباً ایک ہی جیسے دیا کرتے تھے۔ آنے والے لوگوں کی اکثریت اپنی زندگی میں پریشان اور مختلف مسائل کا شکار تھی۔ میں ان لوگوں سے پوچھتا کہ:

آپ کے لیے کامیابی کیا ہے اور خوشی کسے کہتے ہیں؟

وہ کہتے: ایک اچھا طرز زندگی، گھر، گاڑی، بینک بیلنس، اور ایک بہترین مستقبل۔

میں پوچھتا کہ آپ پریشان کیوں ہیں؟ اور آپ کو کیوں لگتا ہے کہ پیسہ آپ کے مسائل حل کر کے آپ کو خوشی دے گا؟

وہ کہتے: ہم محنت کریں گے، کامیاب ہوں گے اور پھر یہ کامیابی ہمارے لیے ہماری خوشیوں کا سبب بنے گی۔

یہ وہ مشترکہ جوابات تھے جو تقریباً ہر ملاقات میں مجھے سننے کو ملتے۔ میں ان تمام افراد کی اس سوچ کی تردید کرتا رہا کیونکہ میر۔۔۔

کامیابی ہے۔ پیسہ ہو یا نہ ہو، خوشی کا ہونا لازمی ہے۔ میرا ماننا ہے کہ ہم خوش ہوں گے تو کامیاب ہوں گے۔ ہماری خوشی ہی ہماری کامیابی کی بنیاد ہے۔ کامیابی سے پہلے کامیابی کا مزاج اپنائے بغیر کامیاب نہیں ہوا جا سکتا۔ آپ دل سے خوش ہوتے ہوئے محنت کریں گے، آپ کو اپنے کام میں مزہ آئے گا تب ہی مستقل مزاجی پیدا ہوگی اور جب مستقل مزاجی کے ساتھ بڑھتے چلے جائیں گے تو کامیابی آپ کا مقدر بن جائے گی۔

''بڑی کامیابیاں بڑی دیر سے حاصل ہوتی ہیں''۔

اگر کام میں خوشی ہی نہ ملی، مزہ ہی نہ رہا تو آپ تھک جائیں گے اور اگر تھک گئے تو نہ مستقل مزاجی پیدا ہوگی اور نہ کامیابی ملے گی۔ آپ زندگی میں جو بھی کام کریں، جس بھی شعبے کو اپنائیں، آپ کو اس میں لطف آنا چاہیے۔ آپ اپنے کام میں لطف اندوز ہو کر ہی کامیابی کو یقینی بنا سکتے ہیں لہٰذا کامیابی حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے اپنی سوچ کو بدلیں، خوش رہیں، خوشی کا مزاج اپنائیں، محنت کریں اور کامیاب ہو جائیں۔ یاد رکھیں آپ کا مقصد حیات، اور کامیابی کا مطلب محض پیسہ کمانا نہیں ہونا چاہیے۔ پیسے کمائیں ضرور کمائیں مگر اسی کو اپنا خواب مت بننے دیں۔ آپ کا خواب آپ کی خوشی اور آپ کا ذہنی سکون ہونا چاہیے۔ آپ انسان ہیں لہٰذا خود کو محض پیسہ بنانے کی مشین مت بننے دیں۔

انسانیت کو زندہ رکھنا، خوش رہنا اور خود سے وابستہ لوگوں کو خوش رکھنا ہی کامیابی ہے۔

2019 میں گوگل سٹیٹسٹکس (Statistic) سامنے آئی جس میں یہ بات واضح کی گئی کہ ہر سال تقریباً 1 ارب لوگ گوگل پر کچھ نہ کچھ سرچ کرتے ہیں۔ حیران کن طور پر 2019 میں گوگل پر تیسرے نمبر پر سب سے زیادہ سرچ کیا جانے والا لفظ ''خوشی'' (Happiness) تھا۔ میں حیران و پریشان یہ خبر پڑھتے ہی سوچنے لگا کہ آخر ایسی بھی کیا وجہ ہے کہ ہم سب لوگ اپنی زندگیوں سے ناخوش ہیں؟ کچھ وقت لگا، لوگوں سے ملاقات کی وہ باتیں یاد آنے لگیں اور پھر سمجھ گیا کہ اپنی پریشانیوں کا سبب ہم خود ہی ہیں۔ اپنی خوشیوں سے ناراض رہنا ہم نے خود ہی سیکھا ہے۔ ہمارے ہاں ایک خاص ٹرینڈ ہے کہ ہم اپنی خوشی

کے لیے یا اپنی کامیابی کے لیے محنت نہیں کرتے۔ ہم کامیاب زندگی کے لیے اپنے شوق کا انتخاب نہیں کرتے بلکہ ہم اس بات پر زیادہ توجہ دیتے ہیں کہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ لوگوں کی دیکھا دیکھی ہم بھی وہی کرنے لگتے ہیں جو سب کر رہے ہیں۔ لوگوں کے بنائے گئے کھوکھلے معیاروں کے پیچھے بھاگتے بھاگتے ہم اپنی دلچسپی سے ہٹ کر کام کرنے لگتے ہیں اور پھر تھک ہار کر آخر میں ہمارے ہاتھ صرف ناکامی آتی ہے۔ ذرا سوچیں کہ جس کام میں آپ کو مزہ ہی نہیں آ رہا، آپ کی دلچسپی ہی نہیں ہے، اس کام کو آپ آخر کتنی دیر تک کر سکتے ہیں؟ دلچسپی نہ ہونے کی وجہ سے آپ جلدی تھکنے لگیں گے، تھک جائیں گے تو رک جائیں گے اور رک گئے تو کامیاب کیسے ہوں گے؟

بل گیٹس، آئی۔ٹی کی دنیا کا بے تاج بادشاہ اگر اپنے کام میں لطف محسوس نہ کرتا، خوش نہ ہوتا تو 15 سال تو دور ایک سال بھی اپنے کمرے میں بیٹھے محنت نہ کر پاتا۔ تھامس ایڈیسن جو ہزار کوششوں کے بعد بلب بنانے میں کامیاب ہوا، اس کی اس مستقل مزاجی کی وجہ بھی اس کی اپنے کام میں دلچسپی تھی۔ اسی طرح آپ کی خوشی اور آپ کی اپنے کام میں دلچسپی ہی آپ کے لیے کامیابی کے دروازے کھولتی ہے۔

کیا آپ نے کبھی اپنی پریشانیوں پر غور و فکر کرنے کی کوشش کی؟ کیا آپ نے کبھی یہ جاننے کی کوشش کی کہ آپ خوش کیوں نہیں رہ پاتے؟ مجھ سے اکثر لوگ سوال کرتے ہیں کہ علی بھائی خوش کیسے رہا جا سکتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ ہر وہ انسان جو اپنے آج، اپنے حال میں جینا شروع کر دے وہ خوش رہے گا۔ آپ بھی اپنی ذات کا اور اپنے خیالات کا جائزہ لیں۔ آپ پر یہ حقیقت واضح ہوگی کہ آپ کے تمام تر مسائل یا تو ماضی کی یادوں کی بدولت ہیں یا مستقبل کی فکر پر مشتمل۔ ہم اپنے حال میں جیتے ہی نہیں ہیں۔ مستقبل کے اندیشے اور ماضی کی تلخیاں ہمیں خوش رہنے ہی نہیں دیتیں۔ ہم جب تک اپنے حال میں جینا نہیں سیکھیں گے، اپنی ذات سے مطمئن نہیں ہوں گے، اپنے آپ میں دلچسپی پیدا نہیں کر پائیں گے، تب تک خوشی اور کامیابی دونوں ہمارے لیے ناممکن ہی رہیں گی۔ ہم اکثر کسی کام کا آغاز تو بہت شوق اور

دلچسپی سے کرتے ہیں مگر جوں ہی کوئی ہمیں آ کر یہ کہہ دے کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ اس کام کا تو سکوپ ہی نہیں ہے۔ ہم فوراً پریشان ہو جاتے ہیں۔ ہم سوچتے ہی نہیں کہ بل گیٹس یا تھامس ایڈیسن سمیت دنیا کے کامیاب ترین لوگوں نے جب اپنے کام کا آغاز کیا ہوگا تو کیا انہیں لوگوں کی باتیں نہیں سننی پڑی ہوں گی؟ کیا لوگوں نے انہیں سکوپ نہ ہونے سے نہیں ڈرایا ہوگا؟ یقیناً یہ سب ان کے ساتھ بھی ہوا تھا، ہمارے ساتھ بھی ہوتا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا مگر کامیابی انہیں کو ملتی ہے جو ان اندیشوں کو پس پشت ڈال کر اپنی خوشی اور دلچسپی کو برقرار رکھتے ہوئے مستقل مزاجی سے محنت کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ کامیاب ہو جاتے ہیں۔

ہمارے ہاں ایک طبقہ وہ ہے جو ہر لمحے اپنی زندگی کے مسائل اور رکاوٹوں کو سوچتا رہتا ہے اور اپنی سوچ میں اس قدر پختہ ہوتا ہے کہ خوش رہنا بھول جاتا ہے۔ ایسے لوگ اپنی ناکامیوں کا سبب بھی اپنے مسائل کو ٹھہرانے لگتے ہیں۔ ان کے ساتھ کچھ اچھا بھی ہو جائے یہ تب بھی خوش ہونے کے بجائے اندیشوں کا شکار رہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خوش ہونا اور خوش رہنا سیکھا ہی نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس دوسرے وہ لوگ ہیں جن کی زندگی چاہے کتنے ہی مصائب اور مشکلات کا شکار کیوں نہ ہو جائے وہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو دیکھ کر ان کا شکر ادا کرتے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کی نظر اپنے مسائل کے بجائے خدا کی رحمتوں پر ہوتی ہے۔ یہ لوگ خوش رہتے ہیں اور خوش دلی سے محنت کرتے، مستقل مزاجی سے آگے بڑھتے، کامیابی تک جا پہنچتے ہیں۔ کامیابی بھی پھر ایسے لوگوں کا استقبال کرتی ہے۔

زندگی کے اتار چڑھاؤ نے مجھے بھی کئی بار ڈرایا اور بہت تھکایا ہے۔ میں نے اپنے لیے ایک اصول وضع کر رکھا تھا کہ میں روزانہ رات سونے سے پہلے ان تمام نعمتوں کو گنتا جن سے اللہ نے مجھے دن بھر نوازا تھا۔ صبح اٹھنے سے لے کر رات اپنے بستر پر بنا کسی بیماری و پریشانی کے لیٹنے تک دن بھر میں مجھے اللہ کی بے شمار نعمتیں یاد آتیں۔ کہنے سننے کو یہ ایک عام سی عادت تھی لیکن مجھے اس ایک عادت نے یکسر بدل کر رکھ دیا۔ میری کچھ ہی دن کی پریکٹس نے میری شکوے شکایتوں کو شکر گزاری میں تبدیل کر دیا۔ میری "میں" ختم ہوتی

گئی اور مجھ میں عاجزی آنے لگی۔ مجھے بڑے سے بڑے مسائل بھی معمولی سے لگتے اور میں انہیں سوچنے کے بجائے کسی بہت بڑی نعمت کو سوچ کر خوش ہو جاتا اور سارا دن خوشگواری سے گزار دیتا۔ چند ہی دنوں میں میرا چیزوں کو پرکھنے اور اپنے معاملات کو دیکھنے کا طریقہ ہی بدل گیا تھا۔ میں نے دنیا کو مثبت نظر کے ساتھ ایک نئی طرز سے دیکھنا شروع کیا تو مجھے ہر طرف اللہ کی بے شمار نعمتیں نظر آنے لگیں۔

آج بھی جب ماضی میں نظر دوڑاؤں تو مجھے اپنی اس عادت کے بے شمار فوائد نظر آتے ہیں۔ میں جن لوگوں سے ملا کرتا تھا سوچتا ہوں کہ وہ سب بھی میری ہی طرح رات بستر پر لیٹے اپنے دن بھر کے معمولات کو سوچتے ہوں گے لیکن ان کی سوچ اور نظر نعمتوں کے بجائے اپنے مسائل پر ہوتی ہوگی۔ وہ بھی میری ہی طرح ہر رات دن بھر کی سرگرمیوں پر غور و فکر کرتے ہوں گے۔ ہم دونوں میں فرق ہے تو بس اتنا کہ وہ منفی پہلوؤں کو سوچ کر غمگین ہو جاتے ہیں، ناشکری کر بیٹھتے ہیں اور میں مثبت سوچ کر خوش ہو جاتا ہوں اور شکر گزار بننے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری یہی عادت میری کامیابی کا راز ہے۔

اگر آپ سوچتے ہیں کہ پہلے آپ کامیاب ہوں گے پھر آپ کو خوشی ملے گی تو یہ سراسر بے وقوفی، محض ایک دلاسہ، ایک دھوکہ ہے جو آپ اپنے آپ کو دے رہے ہیں۔ کامیابی چاہتے ہیں تو خود کو اس دھوکے سے نکال کر خوش رہنا سیکھیں۔ اپنی نعمتوں کو گننا شروع کریں، شکر کی عادت اپنائیں، اپنی دلچسپی کو اپنا کام بنائیں پھر دیکھیں نہ تو آپ تھکیں گے، نہ رکیں گے اور نہ ہی راستے کی دشواریاں آپ کو منزل کے حصول سے روک پائیں گی اور پھر ایک دن ایسا بھی آئے گا جب کامیابی آپ کے لیے بانہیں پھیلائے کھڑی ہوگی۔

پہلی سیڑھی پر قدم رکھ، آخری سیڑھی پر آنکھ
منزلوں کی جستجو میں رائیگاں کوئی پل نہ ہو

ہماری زندگی کے ڈرائیورز

دوستی عام ہے لیکن اے دوست
دوست ملتا ہے بڑی مشکل سے

دوست احباب زندگی کا ایک اہم حصہ ہوا کرتے ہیں لیکن کیا آپ جانتے ہیں کہ ہمارے دوست احباب ہماری سوچ، ہمارے معاملات اور ہماری زندگی کے ڈرائیور بھی ہوتے ہیں؟ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ:

"اچھے اور برے دوست کی مثال مشک بیچنے والے اور بھٹی جھونکنے والے کی طرح ہے، مشک بیچنے والا تمہیں تحفہ دے گا یا تم اس سے خریدو گے یا تمہیں اس سے عمدہ خوشبو آئے گی جبکہ بھٹی جھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلائے گا یا تمہیں اس سے ناگوار بو آئے گی"۔

انسان کی صحبت اس کی سوچ، اسکے رویے، مزاج اور معاملات پر گہرا اثر چھوڑتی ہے۔ اگر میں کہوں کہ ہماری کامیابی اور ناکامی کا ایک بہت بڑا سبب ہماری صحبت یا ہمارے دوست ہوتے ہیں تو یہ ہرگز غلط نہ ہوگا۔ آپ کب کس بات پر خوش ہوں گے، کب غمگین ہوں گے، آپ کامیاب ہیں یا ناکام ہو رہے ہیں اس سب کے لیے آپ کے دوست آپ کو ڈرائیو کرتے ہیں۔ اسی لیے میرا ماننا ہے کہ ہمارے دوست ہماری زندگی کے ڈرائیور ہوتے ہیں۔

ہمارے ہاں عموماً اٹھارہ سے اٹھائیس سال کی عمر میں لوگ اپنے گھر والوں سے زیادہ دوستوں کے قریب ہوتے ہیں۔ ایک ساتھ کالج، اکیڈمی، کھیل کود، سیر و تفریح اور پھر رات میں چیٹنگ بھی دوستوں کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ ہمیں ہم سے زیادہ ہمارے دوست جانتے ہیں اور ان کا ہماری زندگی اور سوچ پر ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ ہمارے دوست ہی ہمارے

لیے سمت کا تعین کرتے ہیں۔ ہم اپنے خیالات ان سے ڈسکس کرتے ہیں اور مشاورت کرتے ہیں کہ ہمیں زندگی میں کیا کرنا چاہیے۔ ہم چاہتے نا چاہتے ان کی بات مان کر اپنی زندگی کی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ انہیں تھما دیتے ہیں اور پھر اکثر دیکھنے کو ملتا ہے کہ ایک اچھے خاصے شریف خاندان کا چشم و چراغ بری صحبت میں پڑ کر سگریٹ نوشی اور جوئے میں لگ جاتا ہے تو دوسری طرف کسی اچھی صحبت کی بدولت کوئی گنہگار انسان بھی پانچ وقت کا نمازی، بہترین اخلاق و کردار کا مالک بن کر اپنی عاقبت سنوار لیتا ہے۔

ہمارے ہاں ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ ہم کسی کے مسکرا کر جواب دے دینے یا محبت سے ہاتھ ملا لینے کو اس کی تربیت کے بجائے دوستی سمجھ بیٹھتے ہیں اور پھر اپنی زندگی کے تمام راز اپنے ہی ہاتھوں اسے تھما دیتے ہیں۔ اب یہ اگلے انسان پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ ہماری ذات کی سچائی اور ہمارے راز کو کس طرح استعمال کر کے ہمیں اچھائی یا برائی کی طرف لے جائے۔

"دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا"۔ (اختر سردار چودھری)

ہمارے ہاں ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جن کی ناکامی کی وجہ ان کے اپنے ہی دوست ہوتے ہیں۔ ایسے میں اگر کوئی بذاتِ خود کچھ کرنا بھی چاہے تو دوست یہ کہہ کر حوصلے پست کر دیتے ہیں کہ:

"لالے! کیا ہو گیا ہے اگر کامیابی تمہارا مقدر ہوئی تو تمہاری لاٹری نکل آئے گی۔ کامیابی کے لیے محنت کرنا، ہم دوستوں کو چھوڑ کر یہ کتابیں پڑھنا سراسر بے وقوفی ہے"۔

بس یہی باتیں سن کر لوگ ہمت ہار بیٹھتے ہیں اور اپنا آپ ناکامی کی نظر کر دیتے ہیں۔ ہمیں اپنے لیے اور اپنے دوستوں کے لیے ایک معیار قائم کرنا چاہیے۔ اچھی سوچ، ہم عمر، تعلیم یافتہ، بہترین مزاج، بڑے خواب، اور کامیابی کی لگن، ان معاملات میں ہم آہنگی کی بنیاد پر کی جانے والی دوستیاں ہمیں دنیا و آخرت میں کامیاب بنا دیتی ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک مشہور قول ہے کہ:

"کسی بزدل انسان سے کبھی دوستی مت کرنا کیونکہ وہ تمہارے

حوصلے بھی پست کر دے گا"۔

ایک اور قول کے مطابق آپ فرماتے ہیں کہ:

"کنجوس دوست تمہارا ساتھ اس وقت چھوڑ دیگا جب تمہیں شدت سے اس کی ضرورت ہوگی"۔

اکثر لوگوں کو خدا نے بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہوتا ہے لیکن وہ دوستوں کے پیچھے لگ کر اپنی زندگی کو ضائع کر دیتے ہیں۔ اسی لیے میرا ماننا ہے کہ انسان کے اپنی ذات اور اپنے دوستوں کو لیے معیار ہونے چاہییں۔ دوست ایسے بنائیں جو اس معیار پر پورے اتریں۔ جو اونچے خواب دیکھیں، جن کے دل بڑے ہوں، جو آپ کی کامیابی پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہ کریں، جو مشکل میں آپ کا حوصلہ بڑھائیں اور آپ کو کامیاب بنا کر دم لیں۔

یقیناً آپ کے ذہن میں یہ سوال اٹھے گا کہ نئے دوست تو معیار کے مطابق بنائے جا سکتے ہیں مگر موجودہ دوستوں کا کیا کیا جائے؟

سب سے پہلے تو آپ موجودہ دوستوں کو دو اقسام میں بانٹ لیں۔ ایک وہ جو اپنی سوچ کے اعتبار سے مثبت اور دنیا و آخرت کی فکر کرنے والے ہیں۔ دوسرے وہ دوست جو اپنی ذات میں بھی منفی سوچ اور رویوں کا شکار ہیں اور دنیا و آخرت سے بھی بے خبر بے معنی زندگی جی رہے ہیں۔ اب دوسری قسم کے لوگوں سے آہستہ آہستہ فاصلہ اختیار کر لیں اور پہلی قسم کے لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر اپنے وقت کو قیمتی بنائیں اور کامیابی کے لیے تعمیری آئیڈیاز کو ڈسکس کریں۔ جان لیجیے کہ اگر آپ اپنے دوست کو یہ کہہ کر رخصت چاہتے ہیں کہ آپ کو پڑھنا ہے اور وہ آپ کو یہ کہہ کر روکنے کی کوشش کرے کہ پڑھائی میں کیا رکھا ہے آؤ باتیں کرتے ہیں تو ایسا شخص آپ کا دشمن تو ہو سکتا ہے دوست نہیں۔ آپ کو پرکھنا ہوگا کہ کون سا دوست آپ کو بہتر انسان بننے میں مدد کر رہا ہے اور کون پستی کی طرف لے کر جا رہا ہے۔ اگر آپ کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو آپ کو کچھ وقت کے لیے بری صحبت کو ترک کرنا ہوگا تاکہ آپ کا ارادہ پختہ رہے، آپ اپنے کامیاب زندگی کے فیصلے پر ڈگمگائیں نہیں۔ آپ کو اپنا آپ اتنا مضبوط اور قابل بنانا ہوگا کہ مستقبل میں آپ اپنے انہیں ناکام اور زندگی

سے مایوس دوستوں کے لیے کامیاب زندگی کی امید ثابت ہو سکیں۔ آپ انہیں بھی یہ احساس دلوا سکیں کہ وہ بھی کامیاب ہو سکتے ہیں۔

اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم اچھے برے دوستوں میں فرق کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ہم جان جاتے ہیں کہ فلاں فلاں شخص ہمیں برائی کی طرف، ناکامی اور پستی کی طرف لے جا رہا ہے مگر اسکے باوجود ہم کچھ نہیں کر پاتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم زندگی میں خود کو اور لوگوں کو NO کہنا نہیں سیکھ پاتے۔ ہمیں اپنے نقصان سے زیادہ اپنی انا اور جھوٹی دوستی کی فکر رہتی ہے۔ یہی دوستیاں برے وقت میں ساتھ چھوڑ کر ہمیں زندگی بھر کے لیے ناکامی کے دہانے پر لا کھڑا کرتی ہیں۔ صحیح وقت پر ایک انکار نہ کر پانا ہمیں ناکام بنا دیتا ہے اس لیے زندگی میں خود کو اور لوگوں کو حق اور سچ کے لیے، محنت کے لیے NO کہنا آنا چاہیے۔ یہ ان کار سیکھنا کامیاب زندگی کے لیے انتہائی اہم ہے۔

کچھ عرصہ قبل ایک کیس میرے پاس آیا۔ بتایا گیا کہ لڑکی کے لیے ایک بہترین گھر سے رشتہ آیا تھا۔ لڑکا شکل وصورت سمیت خاندان اور معاشرتی اعتبار سے بھی قابل تھا۔ لڑکی بھی رشتے کے لیے رضامند تھی کہ اسی دوران اس نے خوشی میں اپنی بہت عزیز اور قریبی دوست سے آنے والے رشتے کا ذکر کیا جس پر اس کی دوست کا محض ایک جملہ "تم اس سے شادی کرو گی؟" اس کی ساری مثبت سوچ، خوشی اور اچھے مستقبل کو کھا گیا۔ دوست تو یہ کہہ کر اپنے گھر چل دی مگر وہ لڑکی اپنی خوشیوں سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ اپنی دوست کو اپنی زندگی کا ریموٹ کنٹرول تھما دینے اور ایک جواب نہ دے پانے کی وجہ سے وہ اپنا آپ تباہ کر بیٹھی۔ یونہی ایک اور شادی شدہ عورت سے اس کی ایک بہت پیاری دوست نے سوال کیا کہ بچی بیٹے کی پیدائش پر تمہارے شوہر نے تمہیں تحفے میں کیا دیا؟ خاتون نے کچھ دیر ذہن پر زور ڈالا اور کہا کہ کچھ بھی نہیں۔ دوست بولی کہ تم نے اپنی جان پر کھیل کر اسے باپ بننے کی خوشی دی اور وہ تمہیں ایک تحفہ بھی نہ دے سکا؟ دوست کے ان دو جملوں نے ایک ہنستا بستا گھر اجاڑ دیا۔

میں آپ سب سے سوال کرتا ہوں کہ کیا ایسے ہوتے ہیں دوست؟ کیا دوست ایسے ہونے چاہییں؟ اگر نہیں تو آپ کو اور مجھے اپنے لیے دوستی کے کچھ اصول وضع کر لینے چاہییں۔

وقت رہتے لوگوں کو ان کار کرنا سیکھ لینا چاہیے اس سے پہلے کہ ہمیں بھی نقصان اٹھانا پڑے۔

وہ کہتے ہیں نا کہ دنیا میں اچھے لوگوں کی کمی نہیں ہے بالکل اسی طرح دنیا میں اچھے دوستوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ دوست وہ ہوتے ہیں جو ہمت بندھا کر ہمیں آگے بڑھنے میں مدد کرتے ہیں۔ جو ہمارے لیے تعمیری کام کرتے ہیں۔ دوست وہ ہوتے ہیں جو ہمیں کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں۔ جنہیں ہماری خوشی خوش کرتی ہے۔ جو ہمیں صحیح غلط کا فرق بتاتے رہتے ہیں۔

میری زندگی میں بھی ہمیشہ ایسے بہت سے پیارے دوستوں کا ساتھ رہا جنہوں نے مجھے زندگی میں ہر دم آگے بڑھنے میں مدد دی۔ ان بہترین دوستوں میں ایک نمایاں نام ڈاکٹر نوید صاحب کا ہے جنہوں نے میرے ہر فیصلے پر میرا حوصلہ بڑھایا، مشکلات کو چھوٹا اور کامیابیوں کو بڑا کر کے دکھایا تا کہ میں تھکوں نہیں، رکوں نہیں، گروں نہیں، بس بڑھتا چلا جاؤں۔ میری تعلیم ہو یا بزنس، ذاتی معاملات ہوں یا کاروباری مسائل، نوید صاحب کی بے دریغ کاوشوں، مجھے دی گئی ہمت، حوصلے اور بے پناہ محبت کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔

تجھے وہ جہاں ملے جدھر، کسی غم کا کوئی گذر نہ ہو
جہاں روشنی ہو خلوص کی، اور نفرتوں کی خبر نہ ہو

(تمام دوستوں کے نام)

کامیابی سے متعلق غلط فہمیاں

غلط فہمی 1: ایڈون سی بلس کہتا ہے کہ: "کامیابی کا مطلب ناکامیوں کی عدم موجودگی ہرگز نہیں ہے۔ اس کا مطلب حتمی مقاصد کا حصول ہے۔ اس سے مراد جنگ میں غازی ہونا ہے، فتح حاصل کرنا ہے، مگر یاد رہے کہ فاتح ہر جنگ میں نہیں ہوا جاتا"۔

اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ کامیابی شاید کوئی مقام ہے، کوئی ایک خاص پوزیشن ہے۔ ہمارے ہاں شہرت اور معاشی ترقی کو کامیابی تصور کیا جاتا ہے جو کہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ درحقیقت کامیابی ایک سفر ہے جس میں مسلسل محنت درکار ہوتی ہے۔ کامیابی ایک پراسس ہے۔ اگر آپ کسی منزل پر پہنچ کر اسے ہی سب مان لیں اور اپنا سفر ترک کر دیں تو آپ کامیاب نہیں ہیں۔

پوری دنیا کی توجہ کا مرکز بل گیٹس 1955ء میں امریکہ کے شہر واشنگٹن کے ایک عام گھرانے میں پیدا ہوا۔ بچپن سے ہی کمپیوٹر نے اس کی توجہ حاصل کر لی۔ بل گیٹس کی زندگی میں ٹرننگ پوائنٹ اس وقت آیا جب وہ پڑھائی میں کمزور ہونے کی وجہ سے ہارورڈ یونیورسٹی سے نکال دیا گیا۔ بل گیٹس نے اپنی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے اپنے ایک پراجیکٹ پر کام شروع کیا اور کمپیوٹر کی ایک زبان متعارف کروائی۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی تھی مگر بل گیٹس نے اس پر اکتفا نہیں کر لیا بلکہ اس نے اپنے مقاصد کو مزید فروغ دیتے ہوئے میکسیکو میں ایک اور پراجیکٹ پر کام شروع کر دیا۔ اس پراجیکٹ کو دنیا میں مائیکروسافٹ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مائیکروسافٹ کی اس کامیابی نے بل گیٹس کو دنیا کا امیر ترین انسان بنا دیا مگر اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی بل گیٹس کا سفر تھما نہیں ہے۔ وہ آج بھی مسلسل محنت کرتے ہوئے مائیکروسافٹ کے نئے ورژن ایجاد کر کے دنیا کو بہتر سے بہترین ٹیکنالوجی فراہم کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ اگر بل گیٹس صرف کمپیوٹر لنگویج ایجاد کر لینے کو کافی سمجھ لیتا تو یقیناً وہ آج اس مقام پر نہیں ہوتا۔ ایک کے بعد ایک مقصد کو حاصل کرنے کی تڑپ ہی اصل کامیابی ہے۔

غلط فہمی 2: آپ اگر غور کریں تو آپ کو ہمارے ہاں ایسے بہت سے لوگ ملیں جو زندگی میں وقتاً فوقتاً کسی نہ کسی طرح کامیاب ہو جاتے ہیں مگر اس کامیابی کو برقرار رکھنا ان کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ میں نے بذات خود ایسے کئی لوگوں کو دیکھا ہے جنہیں جس تیزی سے ترقی ملی وہ اسی تیزی سے اس مقام کو نہ سنبھال پانے کی بدولت گر گئے۔ میں نے کچھ عرصہ قبل انگلینڈ کے افراد پر کی جانے والی ایک ریسرچ کو پڑھا۔ یہ ریسرچ انگلینڈ کے ایسے لوگوں پر کی گئی تھی جن کی اچانک سے کوئی بڑی لاٹری نکلی تھی اور وہ راتوں رات امراء میں شمار ہونے لگے تھے۔ اس واقعے کے دو سال بعد دوبارہ ان تمام لوگوں سے رابطہ کیا گیا تاکہ ان کا موجودہ حال جانا جا سکے۔ حیرت انگیز طور پر ان میں سے نوے فیصد افراد لاٹری نکلنے کے دو سال بعد دوبارہ اپنی پرانی خستہ حالت میں آ چکے تھے جبکہ باقی دس فیصد افراد کی حالت بھی کچھ زیادہ بہتر نہیں تھی۔ ان تمام افراد کی ناکامی کی وجہ یہ تھی کہ اچانک سے بنا پراسس سے گزرے انہیں جو دولت مل گئی یہ اسے سنبھال نہیں پائے۔ حالات کو پرکھتے ہوئے ان ملین ڈالرز کو انویسٹ کرنے یا اس سے کوئی کارآمد کام کرنے کی بجائے وہ اس رقم کو محض ضائع کرتے ہوئے دو سال کے کم عرصے میں ہی اپنی حالتوں میں لوٹ آئے۔ کامیابی حاصل کرنا ایک آرٹ ہے مگر کامیابی کو سنبھال کر رکھنا، یہ آرٹسٹ کا کام ہے۔ ہمارے ہاں اکثر لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں کہ بس ایک بار ہمیں کامیابی مل جائے اس کے بعد ہم دنیا فتح کر لیں گے۔ آپ خود سوچیں کہ اگر آپ کامیابی کے لیے ہی محنت نہیں کر رہے تو کامیابی مل جانے پر اسے سنبھالنے کے لیے کیا خاک محنت کریں گے۔ یاد رکھیے ہماری زندگی میں کسی چیز کے لیے جتنی زیادہ محنت درکار ہو اس چیز کی اہمیت بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے۔ ہمیں ایک بار کوئی مقام، کوئی پوزیشن یا کامیابی مل کر ہماری غفلت اور سستی کی وجہ سے چھن جائے تو ہم اسے جادو ٹونے کا نام دے دیتے ہیں۔ ہماری لاپرواہی کی انتہا ہے کہ ہم غلطی پر ہوتے ہوئے بھی خود کو غلط مان کر محنت سے انکار کر دیتے ہیں۔

غلط فہمی 3: دنیا میں بیشتر ایسے لوگ موجود ہیں جو پیسے کی ریل پیل کو کامیابی مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک جس انسان کے پاس جتنا زیادہ روپیہ ہوگا وہ اتنا ہی کامیاب تصور کیا جائے گا۔ پیسے

کو کامیابی کا پیمانہ بنا لینا سراسر غلط ہے۔ آپ خود سوچیے کہ انسان پیسہ کیوں کماتا ہے؟ آسائشات کس لیے پیدا کرتا ہے؟ سکون کے لیے ہی نا؟ آپ کے پاس گھر، گاڑی، پیسہ، بزنس غرض یہ کہ ہر آسائش موجود ہو مگر آپ کو سکون نصیب نہ ہو تو آپ کامیاب نہیں ہیں۔ میں ایسے بہت سے لوگوں کو جانتا ہوں، بہت سوں سے مل چکا ہوں اور بہت سوں کو پڑھ چکا ہوں جن کی زندگی میں بے شمار آسائشات موجود ہیں، جن کے پاس پیسے کی فراوانی ہے مگر وہ رات کو نیند کی گولی کھاتے ہیں، آئے دن ماہر نفسیات کے پاس جاتے ہیں، ان کی جیب میں ہر وقت اینٹی ڈپریشن گولی موجود ہوتی ہے جس کی وجہ سکون و اطمینان کی کمی ہے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ صرف پیسہ ہونا کامیابی نہیں ہے۔ پیسے اور آسائشات کامیابی کا ایک رکن تو ضرور ہو سکتی ہیں لیکن مکمل کامیابی کو آپ سکون، اطمینان اور خوشی کے بغیر نہیں ماپ سکتے۔

میرے نزدیک ذہنی اور قلبی سکون پالینا حقیقی کامیابی ہے۔ کسی کی دعاؤں کے حصار میں رہنا، کسی کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جانا کامیابی ہے۔ آپ کتنے ہی دولت مند کیوں نہ ہو جائیں لیکن اگر آپ کے گھر کے ملازمین آپ سے خوش نہیں ہیں یا آپ کے آفس کا کلرک اور باقی کا عملہ جھولی اٹھائے آپ کو دل سے دعا نہیں دے پاتا تو آپ ناکام ہیں۔

میں نے ہزاروں لوگ دیکھیں ہیں، روز ایسے کئی افراد سے ملتا ہوں جو ہر دوسرے انسان سے دعا کی درخواست کرتے رہتے ہیں۔ دعائیں کرواتے ہوئے تو آپ سب نے بے شمار لوگ دیکھے ہوں گے پر کیا آپ نے کبھی دعائیں لیتے ہوئے کسی کو دیکھا ہے؟ کامیابی لوگوں سے دعائیں لینے کا نام ہے اور ہر کامیاب انسان اس گر کا ماہر ہوتا ہے، اسے لوگوں سے دعائیں لینا آتی ہیں۔ کامیاب لوگوں کو کسی سے دعا کے لیے کہنا نہیں پڑتا، لوگ خوشی سے جھولی اٹھائے ان کے لیے سچے دل سے دعا کرتے ہیں

ہمیں اس رویے، اس attitude کو بدلنے کی ضرورت ہے جو ہمیں کامیابی کے نام پر پیسے کا غلام بنائے رکھتا ہے اور ہم اپنی خوشیوں کو بھی پیسے پر قربان کر دیتے ہیں۔ اپنی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو انجوائے کرنا بہت اہمیت کا حامل ہے۔ یاد رکھیں خوشیوں پر کمپرومائز کرنا آپ کو ناکام تو بنا سکتا ہے پر کامیاب نہیں بنا سکتا لہٰذا کامیابی کو خوشیوں میں تلاش

کریں دولت میں نہیں موجودہ دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کو یہ بتائیں، انہیں سکھائیں کہ خوشی کیا ہے اور خوش کیسے رہا جاتا ہے۔ دولت کمانا تو خوب سکھا لیا آئیے اب اپنی نئی نسل کو خوش رہنا بھی سکھاتے ہیں۔

غلط فہمی 4: قاسم علی شاہ کہتے ہیں کہ: "بڑی کامیابیاں بڑی دیر بعد آتی ہیں۔ کامیابی کے راستے میں بہت ہی رکاوٹیں اور مسائل آتے ہیں"۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسائل ہی انسان کی کامیابی کی اصل نوید ہیں۔ اگر انسان ان مشکلات سے نہ لڑے تو وہ اپنے آپ کو اور اپنی صلاحیتوں کو جان ہی نہیں پائے گا اور خود سے لاعلمی اسے کبھی کامیاب نہیں ہونے دے گی۔ یہ مشکلات تو ہمیں مضبوط بنانے کے لیے آتی ہیں اور جو ان مشکلات کا ہمت سے سامنا کرتا ہے کامیابی کے راستے اس پر کھل جاتے ہیں۔

باباجی سے چند ایک ملاقاتوں کے بعد ایک روز وہ کہنے لگے کہ: "پتر! زندگی میں مسائل آئیں تو کمر باندھ کر میدان میں اتر جا۔"

میں نے کہا کہ باباجی میں آپ کی بات نہیں سمجھ پایا۔

کہنے لگے: "پتر جو لوگ مسائل اور رکاوٹوں سے بھاگتے ہیں نا وہ راستے سے بھٹک جاتے ہیں۔ رکاوٹوں سے بھاگ کر کامیابی تک نہیں پہنچا جا سکتا کیونکہ یہ رکاوٹیں اور مسائل ہی تو ہمیں کامیابی تک لے کر جاتے ہیں۔ مسائل سے گھبرانے کے بجائے کمر باندھ اور میدان میں اتر، مقابلہ کر ان مشکلات اور مسائل کا۔ ان پر قابو پالینے سے تمہاری ہمت اور حوصلہ بڑھ جائے گا اور دیکھنا آج ان کا سامنا کر لیا تو آئندہ زیادہ ہمت اور بہادری کے ساتھ میدان میں اترنے کے قابل ہو جاؤ گے"۔

باباجی کی ان باتوں کے جواب میں میں نے مسکراتے ہوئے شرارتاً سوال کیا کہ کیا ضروری ہے کمر باندھ کر میدان میں اترا جائے؟

باباجی بھی مسکرا دیے اور سمجھاتے ہوئے بولے: "یہ مسائل اور وقتی ناکامیاں انسان کو کامیاب بنانے کے لیے آتی ہیں ان سے بھاگ کر انسان کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اپنی تمام تر لگن اور جستجو کے ساتھ مشکلات کا سامنا کرنے والے کامیابی حاصل کر لیتے ہیں"۔

اکثر اوقات لوگ کسی سے عداوت یا ناراضگی میں کہہ جاتے ہیں کہ میرا وقت آنے دو پھر میں تم سے نمٹوں گا۔ ایسے لوگ سالہا سال دلوں میں رنجشیں پالے زندگی کی گاڑی چلاتے رہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ نفرتوں اور عداوتوں میں کچھ نہیں رکھا۔ اگر آپ کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اپنے دل کو بھی بڑا کریں۔ درگزر کرنے والے بنیں۔ کامیاب لوگوں پر تنقید کرنے والے ہزاروں لوگ موجود ہوتے ہیں مگر دنیا کے کسی بھی کامیاب انسان کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ وہ دل میں نفرت یا رنجشیں پال کر بیٹھا رہے۔ بڑے لوگوں کے دل بھی بڑے ہوتے ہیں۔ یہ بڑے لوگ، کامیاب لوگ، اپنے آفس کے دروازے پر کھڑے چوکیدار سے لے کر سڑک پر بیٹھے کسی نشہ کرنے والے کی تنقید کو بھی توجہ سے سنتے ہیں۔ اس سننے کا مقصد اپنی اصلاح یا کچھ سیکھنے کی کوشش ہوتا ہے۔ آپ کبھی کسی کامیاب انسان کو لوگوں سے بحث کرتے اور دل میں بغض پالتے نہیں دیکھیں گے۔ یہ لوگ کڑوی سے کڑوی بات بھی سیکھنے کی نیت سے سنتے ہیں اور پھر کہنے والے کے ہی شکر گزار بن جاتے ہیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ مستقبل میں کسی عہدے پر پہنچ کر آپ اپنی عداوتوں کا بدلہ لے سکیں گے تو یاد رکھیں آپ کامیابی کے صحیح مفہوم سے نا آشنا ہیں۔

غلط فہمی 5: ایک بزرگ کا قول ہے: "انسان نے ہمیشہ جلد بازی کا پھل ندامت ہی پایا ہے۔"

کسی بھی کام کو بنا تاخیر کے کر لینا یا کام کا ہو جانا جلدی کہلاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ہاں لوگ بھی اپنے معاملات میں، فیصلوں میں اور کامیابی حاصل کرنے میں جلد بازی کی کوششیں کرتے ہیں۔ زندگی میں جو لوگ ناکام ہوتے ہیں ان کی ناکامی کی ایک بہت بڑی وجہ بھی یہی جلد بازی ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انسان جلد بازی کر کے پیسے تو کما سکتا ہے دولت مند بھی ہو سکتا ہے مگر کامیاب ہونا ممکن نہیں۔ کامیابی حادثہ نہیں ہے کہ بس اچانک کچھ ہوا اور انسان کامیابی کی بلندیوں پر جا پہنچا۔ یہ تو ممکن ہے کہ کوئی شخص راتوں رات کسی لاٹری کی بنا پر، یا وراثت کا حصہ مل جانے یا کسی پراپرٹی کی بنا پر دولت مند ہو جائے مگر کوئی شخص بنا محنت اور بنا پراسیس سے گزرے کامیابی حاصل کر لے، یہ ناممکن ہے۔

یہ بات لکھ لیجیے کہ کامیابی کا کوئی شارٹ کٹ (shortcut) نہیں ہے۔ ہر اہم چیز کی طرح کامیابی کے بھی اپنے قاعدے اور قوانین ہیں۔ کامیابی ایک مسلسل سفر ہے جس پر چلتے چلتے انسان بلندیوں کو چھونے لگتا ہے۔ راستہ ترک کر دیا جائے تو منزلیں کیسے نصیب بن سکتی ہیں۔

انسان اگر یہ سمجھے کہ وہ تن تنہا ہی کامیابی حاصل کر سکتا ہے تو ایسا ممکن نہیں ہے۔ کامیابی کے اس سفر میں ہمیں راہ نمائی کی ضرورت رہتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کامیاب لوگوں سے انسان بہت کچھ سیکھتا ہے، ان کا اٹھنا بیٹھنا، ان کا لائف سٹائل، ان کی عادات اور اقدار عام انسان کی کامیابی کے لیے مسلسل موٹیویشن کا باعث بنتے ہیں۔ کامیابی حاصل کرنے کے لیے انسان کی زندگی میں کسی رول ماڈل کا ہونا بہت ضروری ہے۔ یہ رول ماڈل ہمارے استاد، راہنما، مِن ٹور، موٹیویشنل سپیکر یا ہمارا کوئی خاص دوست اور عزیز رشتہ دار بھی ہو سکتا ہے۔ پر ایک بات یاد رکھیں، کامیابی کے لیے رول ماڈل کا انتخاب بھی کامیاب انسان ہی ہونا چاہیے جو علم اور عمل میں یکساں ہو۔ عقل اس بات کو تسلیم ہی نہیں کر سکتی کہ کامیاب انسان کا راہ نما کوئی کم عقل اور ناکام انسان بنے جسے نہ تو علم پر دسترس حاصل ہو اور ناعملی طور پر وہ کسی قابل ہو۔ آپ کا رول ماڈل زندگی کے تجربات سے بہت کچھ سیکھ چکا ہوتا ہے اور وہ ان تمام تجربات کو آپ تک احسن طریقے سے پہنچاتا ہے جس سے نہ صرف آپ کا وقت بچتا ہے بلکہ آپ زندگی میں بہت سے غلط فیصلے کرنے سے بھی بچ جاتے ہیں۔

یاد رکھیے! کامیابی صبر اور ہمت کرنے سے ملتی ہے۔ جلد بازی کرنے والے کامیابی تک نہیں پہنچ پاتے۔ اور یہ جلد بازی اکثر انسان کو راستے سے بھٹکا کر ناکامی کی راہوں میں بھٹکا دیتی ہے۔ کامیابی کے لیے اپنے راہ نما کے انتخاب کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو محنت کا پابند بنائیں تاکہ جب آپ کو کامیابی ملے تو آپ کا دل مطمئن ہو۔

غلط فہمی 6: ہمارے ہاں ایک عام مزاج پایا جاتا ہے کہ ہم اپنی ذات، اپنے آپ اور اپنے مفاد کے بارے میں سوچنے کو ہی کامیابی مان لیتے ہیں۔ ہم ہوں اور ہمارے پاس دنیا کی ہر آسائش موجود ہو تو ہم خود کو کامیاب سمجھنے لگتے ہیں۔ ہم بھی اپنی ذات سے ماورا ہو کر

دوسروں کے لیے بھلا سوچتے، ان کی فلاح کے لیے جدوجہد کرنے، ان کے لیے آسانیاں پیدا کرنے اور انہیں بھی کامیاب ہوتا دیکھنے کے بارے میں کبھی نہیں سوچتے۔ محض اپنی ذات اور ذاتی مفاد کو کامیابی سمجھ لینا کامیابی نہیں بلکہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ یاد رکھیں! ہماری کامیابی کا راستہ ہمارے اپنوں سے ہو کر گزرتا ہے۔ جو انسان اپنے ساتھ ساتھ اپنے معاشرے، اور اپنے لوگوں کی فلاح اور کامیابی کے بارے میں سوچتا ہے، ان کی فکر کرتا ہے در حقیقت وہی کامیاب ہے۔

مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار حکیم صاحب سے پوچھا گیا کہ:

''زندگی میں کامیابی کیسے حاصل ہوتی ہے؟''

حکیم صاحب نے جواب دینے کی بجائے سوال کرنے والے کو گھر دعوت پر بلا لیا اور کہا کہ جواب بھی رات کے کھانے پر دیں گے۔ رات کے کھانے میں کچھ لڑکے حکیم صاحب کے گھر میں اکٹھے ہو گئے۔ حکیم صاحب نے سب سے پہلے بڑے سے برتن میں لڑکوں کو سوپ پیش کیا اور سوپ پینے کے لیے ہر لڑکے کو 1 میٹر لمبا چمچ دے دیا۔ جب سب سے کہا گیا کہ وہ اپنے اپنے چمچ سے سوپ پئیں تو تمام کے تمام ایسا کرنے میں ناکام ہو گئے۔

اس کے بعد حکیم صاحب نے ایک چمچ اٹھایا، سوپ سے بھر کر اسے اپنے سامنے والے شخص کے منہ سے لگا دیا۔ باقی سب نے بھی حکیم صاحب کی دیکھا دیکھی ایسا ہی کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح نہ صرف سب نے سوپ پیا بلکہ سب کی بھوک بھی ختم ہو گئی۔

اس تجربے کے بعد حکیم صاحب کھڑے ہوتے ہوئے بولے کہ: ''جو شخص زندگی کے دسترخوان پر اپنا ہی پیٹ بھرنے کا فیصلہ کر لے، وہ ہمیشہ بھوکا ہی رہتا ہے اور جو شخص دوسروں کو کھانے کی فکر میں لگ جائے تو وہ کبھی خود بھی بھوکا نہیں رہتا۔ دینے والا لینے والے کی نسبت ہمیشہ فائدے میں رہتا ہے''۔

زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے جو بھی شخص محض اپنے آپ پر توجہ دیتے ہوئے اپنے بارے میں سوچے تو اس کے لیے کامیاب ہونا ناممکن ہے۔ کامیاب انسان اپنے ساتھ دوسروں کو بھی کامیاب کرنے کے خواب دیکھتے ہیں۔ کامیاب افراد اپنے دلوں کو

بہت بڑا اور بہت صاف رکھتے ہیں۔ ان کے دلوں میں لوگوں کے لیے بغض، حسد اور نفرتیں نہیں ہوتیں۔ وہ لوگوں میں آسانیاں بانٹتے ہیں اور آسانیاں پیدا کرنے کا سوچتے ہیں۔ کامیاب لوگ اس بات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں کہ خدا کو اپنے بندے بہت عزیز ہیں اور اگر ہم اللہ کے بندوں کے لیے آسانی پیدا کرنے والے بن جائیں گے تو خدا ہمارے راستے اور ہماری منزل ہمارے لیے آسان کر دے گا۔ آپ کو زندگی میں کامیاب ہونے کے لیے سچے دل سے اپنے دوست اور احباب کی بھلائی کا سوچنا ہوگا کیونکہ ان کے بغیر آپ کی کامیابی بھی مشکل ہے۔ ایک بات ذہن نشین کر لیجیے کہ ہم سب انسانوں کی خوشیاں اور کامیابیاں ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ ہماری خوشیوں اور کامیابیوں کا راستہ دوسروں کی کامیابی سے ہو کر گزرتا ہے۔